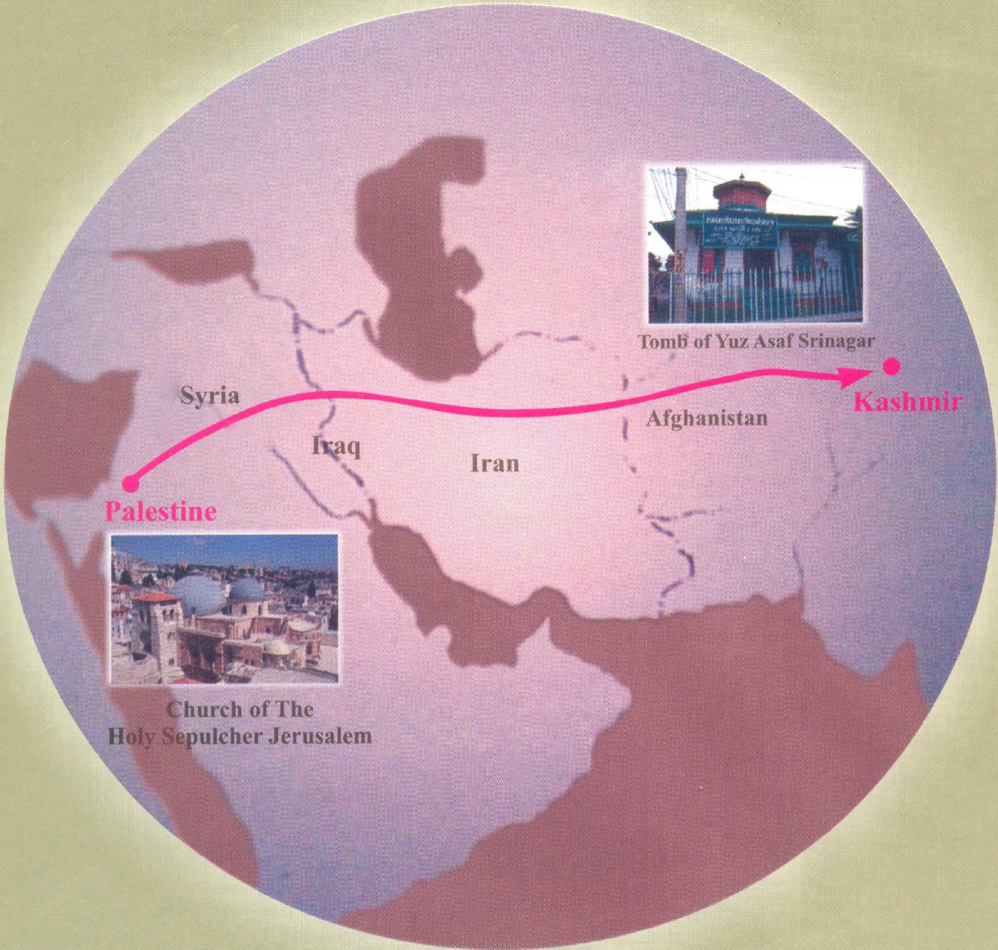
فلسطین سے کشمیر تک

(ایک عظیم الشان تحقیق)



فلسطین سے کشمیر تک

(ایک عظیم الشان تحقیق)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

کی کتب، تحریرات وملفوظات سے

ہجرتِ مسیح اور قبرِ مسیح سے متعلق

اہم اقتباسات

واقعہ صلیب سیل

سنِ اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نومبر 2011ء

فہرست

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ، و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم و علیٰ عبدہِ المسیحِ الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

کتب حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

ازالہ اوہام (1891ء)

پرچہ نور افشان میں مسیح کے صعود کی نسبت یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کے صعود کی نسبت گیارہ شاگرد بچشم دید گواہ موجود ہیں جنہوں نے اُسے آسمان کو جہاں تک حد نظر ہے جاتے دیکھا۔ چنانچہ معترض صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں رسولوں کے اعمال باب اوّل کی یہ آیتیں پیش کی ہیں۔

(۳) اُن پر (یعنی اپنے گیارہ شاگردوں پر) اُس نے (یعنی مسیح نے) اپنے مرنے کے پیچھے آپ کو بہت سی قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا رہا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا۔ اور اُن کے ساتھ ایک جا ہو کے حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ... اور وہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہوئے اُوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُن کی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ہوئے اُن کے پاس کھڑے تھے (۱۱) اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ اب

پادری صاحب صرف اس عبارت پر خوش ہو کر سمجھ بیٹھے ہیں کہ درحقیقت اِسی جسم خاکی کے ساتھ مسیح اپنے مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ لیکن انہیں معلوم ہے کہ یہ بیان لوقا کا ہے جس نے نہ مسیح کو دیکھا اور نہ اُس کے شاگردوں سے کچھ سُنا۔ پھر ایسے شخص کا بیان کیوں کر قابل اعتبار ہو سکتا ہے جو شہادت رویت نہیں اور نہ کسی دیکھنے والے کے نام کا اُس میں حوالہ ہے۔ ماسوا اس کے یہ بیان سراسر غلط فہمی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہو گیا۔ بلکہ اسی باب کی تیسری آیت ظاہر کر رہی ہے کہ بعد فوت ہو جانے کے کشفی طور پر مسیح چالیس دن تک اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا۔ اس جگہ کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ مسیح بوجہ مصلوب ہونے کے فوت ہوا۔ کیونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے صلیب سے مسیح کی جان بچائی تھی بلکہ یہ تیسری آیت باب اول اعمال کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے جو گلیل میں اس کو پیش آئی۔ اس موت کے بعد مسیح چالیس دن تک کشفی طور پر اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا۔ جو لوگ کشف کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ ایسے مقامات میں بڑا دھوکہ کھاتے ہیں۔ اِسی وجہ سے حال کے عیسائی بھی جو روحانی روشنی سے بے بہرہ ہیں اس عالم کشف کو درحقیقت عالم جسمانی سمجھ بیٹھے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مقدّس اور راستباز لوگ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں اور اکثر صاف باطن اور پُر محبت لوگوں کو عالمِ کشف میں جو بعینہٖ عالم بیداری ہے نظر آ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں خود یہ عاجز صاحبِ تجربہ ہے۔ بارہا عالم بیداری میں بعض مقدّس لوگ نظر آئے ہیں۔ اور بعض مراتب کشف کے ایسے ہیں کہ میں کسی طور سے کہہ نہیں سکتا۔ کہ اُن میں کوئی حصہ غنودگی یا خواب یا غفلت کا ہے بلکہ پورے طور پر بیداری ہوتی ہے اور بیداری میں گذشتہ لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے اور باتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہی حال حواریوں کی رویت کا ہے جو انہیں کشفی طور پر مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جبکہ وہ جلیل میں جا کر کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا چالیس دن برابر نظر آتا رہا اور انہوں نے اس کشفی حالت میں صرف مسیح کو نہیں دیکھا بلکہ دو فرشتے بھی دیکھے جو سفید پوشاک پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ جس سے اور زیادہ ثابت

ہوتا ہے کہ وہ کشف کا ہی عالم تھا۔ انجیل میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کشفی طور پر حضرت موسیٰ اور حضرت یحیٰی کو بھی خواب میں دیکھا تھا۔ غرض اعلیٰ درجہ کا کشف بعینہٖ عالم بیداری ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس کوچہ میں کچھ دخل ہو تو ہم بڑی آسانی سے اس کو تسلیم کرا سکتے ہیں مگر محض بیگانوں اور بے خبروں کے مقابل پر کیا کیا جائے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 353 تا 354)

اتمام الحجہ (1894ء)

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے لفظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ دونوں شریک ہیں گویا یہ آیت دونوں کے حق میں وارد ہے تو اس آیت کے خواہ کوئی معنے کرو دونوں اس میں شریک ہوں گے۔ سو اگر تم یہ کہو کہ اس جگہ توفی کے معنے زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے تو تمہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ اس زندہ اٹھائے جانے میں حضرت عیسیٰ کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں کیونکہ آیت میں دونوں کی مساوی شراکت ہے۔ لیکن یہ تو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کی قبر مبارک موجود ہے تو پھر اس سے تو بہر حال ماننا پڑا کہ حضرت عیسیٰ بھی وفات پا گئے ہیں۔ اور لطف تو یہ کہ حضرت عیسیٰ کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے☆ اور ہم زیادہ صفائی کے لئے اس جگہ حاشیہ میں اخویم حبّی فی اللہ سید مولوی محمد السعیدی طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہیں اور وہ طرابلس بلاد شام کے رہنے والے ہیں اور انہیں کی حدود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اور ثابت کرنا چاہیئے کہ کس وقت یہ جعل بنایا گیا ہے اور اس صورت میں دوسرے انبیاء کی قبروں کی نسبت بھی تسلی نہیں رہے گی اور امان اٹھ جائے گا۔ اور کہنا پڑے گا کہ شاید وہ تمام قبریں جعلی ہی ہوں۔ بہر حال آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے یہی معنے ثابت ہوئے کہ مار دیا۔ بعض نادان نام کے مولوی کہتے ہیں کہ یہ تو سچ ہے کہ اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے مارنا ہی معنے ہیں نہ اور کچھ

☆ ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کیلئے مجبور کرتی ہے

لیکن وہ موت نزول کے بعد وقوع میں آئے گی اور اب تک واقع نہیں ہوئی۔

(اتمام الحجہ۔روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 296 تا 297)

جب میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی نسبت حضرت سید مولوی محمد السعیدی طرابلسی الشامی سے بذریعہ خط دریافت کیا تو انہوں نے میرے خط کے جواب میں یہ خط لکھا جس کو میں ذیل میں معہ ترجمہ لکھتا ہوں۔

یا حضرة مولانا وامامنا السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته نسأل اللّٰه الشافی ان یشفیکم. اماما سالتم عن قبر عیسی علیه السلام وحالات اخری مما یتعلق به فابیّنه مفصّلا فی حضرتکم وهو ان عیسٰی علیه السلام ولد فی بیت لحم وبینه وبین بلدة القدس ثلثة اقواس وقبره فی بلدة القدس والی الان موجود وهنالک کنیسة وهی اکبر الکنائس من کنائس النصاری وداخلها قبر عیسٰی علیه السلام کما هو مشهود وفی تلک الکنیسة ایضا قبر امه مریم ولکن کل من القبرین علیحدة وکان اسم بلدة القدس فی عهد بنی اسرائیل یروشلم ویقال ایضا اورشلیم وسمّیت من بعد المسیح ایلیاء ومن بعد الفتوح الاسلامیة الی هذا الوقت اسمها القدس والاعاجم تسمیها بیت المقدس و اما عدة امیال الفصل بینها وبین طرابلس فلا اعلمها تحقیقا نعم یعلم تقریبا نظرا علی الطرق والمنازل. وتختلف الطرق. الطریق الاول من طرابلس الی بیروت فمن طرابلس الی بیروت منزلین متوسطین (وقدر المنزل عندنا من الصباح الی قریب العصر) ومن بیروت الی صیدا منزل واحد ومن صیدا الی حیفا منزل واحد ومن حیفا الی عکامنزل واحد ومن عکا الی سور منزل واحد و یقال لبلاد الشام سوریه نسبةً الی تلک البلدة فی القدیم. ثم من سور الی یافامنزل کبیر وهی علی ساحل البحر ومنها الی القدس منزل صغیر والان صنع الریل منها الی القدس ویصل القاصد من

یـا فـا الی القدس فی اقل من ساعة فعدة المسافة من طرابلس الی القدس تسعة ایام مع الراحة والیها طرق من طرابلس واقربها طریق البحر بحیث لورکب الانسان من طرابلس بالمرکب الناری یصل الی یافا بیوم ولیلة ومنهـا الـی القدس ساعة فی الریل والسلام علیکم ورحمة اللّٰہ و برکاته ادام اللّٰہ وجودکم وحفظکم وایدکم ونصرکم علی اعدائکم. اٰمین.

کتبه خادمکم محمد السعیدی الطرابلسی عفا اللّٰہ عنه

ترجمہ: اے حضرت مولانا وامامنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپ کو شفا بخشے۔ (میری بیماری کی حالت میں یہ خط شامی صاحب کا آیا تھا) جو کچھ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر اور دوسرے حالات کے متعلق سوال کیا ہے سو میں آپ کی خدمت میں مفصل بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے اور بیت اللحم اور بلدہ قدس میں تین کوس کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے عہد میں بلدہ قدس کا نام یروشلم تھا اور اس کو اور شلم بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد اس شہر کا نام ایلیاء رکھا گیا اور پھر فتوح اسلامیہ کے بعد اس وقت تک اس شہر کا نام قدس کے نام سے مشہور ہے اور عجمی لوگ اس کو بیت المقدس کے نام سے بولتے ہیں۔ مگر طرابلس اور قدس میں جو فاصلہ ہے میں تحقیقی طور پر اس کو بتلا نہیں سکتا کہ کس قدر ہے ہاں راہوں اور منزلوں کے لحاظ سے تقریباً معلوم ہے۔ اور طرابلس سے قدس کی طرف جانے کی کئی راہیں ہیں۔ ایک راہ یہ ہے کہ طرابلس سے بیروت کو جائیں اور طرابلس سے بیروت تک دو متوسط منزلیں ہیں۔ اور ہم لوگ منزل اس کو کہتے ہیں جو صبح سے عصر تک سفر کیا جائے اور پھر بیروت سے صیدا تک ایک منزل ہے اور صیدا سے حیفا تک ایک منزل اور حیفا سے عکا تک ایک منزل اور عکا سے سور تک ایک منزل اور بلاد شام کو سوریہ اسی

نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں یعنی اس بلدہ قدیمہ کی طرف منسوب کر کے سور یہ نام رکھتے ہیں پھر سور سے یافا تک ایک منزل کبیر ہے اور یافا بحر کے کنارے پر ہے اور یافا سے قدس تک ایک چھوٹی سی منزل ہے اور اب یافا سے قدس تک ریل طیار ہوگئی ہے۔ اور اگر ایک مسافر یافا سے قدس کی طرف سفر کرے تو ایک گھنٹہ سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔ سو اس حساب سے طرابلس سے قدس تک نو دن کا سفر آرام کے ساتھ ہے مگر سمندر کا راہ نہایت قریب ہے۔ اور اگر انسان اگن بوٹ میں بیٹھ کر طرابلس سے قدس کو جانا چاہے تو یافا تک صرف ایک دن اور رات میں پہنچ جائے گا اور یافا سے قدس تک صرف ایک گھنٹہ کے اندر۔ والسلام۔ خدا آپ کو سلامت رکھے اور نگہبان اور مددگار ہو اور دشمنوں پر فتح بخشے۔ آمین۔ منہ‘‘

(اتمام الحجہ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 297 تا 300 حاشیہ)

ست بچن (1895ء)

مرہم حواریین جس کا دوسرا نام مرہم عیسیٰ بھی ہے

یہ مرہم نہایت مبارک مرہم ہے جو زخموں اور جراحتوں اور نیز زخموں کے نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے۔ طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے تیار کی تھی یعنی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود علیہم اللعنت کے پنجہ میں گرفتار ہوگئے اور یہودیوں نے چاہا کہ حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر قتل کریں تو انہوں نے گرفتار کر کے صلیب پر کھینچنے کی کارروائی شروع کی مگر خدا تعالیٰ نے یہود کے بدارادہ سے حضرت عیسیٰ کو بچالیا۔ کچھ خفیف سے زخم بدن پر لگ گئے سو وہ اس عجیب وغریب مرہم کے چند روز استعمال کرنے سے بالکل دور ہوگئے یہاں تک کہ نشان بھی جو دوبارہ گرفتاری کیلئے کھلی کھلی علامتیں تھیں بالکل مٹ گئے۔ یہ بات انجیلوں سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب حضرت مسیح نے صلیب سے نجات پائی کہ جو درحقیقت دوبارہ زندگی کے حکم میں تھی تو وہ اپنے حواریوں کو ملے اور اپنے زندہ سلامت ہونے کی خبر دی۔ حواریوں نے تعجب سے

دیکھا کہ صلیب پر سے کیونکر بچ گئے اور گمان کیا کہ شاید ہمارے سامنے ان کی روح متمثل ہوگئی ہے تو انہوں نے اپنے زخم دکھلائے جو صلیب پر باندھنے کے وقت پڑ گئے تھے تب حواریوں کو یقین آیا کہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھ سے ان کو نجات دی۔ حال کے عیسائیوں کی یہ نہایت سادہ لوحی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یسوع مسیح مر کر نئے سرے زندہ ہوا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ خدا جو محض قدرت سے اس کو زندہ کرتا۔ اس کے زخموں کو بھی اچھا کر دیتا۔ بالخصوص جبکہ کہا جاتا ہے کہ دوسرا جسم جلالی ہے جو آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف جا بیٹھا۔ تو کیا قبول کر سکتے ہیں کہ جلالی جسم پر بھی یہ زخموں کا کلنک باقی رہا اور مسیح نے خود اپنے اس قصہ کی مثال یونس کے قصہ سے دی اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا پس اگر مسیح مر گیا تھا تو یہ مثال صحیح نہیں ہوسکتی بلکہ ایسی مثال دینے والا ایک سادہ لوح آدمی ٹھہرتا ہے جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہٖ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔

غرض اس مرہم کی تعریف میں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس مرہم نے مسیح کو اچھا کیا انجیلوں سے یہ پتہ بھی بخوبی ملتا ہے کہ انہیں زخموں کی وجہ سے حضرت مسیح پلاطوس کی بستی میں چالیس ۴۰ دن تک برابر ٹھہرے اور پوشیدہ طور پر یہی مرہم ان کے زخموں پر لگتی رہی آخر اللہ تعالیٰ نے اسی سے ان کو شفا بخشی اس مدت میں زیرک طبع حواریوں نے یہی مصلحت دیکھی کہ جاہل یہودیوں کو تلاشی اور جستجو سے باز رکھنے کے لئے اور نیز ان کا پُرکینہ جوش فرو کرنے کی غرض سے پلاطوس کی بستیوں میں یہ مشہور کر دیں کہ یسوع مسیح آسمان پر معہ جسم اٹھایا گیا اور فی الواقعہ انہوں نے یہ بڑی دانائی کی کہ یہودیوں کے خیالات کو اور طرف لگا دیا اور اس طرف پہلے سے یہ انتظام ہو چکا تھا اور بات پختہ ہو چکی تھی کہ فلاں تاریخ پلاطوس کی عملداری سے یسوع مسیح باہر نکل جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حواری ان کو کچھ دور تک سڑک پر چھوڑ آئے اور حدیث صحیح سے جو طبرانی ☆ میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد ستاسی ۸۷ برس زندہ رہے اور ان برسوں میں انہوں نے بہت سے ملکوں کی سیاحت کی اسی لئے ان کا نام مسیح ہوا۔ اور کچھ

☆ اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَةَ سَنَةً. (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد22 ،ما اسندت فاطمة، ما روت

تعجب نہیں کہ وہ اس سیاحت کے زمانہ میں تبت میں بھی آئے ہوں جیسا کہ آجکل بعض انگریزوں کی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے ڈاکٹر برنیئر ☆ اور بعض دوسرے یوروپین عالموں کی یہ رائے ہے کہ کچھ تعجب نہیں کہ کشمیر کے مسلمان باشندہ دراصل یہود ہوں پس یہ رائے بھی کچھ بعید نہیں کہ حضرت مسیح انہیں لوگوں کی طرف آئے ہوں اور پھر تبت کی طرف رخ کرلیا ہو اور کیا تعجب کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر یا اس کے نواح میں ہو۔ یہودیوں کے ملکوں سے ان کا نکلنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ نبوت ان کے خاندان سے خارج ہوگئی۔ جو لوگ اپنی قوت عقلیہ سے کام لینا نہیں چاہتے ان کا منہ بند کرنا مشکل ہے مگر مرہم حواریّین نے اس بات کا صفائی سے فیصلہ کردیا کہ حضرت مسیح کے جسم عنصری کا آسمان پر جانا سب جھوٹے قصے اور بیہودہ کہانیاں ہیں اور بلاشبہ اب تمام شکوک وشبہات کے زخم اس مرہم سے مندمل ہوگئے ہیں۔ عیسائیوں اور نیم عیسائیوں کو معلوم ہو کہ یہ مرہم معہ اس کے وجہ تسمیہ کے طب کی ہزار ہا کتابوں میں موجود ہے اور اس مرہم کا ذکر کرنے والے نہ صرف مسلمان طبیب ہیں بلکہ مسلمان۔ مجوسی۔ عیسائی سب اس میں شامل ہیں۔ اگر چاہیں تو ہم ہزار کتاب سے زیادہ اس کا حوالہ دے سکتے ہیں اور کئی کتابیں حضرت مسیح کے زمانہ کے قریب قریب کی ہیں اور سب اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت مسیح کے لئے یعنی ان کے زخموں کے لئے تیار کی تھی دراصل یہ نسخہ عیسائیوں کی پرانی قرابادینوں میں تھا جو یونانی میں تالیف ہوئی تھیں پھر ہارون اور مامون کے وقت میں وہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں اور یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان ہے کہ یہ کتابیں باوجود امتداد زمانہ کے تلف نہیں ہوسکیں یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے فضل نے ہمیں ان پر مطلع کیا۔ اب ایسے یقینی واقعہ سے انکار کرنا خدا تعالیٰ سے لڑائی ہے۔ ہمیں امید نہیں کہ کوئی عقلمند عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے اس سے انکار کرے کیونکہ اعلیٰ درجہ کے تواتر کا انکار کرنا حماقت بلکہ دیوانہ پن ہے۔

اور وہ کتابیں جن میں یہ مرہم مذکور ہے درحقیقت ہزار ہا ہیں جن میں سے ڈاکٹر حنین کی بھی ایک کتاب ہے جو ایک پورانا عیسائی طبیب ہے ایسا ہی اور بہت سے عیسائیوں اور

مجوسیوں کی کتابیں ہیں جوان پورانی یونانی اور رومی کتابوں سے ترجمہ ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کے قریب ہی تالیف ہوئی تھیں اور یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی طبیبوں نے یہ نسخہ عیسائی کتابوں سے ہی نقل کیا ہے مگر چونکہ ہر ایک کو وہ سب کتابیں میسّر نہیں ہوسکتیں لہٰذا ہم چند ایسی کتابوں کا حوالہ ذیل میں لکھتے ہیں جو اس ملک میں یا مصر میں چھپ کر شائع ہوگئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

بوعلی سینا کا قانون مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۵ + علامہ شارح قانون قلمی + قرشی شارح قانون قلمی + شفاءالاسقام جلد دوم قلمی ورق ۶۴`۶۵

کامل الصناعہ مطبوعہ مصر تصنیف علی ابن العباس المجوسی صفحہ ۶۰۲ + تذکرہ داؤد انطا کی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۳`۳۳۳ باب حرف المیم۔

اکسیر اعظم جلد رابع صفحہ ۳۰۳ + میزان الطب صفحہ ۱۵۲ + قرابادین قادری باب میم امراض جلد صفحہ ۵۰۸ + ذخیرہ خوارزم شاہ

ریاض الفوائد + منہاج البیان + قرابادین کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷۵ + قرابادین بقائی جلد دوم صفحہ ۴۹۷

لوامع شبریہ تصنیف سید حسین شبر کاظمی + قرابادین حنین بن اسحاق عیسائی + قرابادین رومی

اور اگر بڑی بڑی کتابیں کسی کو میسر نہ آویں تو قرابادین قادری تو ہر جگہ اور ہر شہر میں مل سکتی ہے اور اکثر دیہات کے نیم حکیم بھی اس کو اپنے پاس رکھا کرتے ہیں سو اگر ذرہ تکلیف اٹھا کر اس کے صفحہ ۵۰۸ باب بستم امراض جلد میں نظر ڈالیں تو یہ عبارت اس میں لکھی ہوئی پائیں گے ’’مرہم حوارپین کہ مسمی ست بمرہم سلیخا و مرہم رسل و آنرا مرہم عیسیٰ نیز نامند و اجزائے ایں نسخہ دوازدہ عدد است کہ حواریین جہتہ عیسیٰ علیہ السلام ترکیب کردہ برائے تحلیل اورام وخنازیر وطواعین وتنقیہ جراحات از گوشت فاسد واوساخ وجہت رومانیدن گوشت تازہ سودمند‘‘۔ اور اس جگہ نسخہ کے اجزاء لکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہر ایک شخص قرابادین وغیرہ کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ شبہ پیش ہو کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نبوت سے پہلے کہیں سے چوٹیں لگی ہوں یا گر گئے ہوں یا کسی نے مارا ہو اور حواریوں نے ان کے زخموں کے اورام اور قروح کی تکالیف کیلئے یہ نسخہ تیار کیا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ نبوت سے

پہلے حواریوں سے انکا کچھ تعلق نہ تھا بلکہ حواریوں کو حواری کا لقب اسی وقت سے ملا کہ جب وہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے بعد ان پر ایمان لائے اور انکا ساتھ اختیار کیا اور پہلے تو انکا نام مچھیے یا ماہی گیر تھا سو اس سے صاف تر اور کیا قرینہ ہوگا کہ یہ مرہم اس نام کی طرف منسوب ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح کی نبوت کے بعد ملا اور پھر ایک اور قرینہ یہ ہے کہ اس مرہم کو مرہم رسل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حواری حضرت عیسیٰ کے رسول تھے۔ اور اگر یہ گمان ہو کہ ممکن ہے کہ یہ چوٹیں حضرت مسیح کو نبوت کے بعد کسی اور حادثہ سے لگ گئی ہوں اور صلیب پر مر گئے ہوں جیسا کہ نصاریٰ کا زعم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ چوٹیں نبوت کے بعد لگی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس ملک میں نبوت کا زمانہ صرف تین برس بلکہ اس سے بھی کم ہے پس اگر اس مختصر زمانہ میں بجز صلیب کی چوٹوں کے کسی اور حادثہ سے بھی یسوع کو چوٹیں لگی تھیں اور ان چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیار ہوئی تھی تو اس دعویٰ کا بار ثبوت عیسائیوں کی گردن پر ہے جو حضرت عیسیٰ کو جسم سمیت آسمان پر چڑھا رہے ہیں یہ مرہم حواریین متواترات میں سے ہے اور متواترات علوم حسیہ بدیہہ کی طرح ہوتے ہیں جن سے انکار کرنا حماقت ہے۔ اگر یہ سوال پیش ہو کہ ممکن ہے کہ چوٹوں کے اچھا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھائے گئے ہوں تو اس کا جواب یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو آسمان پر چڑھانا ان کا منظور ہوتا تو زمین پر ان کیلئے مرہم طیار نہ ہوتی آسمان پر لیجانے والا فرشتہ انکے زخم بھی اچھے کر دیتا اور انجیل میں دیکھنے والوں کی شہادت رویت صرف اس قدر ہے کہ ان کو سڑک پر جاتے دیکھا اور تحقیقات سے ان کی قبر کشمیر میں ثابت ہوتی ہے اور اگر کوئی خوش فہم مولوی یہ کہے کہ قرآن میں ان کی رفع کا ذکر ہے تو اسکے جواب میں یہ التماس ہے کہ قرآن میں رفع الی اللہ کا ذکر ہے نہ رفع الی السّماء کا پھر جبکہ اللہ جلّ شانہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ یٰعِیسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ☆ تو اس سے قطعی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ رفع موت کے بعد ہے کیونکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا سو اس میں کیا کلام ہے کہ خدا کے نیک بندے وفات کے بعد خدا کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ سو وفات کے بعد نیک بندوں کا رفع ہونا

☆ آل عمران:56

سنت اللہ میں داخل ہے مگر وفات کے بعد جسم کا اٹھایا جانا سنت اللہ میں داخل نہیں اور یہ کہنا کہ توفی کے معنی اس جگہ سونا ہے سراسر الحاد ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ متوفیک ممیتک اور اس کی تائید میں صاحب بخاری اسی محل میں ایک حدیث بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لایا ہے پس جو معنی توفی کے ابن عباس اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام متنازعہ فیہ میں ثابت ہو چکے اسکے برخلاف کوئی اور معنی کرنا یہی ملحدانہ طریق ہے مسلمان کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام متنازعہ فیہ میں یہی معنی کئے پس بڑی بے ایمانی ہے جو نبی کریم کے معنوں کو ترک کر دیا جائے اور جبکہ اس جگہ توفی کے معنی قطعی طور پر وفات دینا ہی ہوا تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وفات آئندہ کے زمانہ میں ہوگی کیونکہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ[1] صاف صاف بتلا رہی ہے کہ وفات ہو چکی وجہ یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ عیسائی میری وفات کے بعد بگڑے ہیں پھر اگر فرض کرلیں کہ اب تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ ابتک عیسائی بھی نہیں بگڑے حالانکہ ان کم بختوں نے عاجز انسان کو خدا بنا دیا اور نہ صرف شرک کی نجاست کھائی بلکہ سؤر کھانا شراب پینا زنا کرنا سب انہی لوگوں کے حصہ میں آ گیا کیا کوئی دنیا میں بدی ہے جو ان میں پائی نہیں جاتی کیا کوئی ایسا بدکاری کا کام ہے جس میں یہ لوگ نمبر اول پر نہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کچھ یہ لوگ بگڑ گئے اور شرک اور ناپاکیوں کا جذام ان کو کھا گیا۔ اور اسلام کی عداوت نے ان کو تحت الثریٰ میں پہنچا دیا اور نہ صرف آپ ہی ہلاک ہوئے بلکہ انکی ناپاک زندگی نے ہزاروں کو ہلاک کیا یورپ میں کتوں اور کتیوں کی طرح زنا کاری ہو رہی ہے شراب کی کثرت شہوتوں کو ایک خطرناک جوش دے رہی ہے اور حرامی بچے لاکھوں تک پہنچ گئے ہیں یہ کس بات کا نتیجہ ہے اسی مخلوق پرستی اور کفارہ کے پُر فریب مسئلہ کا۔ منہ

(ست بچن۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 301 تا 308)

قرآن شریف میں جو وارد ہے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ[2] یعنی عیسیٰ نہ مصلوب ہوا

[1] المائدہ: 118 [2] النساء: 158

نہ مقتول ہوا۔اس بیان سے یہ بات منافی نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر زخمی ہو گئے۔کیونکہ مصلوبیت سے مراد وہ امر ہے جو صلیب پر چڑھانے کی علت غائی ہے اور وہ قتل ہے اور کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے اس اصل مقصود سے ان کو محفوظ رکھا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاس ☆ یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا حالانکہ لوگوں نے طرح طرح کے دکھ دیئے وطن سے نکالا۔دانت شہید کیا انگلی کو زخمی کیا اور کئی زخم تلوار کے پیشانی پر لگائے۔سو درحقیقت اس پیشگوئی میں بھی اعتراض کا محل نہیں کیونکہ کفار کے حملوں کی علت غائی اور اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی کرنا یا دانت کا شہید کرنا نہ تھا بلکہ قتل کرنا مقصود بالذات تھا سو کفار کے اصل ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے محفوظ رکھا اسی طرح جن لوگوں نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا۔ان کی اس کارروائی کی علت غائی حضرت مسیح کا زخمی ہونا نہ تھا بلکہ ان کا اصل ارادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کے ذریعہ سے قتل کر دینا تھا سو خدا نے ان کو اس بد ارادہ سے محفوظ رکھا اور کچھ شک نہیں کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے پس قول ماصلبوہ ان پر صادق آیا۔منہ

(ست بچن۔روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 301 حاشیہ)

ڈاکٹر برنیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”کشمیر میں یہودیت کی بہت سی علامتیں پائی جاتی ہیں چنانچہ پیر پنجال سے گذر کر جب میں اس ملک میں داخل ہوا تو دیہات کے باشندوں کی صورتیں یہود کی سی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ان کی صورتیں اور ان کے طور طریق اور وہ ناقابل بیان خصوصیتیں جن سے ایک سیاح مختلف اقوام کے لوگوں کی خود بخود شناخت اور تمیز کر سکتا ہے۔سب یہودیوں کی پورانی قوم کی سی معلوم ہوتی تھیں میری بات کو آپ محض خیالی ہی تصور نہ فرمایئے گا ان دیہاتوں کے یہودی نما ہونے کی نسبت ہمارے پادری صاحبان اور اور بہت سے فرنگستانیوں نے بھی میرے کشمیر جانے سے بہت عرصہ پہلے ایسا ہی لکھا ہے۔دوسری علامت یہ ہے کہ اس شہر کے باشندے باوجودیکہ تمام مسلمان ہیں مگر پھر بھی ان میں سے اکثر کا نام موسیٰ ہے۔تیسرے یہاں یہ عام روایت ہے

☆ المائدہ:68

کہ حضرت سلیمان اس ملک میں آئے تھے۔ چوتھے یہاں کے لوگوں کا یہ بھی گمان ہے کہ حضرت موسیٰ نے شہر کشمیر ہی میں وفات پائی تھی اوران کا مزار شہر سے قریب تین میل کے ہے۔ پانچویں عموماً یہاں سب لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک اونچے پہاڑ پر جو ایک مختصر اور نہایت پورانا مکان نظر آتا ہے اس کو حضرت سلیمان نے تعمیر کرایا تھا اور اسی سبب سے اس کو آج تک تخت سلیمان کہتے ہیں۔ سو میں اس بات سے انکار کرنا نہیں چاہتا کہ یہودی لوگ کشمیر میں آ کر بسے ہوں پہلے رفتہ رفتہ تنزل کرتے کرتے بت پرست بن گئے ہوں گے اور پھر آخر اور بت پرستوں کی طرح مذہب اسلام کی طرف مائل ہو گئے ہوں گے'' یہ رائے ڈاکٹر برنیر کی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب سیر و سیاحت میں لکھی ہے۔ مگر اسی بحث میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''غالباً اسی قوم کے لوگ پیکن میں موجود ہیں جو مذہب موسوی کے پابند ہیں اور ان کے پاس توریت اور دوسری کتابیں بھی ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ کی وفات یعنی مصلوب ہونے کا حال ان لوگوں کو بالکل معلوم نہیں'' ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ یاد رکھنے کے لائق ہے کیونکہ آج تک بعض نادان عیسائیوں کا یہ گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر یہود اور نصاریٰ کا اتفاق ہے اور اب ڈاکٹر صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ چین کے یہودی اس قول سے اتفاق نہیں رکھتے اور ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی پر مر گئے اور ڈاکٹر صاحب نے جو کشمیریوں کے یہودی الاصل ہونے پر دلائل لکھے ہیں یہی دلائل ایک غور کرنے والی نگاہ میں ہمارے متذکرہ بالا بیان پر شواہد بینہ ہیں یہ واقعہ مذکورہ جو حضرت موسیٰ کشمیر میں آئے تھے چنانچہ ان کی قبر بھی شہر سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ سے مراد عیسیٰ ہی ہے کیونکہ یہ بات قریب قیاس ہے کہ جب کشمیر کے یہودیوں میں اس قدر تغیر واقع ہوئے کہ وہ بت پرست ہو گئے اور پھر مدت کے بعد مسلمان ہو گئے تو کم علمی اور لاپروائی کی وجہ سے عیسیٰ کی جگہ موسیٰ انہیں یاد رہ گیا ورنہ حضرت موسیٰ تو موافق تصریح توریت کے حورب کی سرزمین میں اس سفر میں فوت ہو گئے تھے جو مصر سے کنعان کی طرف بنی اسرائیل نے کیا تھا اور حورب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کئے گئے دیکھو استثناء ۳۴ باب ورس ۵۔ ایسا ہی

معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کا لفظ بھی رفتہ رفتہ بجائے عیسیٰ کے لفظ کے مستعمل ہوگیا۔ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ نے پہاڑ پر عبادت کے لئے کوئی مکان بنایا ہو کیونکہ یہ شاذ و نادر ہے کہ کوئی بات بغیر کسی اصل صحیح کے محض بے بنیاد افترا کے طور پر مشہور ہو جائے۔ ہاں یہ غلطی قریب قیاس ہے کہ بجائے عیسیٰ کے عوام کو جو پچھلی قومیں تھیں سلیمان یاد رہ گیا ہو اور اس قدر غلطی تعجب کی جگہ نہیں۔ چونکہ یہ تین نبی ایک ہی خاندان میں سے ہیں اس لئے یہ غلطیاں کسی اتفاقی مسامحت سے ظہور میں آ گئیں تبت سے کوئی نسخہ انجیل یا بعض عیسوی وصایا کا دستیاب ہونا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ جب قرائن قویہ قائم ہیں کہ بعض نبی بنی اسرائیل کے کشمیر میں ضرور آئے گو ان کے تعین نام میں غلطی ہوئی اور ان کی قبر اور مقام بھی اب تک موجود ہے تو کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ وہ نبی درحقیقت عیسیٰ ہی تھا جو اول کشمیر میں آیا اور پھر تبت کا بھی سیر کیا اور کچھ بعید نہیں کہ اس ملک کے لوگوں کے لئے کچھ وصیتیں بھی لکھی ہوں اور آخر کشمیر میں واپس آ کر فوت ہو گئے ہوں۔ چونکہ سرد ملک کا آدمی سرد ملک کو ہی پسند کرتا ہے اس لئے فراست صحیحہ قبول کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کنعان کے ملک کو چھوڑ کر ضرور کشمیر میں پہنچے ہوں گے۔ میرے خیال میں کسی کو اس میں کلام نہ ہوگا کہ خطہ کشمیر کو خطہ شام سے بہت مشابہت ہے پھر جبکہ ملکی مشابہت کے علاوہ قوم بنی اسرائیل بھی اس جگہ موجود تھی تو حضرت مسیح اس ملک کے چھوڑنے کے بعد ضرور کشمیر میں آئے ہوں گے مگر جاہلوں نے دور دراز زمانہ کے واقعہ کو یاد نہ رکھا اور بجائے عیسیٰ کے موسیٰ یا سلیمان یاد رہ گیا۔ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں قریباً چودہ ۱۴ برس تک جموں اور کشمیر کی ریاست میں نوکر رہا ہوں اور اکثر کشمیر میں ہر ایک عجیب مکان وغیرہ کے دیکھنے کا موقعہ ملتا تھا لہٰذا اس مدت دراز کے تجربہ کے رو سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر برنیر صاحب نے اس بات کے بیان کرنے میں کہ اہل کشمیر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کشمیر میں موسیٰ کی قبر ہے غلطی کی ہے جو لوگ کچھ مدت کشمیر میں رہے ہیں وہ اس بات سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ کشمیر میں موسیٰ نبی کے نام سے کوئی قبر مشہور نہیں ڈاکٹر صاحب کو بوجہ اجنبیت زبان کے ٹھیک ٹھیک نام کے

لکھنے میں غلطی ہوگئی ہے یا ممکن ہے کہ سہو کاتب سے یہ غلطی ظہور میں آئی ہو اصل بات یہ ہے کہ کشمیر میں ایک مشہور ومعروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں اس نام پر ایک سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عبرانی زبان سے مشابہ ہیں مگر ایک عمیق نظر کے بعد نہایت تسلی بخش طریق کے ساتھ کھل جائے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین۔ اسف اندوہ اور غم کو کہتے ہیں چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ آسف ملا لیا مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے پھر اجنبی زبان میں بکثرت مستعمل ہو کر یوز آسف بن گیا۔ لیکن میرے نزدیک یسوع آسف اسم بامسمّٰی ہے اور ایسے نام جو واقعات پر دلالت کریں اکثر عبرانی نبیوں اور دوسرے اسرائیلی راست بازوں میں پائی جاتی ہیں چنانچہ یوسف جو حضرت یعقوب کا بیٹا تھا اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس کی جدائی پر اندوہ اور غم کیا گیا جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اس بات کی طرف اشارہ فرما کر کہا ہے۔ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ[1] پس اس سے صاف نکلتا ہے کہ یوسف پر اسف یعنی اندوہ کیا گیا اس لئے اس کا نام یوسف ہوا ایسا ہی مریم کا نام بھی ایک واقعہ پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ کہ جب مریم کا لڑکا عیسیٰ پیدا ہوا تو وہ اپنے اہل وعیال سے دور تھی اور مریم وطن سے دور ہونے کو کہتے ہیں اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرما کر کہتا ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا[2] یعنی مریم کو کتاب میں یاد کر جبکہ وہ اپنے اہل سے ایک شرقی مکان میں دور پڑی ہوئی تھی سو خدا نے مریم کے لفظ کی وجہ تسمیہ یہ قرار دی کہ مریم حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کے وقت اپنے لوگوں سے دور ومہجور تھی یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس کا لڑکا عیسیٰ قوم سے قطع کیا جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کشمیر میں جا کر وفات پائی اور اب تک کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ **ہاں ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کیلئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور**

---

[1] یوسف:85　[2] مریم:17

ملک شام کی قبر زندہ درگور کا نمونہ تھا جس سے وہ نکل آئے اور جب تک وہ کشمیر میں زندہ رہے ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر مقام کیا گویا آسمان پر چڑھ گئے۔ حضرت مولوی نوردین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہوتی ہے جب ہم جامع مسجد سے اس مکان میں جائیں جہاں شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے تبرکات ہیں تو یہ قبر تھوڑی شمال کی جانب عین کوچہ میں ملے گی اس کوچہ کا نام خانیار ہے اور یہ اصل قدیم شہر سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے جیسا کہ ڈاکٹر برنیر نے لکھا ہے پس اس بات کو بھی خیانت پیشہ عیسائیوں کی طرح ہنسی میں نہیں اڑانا چاہئے کہ حال میں ایک انجیل تبت سے دفن کی ہوئی نکلی ہے جیسا کہ وہ شائع بھی ہو چکی ہے بلکہ حضرت مسیح کے کشمیر میں آنے کا یہ ایک دوسرا قرینہ ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس انجیل کا لکھنے والا بھی بعض واقعات کے لکھنے میں غلطی کرتا ہو جیسا کہ پہلی چار انجیلیں بھی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ہمیں اس نادر اور عجیب ثبوت سے بکلی منہ نہیں پھیرنا چاہئے جو بہت سی غلطیوں کو صاف کر کے دنیا کو صحیح سوانح کا چہرہ دکھلاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ منہ

(ست بچن۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 302 تا 307 حاشیہ در حاشیہ)

ہمارے متعصب مولوی اب تک یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معہ جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور دوسرے نبیوں کی تو فقط روحیں آسمان پر ہیں مگر حضرت عیسیٰ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر چڑھائے بھی نہیں گئے بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر چڑھایا گیا لیکن ان بیہودہ خیالات کے رد میں علاوہ ان ثبوتوں کے جو ہم ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ وغیرہ کتابوں میں دے چکے ہیں ایک اور قوی ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری صفحہ ۳۳۹ میں یہ حدیث موجود ہے **لعنة اللّٰه على اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبياء هم مساجد** ۔ یعنی یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا یعنی ان کو سجدہ گاہ مقرر کر دیا اور ان کی پرستش شروع کی۔ اب ظاہر ہے کہ نصاری بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کی قبروں کی ہرگز

پرستش نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاء کو گنہگار اور مرتکب صغائر و کبائر خیال کرتے ہیں۔ ہاں بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی قبر ہے جس میں مجروح ہونے کی حالت میں وہ رکھے گئے تھے اور اگر اس قبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سے کچھ تعلق نہیں تو پھر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا قول صادق نہیں ٹھہرے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آنحضرت ﷺ ایسی مصنوعی قبر کو قبر نبی قرار دیں جو محض جعلسازی کے طور پر بنائی گئی ہو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید ہے کہ جھوٹ کو واقعات صحیحہ کے محل پر استعمال کریں پس اگر حدیث میں نصاریٰ کی قبر پرستی کے ذکر میں اس قبر کی طرف اشارہ نہیں تو اب واجب ہے کہ شیخ بطالوی اور دوسرے مخالف مولوی کسی اور ایسے نبی کی قبر کا ہمیں نشان دیں جس کی عیسائی پرستش کرتے ہوں یا کبھی کسی زمانہ میں کی ہے۔ نبوت کا قول باطل نہیں ہوسکتا چاہئے کہ اس کو سرسری طور پر نہ ٹال دیں اور ردی چیز کی طرح نہ پھینک دیں کہ یہ سخت بے ایمانی ہے بلکہ دو باتوں سے ایک بات اختیار کریں۔ (۱) یا تو اس قبر کا ہمیں پتا دیویں جو کسی اور نبی کی کوئی قبر ہے اور اس کی عیسائی پرستش کرتے ہیں۔ (۲) اور یا اس بات کو قبول کریں کہ بلاد شام میں جو حضرت عیسیٰ کی قبر ہے جس کی نسبت سلطنت انگریزی کی طرف سے پچھلے دنوں میں خریداری کی بھی تجویز ہوئی تھی جس پر ہر سال بہت سا ہجوم عیسائیوں کا ہوتا ہے اور سجدے کئے جاتے ہیں وہ درحقیقت وہی قبر ہے جس میں حضرت مسیح مجروح ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے تھے پس اگر یہ وہی قبر ہے تو خود سوچ لیں کہ اسکے مقابل پر وہ عقیدہ کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ چھت کی راہ سے آسمان پر پہنچائے گئے۔ کس قدر لغو اور خلاف واقعہ عقیدہ ٹھہرے گا۔ لیکن یہ واقعہ جو حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے یعنی یہ کہ ضرور حضرت عیسیٰ قبر میں داخل کئے گئے یہ اس قصہ کو جو مرہم حوارین کی نسبت ہم لکھ چکے ہیں نہایت قوت دیتا ہے کیونکہ اس سے اس بات کیلئے قرائن قویہ پیدا ہوتے ہیں کہ ضرور حضرت مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ سے ایک جسمانی صدمہ پہنچا

تھا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے کیونکہ توریت سے ثابت ہے کہ جو مصلوب ہو وہ لعنتی ہے اور مصلوب وہی ہوتا ہے جو صلیب پر مر جاوے وجہ یہ کہ صلیب کی علت غائی قتل کرنا ہے سو ہرگز ممکن نہیں کہ وہ صلیب پر مرے ہوں کیونکہ ایک نبی مقرب اللہ لعنتی نہیں ہو سکتا اور خود حضرت عیسیٰ نے آپ بھی فرمادیا کہ میں قبر میں ایسا ہی داخل ہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا تھا یہ ان کے کلام کا ماحصل ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قبر میں زندہ داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا کیونکہ نبی کی مثال غیر مطابق نہیں ہو سکتی سو وہ بلاشبہ قبر میں زندہ ہی داخل کئے گئے اور یہ مکر اللہ تھا تا یہود ان کو مردہ سمجھ لیں اور اس طرح وہ ان کے ہاتھ سے نجات پاویں۔ یہ واقعہ غار ثور کے واقعہ سے بھی بالکل مشابہ ہے اور وہ غار بھی قبر کی طرح ہے جو اب تک موجود ہے اور غار میں توقف کرنا بھی تین دن ہی لکھا ہے جیسا کہ مسیح کے قبر میں رہنے کی مدت تین دن ہی بیان کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ثور کی یہ مشابہت جو مسیح کی قبر سے ہے اس کا اشارہ بھی حدیثوں میں پایا جاتا ہے اسی طرح ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے یونس نبی سے مشابہت سے ایک اشارہ کیا ہے۔ پس گویا یہ تین نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح اور یونس علیہ السلام قبر میں زندہ ہی داخل ہوئے اور زندہ ہی اس میں رہے اور زندہ ہی نکلے (یوسف علیہ السلام کا کنویں میں سے زندہ نکلنا بھی اسی سے مشابہ ہے۔ منہ) اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہی بات صحیح ہے جو لوگ مرہم حواریین کے مضمون پر غور کریں گے وہ بالضرور اس نکتہ تک پہنچ جائیں گے کہ ضرور حضرت مسیح مجروح ہونے کی حالت میں قبر میں زندہ داخل کئے گئے تھے پلاطوس کی بیوی کی خواب بھی اسی کے موید ہے کیونکہ فرشتہ نے اسکی بیوی کو یہی بتلایا تھا کہ عیسیٰ اگر صلیب پر مر گیا تو اس پر اور اسکے خاوند پر تباہی آئے گی۔ مگر کوئی تباہی نہیں آئی۔ جس کا یہ نتیجہ ضروری ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ منہ

(ست بچن۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 309 تا 310 حاشیہ در حاشیہ)

سراجِ منیر (1897ء)

’’قرآن شریف نے یہ خوب سچائی ظاہر کی کہ مسیح کو صلیبی موت سے بچا کر لعنت کی پلیدی سے بری رکھا اور انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیونکہ مسیح نے یونس کے ساتھ اپنی تشبیہ پیش کی ہے اور کوئی عیسائی اس سے بے خبر نہیں کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا پھر اگر یسوع قبر میں مردہ پڑا رہا تو مردہ کو زندہ سے کیا مناسبت اور زندہ کو مردہ سے کونسی مشابہت۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یسوع نے صلیب سے نجات پا کر شاگردوں کو اپنے زخم دکھائے پس اگر اس کو دوبارہ زندگی جلالی طور پر حاصل ہوئی تھی تو اس پہلی زندگی کے زخم کیوں باقی رہ گئے کیا جلال میں کچھ کسر باقی رہ گئی تھی اور اگر کسر رہ گئی تھی تو کیونکر امید رکھیں کہ وہ زخم پھر کبھی قیامت تک مل سکیں گے یہ بیہودہ قصے ہیں جن پر خدائی کا شہتیر رکھا گیا ہے۔ مگر وقت آتا ہے بلکہ آ گیا کہ جس طرح روئی کو دھنکا جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ ان تمام قصوں کو ذرہ ذرہ کر کے اڑا دے گا۔ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ یہ کیسا خدا تھا جس کے زخموں کیلئے مرہم بنانے کی حاجت پڑی تم سن چکے ہو کہ عیسائی اور رومی اور یہودی اور مجوسی دفتروں کی قدیم طبی کتابیں جو اب تک موجود ہیں گواہی دے رہی ہیں کہ یسوع کی چوٹوں کے لئے ایک مرہم طیار کیا گیا تھا جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو اب تک قرابادینوں میں موجود ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرہم نبوت کے زمانہ سے پہلے بنایا ہوگا کیونکہ یہ مرہم حواریوں نے طیار کیا تھا اور نبوت سے پہلے حواری کہاں تھے یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ ان زخموں کا کوئی اور باعث ہوگا نہ صلیب کیونکہ نبوت کے تین برس کے عرصہ میں کوئی اور ایسا واقعہ بجز صلیب ثابت نہیں ہوسکتا اور اگر ایسا دعویٰ ہو تو بار ثبوت بذمّہ مدعی ہے۔ جائے شرم ہے کہ یہ خدا اور یہ زخم اور یہ مرہم واقعی صحیح اور سچی حقیقتوں پر کہاں کوئی پردہ ڈال سکتا ہے اور کون خدا کے ساتھ جنگ کر سکتا ہے۔‘‘

(سراجِ منیر۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 65 تا 66)

کتاب البریہ (1898ء)

اور بداندیشوں کے حملے راستبازوں پر قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ مجھ سے پہلے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی ارادہ کیا کہ ناحق مجرم ٹھہرا کر سولی دلادیں مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ کس طرح اس نے اپنے اس مقبول کو بچالیا۔ اس نے پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور فرشتہ نے خواب میں اس کی بیوی کو ایک رُعب ناک نظارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے۔ پس وہ ڈر گئی اور اس نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بدارادہ سے بچالے۔ پس اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لئے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہہ کر بچالیا گیا کہ "اس کی تو جان نکل گئی"۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا خدا کا مقبول اور راستباز نبی جرائم پیشہ کی موت سے مر کر یعنی صلیب کے ذریعہ سے جان دے کر اس لعنت کا حصہ نہ لیوے جو روز ازل سے ان شریروں کے لئے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور درحقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خدا کے دشمن اور خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہو سکتی ہے؟ سو اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔ اور جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے وہ کشمیر میں آ کر فوت ہوئے اور اب تک نبی شہزادہ کے نام پر کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے۔ اور لوگ بہت تعظیم سے اس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو اسلامی ملکوں کی طرف سے اسلام سے پہلے کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ کا نام غلطی سے بجائے یسوع کے کشمیر میں یوز آسف کر کے مشہور ہے جس کے معنے ہیں کہ یسوع غم ناک۔ اور جب پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نظر آیا اور اس نے اس کو دھمکایا کہ اگر یسوع مارا گیا تو تمہاری تباہی ہوگی یہی اشارہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بچانے کے لئے تھا۔ ایسا دنیا

میں کبھی نہیں ہوا کہ اس طرح پر کسی راستباز کی حمایت کے لئے فرشتہ ظاہر ہوا ہو اور پھر رؤیا میں فرشتہ کا ظاہر ہونا عبث اور لا حاصل گیا ہو اور جس کی سفارش کے لئے آیا ہو وہ ہلاک ہو گیا ہو۔ غرض یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس وقت کے یہودی اپنے ارادہ میں نامراد رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کوٹھے میں رکھے گئے تھے جو قبر کے نام سے مشہور تھا اور دراصل ایک بڑا وسیع کوٹھا تھا وہ اس سے تیسرے دن بخیر و عافیت باہر آ گئے اور شاگردوں کو ملے اور ان کو مبارک باد دی کہ میں خدا کے فضل سے دنیوی زندگی کے ساتھ بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر ان کے ہاتھ سے لے کر روٹی اور کباب کھائے اور اپنے زخم ان کو دکھلائے اور چالیس دن تک ان کے ان زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابا دینوں میں مرہم عیسیٰ یا مرہم رُسُل یا مرہم حواریّین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مرہم چوٹ وغیرہ کے زخموں کے لئے بہت مفید ہے اور قریباً طب کی ہزار کتاب میں اس مرہم کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے اس کو بنایا گیا تھا۔ وہ پرانی طب کی کتابیں عیسائیوں کی جو آج سے چودہ سو برس پہلے رومی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں ان میں اس مرہم کا ذکر ہے اور یہودیوں اور مجوسیوں کی طبابت کی کتابوں میں بھی یہ نسخہ مرہم عیسیٰ کا لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم الہامی ہے اور اس وقت جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر کسی قدر زخم پہنچے تھے انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے بطور الہام یہ دوائیں ان پر ظاہر کی تھیں۔ یہ مرہم پوشیدہ راز کا نہایت یقینی طور پر پتہ لگاتی ہے اور قطعی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے کیونکہ اس مرہم کا تذکرہ صرف اہل اسلام کی ہی کتابوں میں نہیں کیا گیا بلکہ قدیم سے عیسائی یہودی مجوسی اور اطبّاء اسلام اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کرتے آئے ہیں۔ اور نیز یہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیار کی گئی تھی۔ حسن اتفاق سے یہ سب کتابیں موجود ہیں اور اکثر چھپ چکی ہیں اگر کسی کو سچائی کا پتہ لگانا اور راستی کا سراغ چلانا منظور ہو تو ضرور ان کتابوں کا ملاحظہ کرے شاید آسمانی روشنی اس کے دل پر پڑ کر ایک بھاری بلا سے نجات پا جائے اور حقیقت کھل جائے۔ اس مرہم کو ادنیٰ ادنیٰ

طبابت کا مذاق رکھنے والے بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قرابادین قادری میں بھی جو ایک فارسی کی کتاب ہے تمام مرہموں کے ذکر کے باب میں اس مرہم کا نسخہ بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی گئی تھی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ دنیا کے تمام طبیبوں کے اتفاق سے جو ایک گروہ خواص ہے جن کو سب سے زیادہ تحقیق کرنے کی عادت ہوتی ہے اور مذہبی تعصّبات سے پاک ہوتے ہیں یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار کی تھی۔ ایک عجیب فائدہ اس مرہم کے واقعہ کا یہ ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چڑھنے کی بھی ساری حقیقت کھل گئی اور ثابت ہوگیا کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور بے ہودہ تصورات ہیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ رفع جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے حقیقت میں وفات کے بعد تھا اور اسی رفع مسیح سے خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کیا جو صدہا برس سے ان کے درمیان چلا آتا تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ مردودوں اور ملعونوں سے نہیں ہیں اور نہ کُفّار میں سے جن کا رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ سچے نبی ہیں اور درحقیقت ان کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کا ہوا۔ یہی جھگڑا تھا اور رفع جسمانی کی نسبت کوئی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ غیر متعلق بات تھی جس پر کذب اور صدق کا مدار نہ تھا۔

بات یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کا الزام دے کر ملعون ٹھہراویں یعنی ایسا شخص جس کا مرنے کے بعد خدا کی طرف روحانی رفع نہیں ہوتا اور نجات سے جو قرب الٰہی پر موقوف ہے بے نصیب رہتا ہے۔ سو خدا نے اس جھگڑے کو یوں فیصلہ کیا کہ یہ گواہی دی کہ وہ صلیبی موت جو روحانی رفع سے مانع ہے حضرت مسیح پر ہرگز وارد نہیں ہوئی اور ان کا وفات کے بعد رفع الی اللہ ہوگیا ہے۔ اور وہ قرب الٰہی پا کر کامل نجات کو پہنچ گیا۔ کیونکہ جس کیفیت کا نام نجات ہے اسی کا دوسرے لفظوں میں نام رفع ہے اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے کہ **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**[1] ۔ **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ**[2] افسوس کہ ہمارے کج فہم علماء پر کہاں تک غباوت اور بلادت وارد ہوگئی ہے کہ وہ یہ

[1] النساء:158 [2] النساء:159

بھی نہیں سوچتے کہ قرآن نے اگر اس آیت میں کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ [1] رفع جسمانی کا ذکر کیا ہے تو اس ذکر کا کیا موقعہ تھا اور کونسا جھگڑا اس بارے میں یہود اور نصاریٰ کا تھا۔ تمام جھگڑا تو یہی تھا کہ صلیب کی وجہ سے یہود کو بہانہ ہاتھ آ گیا تھا کہ نعوذ باللہ یہ شخص یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملعون ہے۔ یعنی اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور جب رفع نہ ہوا تو لعنتی ہونا لازم آیا کیونکہ رفع الی اللہ کی ضد لعنت ہے۔ اور یہ ایک ایسا انکار تھا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نبوت کے دعوے میں جھوٹے ٹھہرتے تھے کیونکہ توریت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو شخص مصلوب ہو اس کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا یعنی مرنے کے بعد راستبازوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اس کی روح اٹھائی نہیں جاتی یعنی ایسا شخص ہرگز نجات نہیں پاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے سچے نبی کے دامن کو اس تہمت سے پاک کرے اس لئے اس نے قرآن میں یہ ذکر کیا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ [2] اور یہ فرمایا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ تا معلوم ہو کہ یہودی جھوٹے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور سچے نبیوں کی طرح رفع الی اللہ ہو گیا اور یہی وجہ ہے جو اس آیت میں یہ لفظ نہیں فرمائے گئے کہ رافعک الی السّماء بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ تا صریح طور پر ہر ایک کو معلوم ہو کہ یہ رفع روحانی ہے نہ جسمانی کیونکہ خدا کی جناب جس کی طرف راستبازوں کا رفع ہوتا ہے روحانی ہے نہ جسمانی۔ اور خدا کی طرف روح چڑھتے ہیں نہ کہ جسم .... میں اس وقت محض قوم کی ہمدردی سے اصل بات سے دور جا پڑا اور اصل تذکرہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے شرِ اعدا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا تھا چنانچہ خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میری مثال یونس نبی کی طرح ہے اور یونس کی طرح میں بھی تین دن قبر میں رہوں گا۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح جو نبی تھا اس کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا اس نے اپنے قصہ کو یونس کے قصہ سے مشابہ قرار دیا ہے اور چونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا بلکہ زندہ رہا اور زندہ ہی داخل ہوا تھا اس لئے مشابہت کے تقاضا سے ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی قبر میں نہیں مرا اور نہ مردہ داخل ہوا۔ ورنہ مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت؟ غرض اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے شر سے بچا لیا۔

---

[1] آل عمران:56 [2] النساء:158

ایسا ہی موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس نے فرعون کے بدارادہ سے بچایا۔ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ کے دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا۔

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 20 تا 25)

رازِ حقیقت (1898ء)

دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بد بخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگاویں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ اور یہ نہایت بدمنصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس ۱۲۰ برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اُس کے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا جس نے قوم کی ایذا کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبّت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا

کرآخرکار خاکِ کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سری نگر خان یار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ .

(رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 154 تا 155)

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی۔ لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہٖ تعالیٰ نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی۔ احادیث صحیحہ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی سیاح تھے۔ پس اگر وہ صلیب کے واقعہ پر مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے تو سیاحت کس زمانہ میں کی۔ حالانکہ اہل لُغت بھی مسیح کے لفظ کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مسح سے نکلا ہے اور مسح سیاحت کو کہتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عقیدہ کہ خدا نے یہودیوں سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ کو دوسرے آسمان پر پہنچا دیا تھا سراسر لغو خیال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے اس فعل سے یہودیوں پر کوئی حجت پوری نہیں ہوتی۔ یہودیوں نے نہ تو آسمان پر چڑھتے دیکھا اور نہ آج تک اُترتے دیکھا۔ پھر وہ اس مہمل اور بے ثبوت قصے کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حملہ کے وقت جو یہودیوں کی نسبت زیادہ بہادر اور جنگ جُو اور کینہ ور تھے صرف اسی غار کی پناہ میں بچا لیا جو مکہ معظّمہ سے تین میل سے زیادہ نہ تھی تو کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو بزدل یہودیوں کا کچھ ایسا خوف تھا کہ بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے اُس کے دل میں یہودیوں کی دست درازی کا کھٹکا دُور نہیں ہوسکتا تھا بلکہ یہ قصہ سراسر افسانہ کے رنگ میں بنایا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے صریح مخالف اور نہایت زبردست دلائل سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت شناخت کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ ایک علمی ذریعہ اور اعلیٰ درجہ کا معیار حق شناسی ہے اور اس واقعہ سے پورے طور پر مجھے اس لئے واقفیت ہے کہ مَیں ایک انسان خاندان طبابت میں سے

ہوں اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم جو اس ضلع کے ایک معزز رئیس تھے ایک اعلیٰ درجہ کے تجربہ کار طبیب تھے جنہوں نے قریباً ساٹھ سال اپنی عمر کے اس تجربہ میں بسر کئے تھے اور جہاں تک ممکن تھا ایک بڑا ذخیرہ طبّی کتابوں کا جمع کیا تھا۔ اور مَیں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ اس لئے مَیں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے۔ اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی۔ ان کتابوں میں سے بعض یہودیوں کی کتابیں ہیں اور بعض عیسائیوں کی اور بعض مجوسیوں کی۔ سو یہ ایک علمی تحقیقات سے ثبوت ملتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے رہائی پائی تھی اگر انجیل والوں نے اس کے برخلاف لکھا ہے تو اُن کی گواہی ایک ذرّہ اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ اوّل تو وہ لوگ واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہیں تھے اور اپنے آقا سے طرز بے وفائی اختیار کر کے سب کے سب بھاگ گئے تھے اور دوسرے یہ کہ انجیلوں میں بکثرت اختلاف ہے یہاں تک کہ برنباس کی انجیل میں حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان ہی انجیلوں میں جو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملے۔ اور اپنے زخم اُن کو دکھلائے۔ پس اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت زخم موجود تھے جن کے لئے مرہم طیار کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ مرہم طیار کی گئی تھی۔ اور انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس روز اُسی گردونواح میں بطور مخفی رہے اور جب مرہم کے استعمال سے بکلی شفا پائی تب آپ نے سیاحت اختیار کی۔ افسوس کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے راولپنڈی سے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں اُن کو اس بات کا انکار ہے کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ مختلف قوموں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اس واقعہ کے سننے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ مگر مجروح ہونے کی حالت میں رہائی پائی بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور خیال کیا کہ اس سے تمام منصوبہ کفارہ کا باطل ہوتا ہے۔ لیکن یہ قابل شرم بات ہے کہ اُن کتابوں

کے وجود سے انکار کیا جائے جن میں یہ نسخہ مرہم عیسیٰ موجود ہے۔ اگر وہ طالب حق ہیں تو ہمارے پاس آ کر اُن کتابوں کو دیکھ لیں۔ اور صرف عیسائیوں کے لئے یہی مصیبت نہیں کہ مرہم عیسیٰ کی علمی گواہی اُن عقائد کو ردّ کرتی ہے اور تمام عمارت کفارہ و تثلیث وغیرہ کی یکدفعہ گر جاتی ہے بلکہ ان دنوں میں اس ثبوت کی تائید میں اَور ثبوت بھی نکل آئے ہیں کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیبی واقعہ سے نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبّت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے۔ اور وہ بنی اسرائیل جو کشمیر میں بابل کے تفرقہ کے وقت میں سکونت پذیر ہوئے تھے اُن کو ہدایت کی اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا اور محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور عوام کی غلط بیانی سے یوز آسف نبی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے جو حال میں تبّت سے برآمد ہوئی ہے۔ یہ انجیل بڑی کوشش سے لندن سے ملی ہے۔ ہمارے مخلص دوست شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر قریباً تین ماہ تک لندن میں رہے اور اس انجیل کو تلاش کرتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے میسّر آ گئی۔ یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پُرانی کتاب کا گویا ایک حصّہ ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو اُن کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے اُس کا وہ سبب نہیں جو لا نبے بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی ایسا کہنا ایک شرارت ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ کے ظلم کے وقت یعنی جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت یعنی قتل کے ارادہ کے وقت ہجرت فرمائی۔ اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلادِ ہند اور

کشمیر اور تبّت اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔ اور تواریخ سے اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے کہ بعض یہودی اس ملک میں آ کر اپنی قدیم عادت کے موافق بدھ مذہب میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حال میں جو ایک مضمون سول ملٹری گزٹ پرچہ تاریخ ۲۳؍ نومبر ۱۸۹۸ء میں چھپا ہے اُس میں ایک محقّق انگریز نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے اور اس بات کو بھی مان لیا ہے کہ بعض جماعتیں یہودیوں کی اس ملک میں آئی تھیں اور اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں اور اُسی پرچہ سول میں لکھا ہے کہ ’’دراصل افغان بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں‘‘ غرض جب کہ بعض بنی اسرائیل بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے تو ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آ کر بدھ مذہب کے ردّ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس مذہب کے پیشواؤں کو ملتے۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح بدھ مذہب میں لکھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس ملک میں بدھ مذہب کا بہت زور تھا اور بید کا مذہب مر چکا تھا اور بدھ مذہب بید کا انکار کرتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ ان تمام امور کو جمع کرنے سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے۔ یہ بات یقینی اور پختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں اُن کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے اور جو مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر میں ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قریباً انیس ۱۹۰۰ سو برس سے ہے۔ یہ اس امر کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔ غالباً اُس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہوں گے جو اب مخفی ہیں۔ ان تمام امور کی مزید تحقیقات کے لئے ہماری جماعت میں سے ایک علمی تفتیش کا قافلہ طیار ہو رہا ہے جس کے پیشرو اخویم مولوی حکیم حاجی حرمین نور الدین صاحب سلّمہٗ ربّہٗ قرار پائے ہیں یہ قافلہ اس کھوج اور تفتیش کے لئے مختلف ملکوں میں پھرے گا اور ان سرگرم دینداروں کا کام ہو گا کہ پالی زبان کی کتابوں کو بھی دیکھیں کیونکہ یہ بھی پتہ لگا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُس نواح میں بھی گُم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں گئے تھے۔ لیکن بہر حال کشمیر جانا اور پھر تبت میں جا کر بدھ مذہب کی پستکوں سے یہ تمام پتہ لگانا اس جماعت کا فرض منصبی ہو گا۔

اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے ان تمام اخراجات کو اپنے ذمہ قبول کیا ہے۔ لیکن اگر یہ سفر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بنارس اور نیپال اور مدراس اور سوات اور کشمیر اور تبّت وغیرہ ممالک تک کیا جائے جہاں جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی بودوباش کا پتہ ملا ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ بڑے اخراجات کا کام ہے اور امید کی جاتی ہے کہ بہرحال اللہ تعالیٰ اس کو انجام دے دے گا۔ ہر ایک دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا ثبوت ہے کہ اس سے یک دفعہ عیسائی مذہب کا تمام تانا بانا ٹوٹتا ہے اور انیس سو برس کا منصوبہ یکدفعہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک ہند اور کشمیر وغیرہ میں آنا ایک واقعی امر ہے۔ اور اس کے بارے میں ایسے زبردست ثبوت مل گئے ہیں کہ اب وہ کسی مخالف کے منصوبہ سے چھپ نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بیہودہ اور غلط عقائد کی اِسی زمانہ تک عمر تھی۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے صلیب کو توڑے گا اور آسمانی حربہ سے دجّال کو قتل کرے گا۔ اس حدیث کے اب یہ معنے کھلے ہیں کہ اُس مسیح کے وقت میں زمین و آسمان کا خدا اپنی طرف سے بعض ایسے امور اور واقعات پیدا کر دے گا جن سے صلیب اور تثلیث اور کفارہ کے عقائد خود بخود نابود ہو جائیں گے مسیح کا آسمان سے نازل ہونا بھی ان ہی معنوں سے ہے کہ اُس وقت آسمان کے خدا کے ارادہ سے کسرِ صلیب کے لئے بدیہی شہادتیں پیدا ہو جائیں گی۔ سو ایسا ہی ہوا۔ یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ صد ہا طبّی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہو جائے گا اس بات کی کس کو خبر تھی کہ بدھ مذہب کی پرانی کتابوں سے یہ ثبوت مل جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلادِ شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر ہندوستان اور کشمیر اور تبّت کی طرف آئے تھے۔ یہ بات کون جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں قبر ہے۔ کیا انسان کی طاقت میں تھا کہ ان تمام باتوں کو اپنے زور سے پیدا کر سکتا۔ اب یہ واقعات اس طرح سے عیسائی مذہب کو مٹاتے ہیں جیسا کہ دن چڑھ جانے سے رات مٹ جاتی ہے۔ اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو وہ صدمہ پہنچتا ہے جو اُس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا تمام بوجھ ایک شہتیر پر تھا۔ شہتیر ٹوٹا اور چھت

گری۔ پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت سے عیسائی مذہب کا خاتمہ ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ انہی قدرتوں سے وہ پہنچایا گیا ہے۔ دیکھو کیسے عمدہ معنے اس آیت کے ثابت ہوئے کہ **مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** ☆ یعنی قتل کرنا اور صلیب سے مسیح کا مارنا سب جھوٹ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو دھوکا لگا ہے اور مسیح خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق صلیب سے بچ کر نکل گیا۔ اور اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندانہ دُعا رد ہوسکتی تھی۔ کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اِس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا۔ کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشا نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچالے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا کیا یہ تمام وہ امور نہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور دُعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دُعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی کب رد ہوسکتی تھی۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو بھلا اب مسیح کو پکارو کہ تمہیں آ کر مل جائے جیسا کہ حواریوں کو ملا تھا۔ غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب سے جان بچائی گئی اور وہ اس ملک ہند میں آئے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے ان ہی ملکوں میں آ گئے تھے جو آخر کار مسلمان ہو گئے اور پھر اسلام کے بعد بموجب وعدہ توریت کے اُن میں کئی بادشاہ بھی ہوئے۔ اور یہ ایک دلیل صدق نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کیونکہ توریت میں وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل نبی موعود کے پیرو ہو کر حکومت اور سلطنت پائیں گے۔ غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے

☆ النساء:158

دلوں میں سرایت کر گیا ہے۔ اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں تیار ہؤا ہے ممکن ہے کہ اُنیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے۔ کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے یہ ایسا امر ہے کہ یکدفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے۔

اے عزیزو! اب عیسائی مذہب کو چھوڑو کہ خدا نے حقیقت کو دکھا دیا۔ اسلام کی روشنی میں آؤ تا نجات پاؤ اور خدائے علیم جانتا ہے کہ یہ تمام نصیحت نیک نیتی سے تحقیق کامل کے بعد کی گئی ہے۔ منہ

(راز حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 154 تا 166 حاشیہ)

ایک نادان مسلمان نے اپنے دل سے ہی یہ بات پیش کی ہے کہ شاید یوز آسف سے زوجہ آصف مراد ہو جو سلیمان کا وزیر تھا۔ مگر اُس جاہل کو یہ خیال نہیں آیا کہ زوجہ آصف نبی نہیں تھی اور اُس کو شہزادہ نہیں کہہ سکتے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ دونوں مذکر نام ہیں۔ مؤنث کے لئے اگر وہ یہ صفات بھی رکھتی ہو نبیّہ اور شہزادی کہا جائے گا۔ نہ نبی اور شہزادہ۔ اس سادہ لوح نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اُنیس سو کی مدت حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے ہی مطابق آتی ہے۔ سلیمان تو حضرت عیسیٰ سے کئی سو برس پہلے تھا۔ ماسوا اِس کے اس نبی کی قبر کو جو سری نگر میں واقع ہے بعض یوز آسف کے نام سے پکارتے ہیں مگر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ ہمارے مخلص مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے جب سری نگر میں اس مزار کی نسبت تفتیش کرنا شروع کیا تو بعض لوگوں نے یوز آسف کا نام سُن کر کہا کہ ہم میں وہ قبر عیسیٰ صاحب کی قبر مشہور ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے یہی گواہی دی جو اب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ خود کشمیر میں جا کر کئی لاکھ انسان سے

دریافت کر لے اب اس کے بعد انکار بے حیائی ہے۔منہ

(رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 161 نوٹ)

صرف یہی بات نہیں کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان اور تبّت میں آنے کا تذکرہ ہے بلکہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کی پُرانی تحریروں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔منہ

(رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 163 حاشیہ)

حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا۔اور کشمیر میں اُس نے انتقال کیا۔اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی چھ ۶۰۰ سو برس پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزرا ہے۔منہ

(رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 164 حاشیہ)

خط مولوی عبداللہ صاحب باشندۂ کشمیر

فائدہ عام کے لئے معہ نقشہء مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس اشتہار میں شائع کیا جاتا ہے

از جانب خاکسار عبداللہ بخدمت حضور مسیح موعود السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت اقدس! اس خاکسار نے حسب الحکم سرینگر میں عین موقعہ پر یعنی روضہ مزار شریف شاہزادہ یوز آسف نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچ کر جہاں تک ممکن تھا بکوشش تحقیقات کی اور معمّر اور سن رسیدہ بزرگوں سے بھی دریافت کیا اور مجاوروں اور گرد و جوار کے لوگوں سے بھی ہر ایک پہلو سے استفسار کرتا رہا۔

جناب من عندالتحقیقات مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ مزار درحقیقت جناب یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے اور مسلمانوں کے محلّہ میں یہ مزار واقع ہے۔کسی ہندو کی وہاں سکونت نہیں اور نہ اُس جگہ ہندوؤں کا کوئی مدفن ہے۔اور معتبر لوگوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قریباً اُنیس سو ۱۹۰۰ برس سے یہ مزار ہے۔اور مسلمان بہت عزّت اور

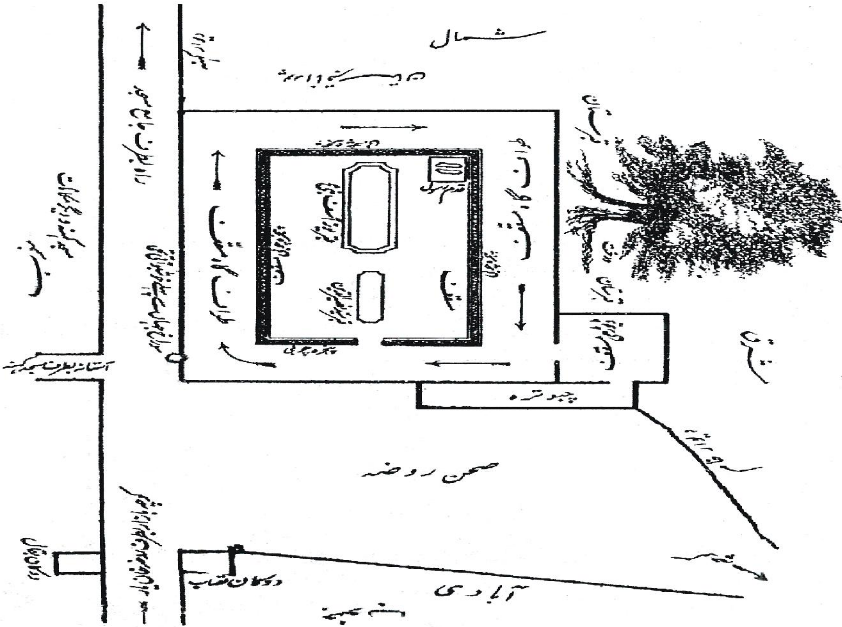
تعظیم کی نظر سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک بزرگ پیغمبر مدفون ہے جو کشمیر میں کسی اور ملک سے لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً چھ سو برس پہلے گذرا ہے۔ یہ اب تک نہیں کھلا کہ اس ملک میں کیوں آیا۔ مگر یہ واقعات بہرحال ثابت ہو چکے ہیں۔ اور تواتر شہادت سے کمال درجہ کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے یہ نبی ہیں اور نیز شہزادہ ہیں۔ اس ملک میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے راجہ یا اوتار یا رِکھی وُمنی وسِدّہ وغیرہ بلکہ بالاتفاق سب نبی کہتے ہیں اور نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں ایک مشترک لفظ ہے۔ اور جبکہ اسلام میں کوئی نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آیا اور نہ آسکتا تھا اس لئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام کے پہلے کا ہے۔ ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو بالضرور یہی متعیّن ہوا کہ وہ اسرائیلی نبی ہے کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کا استعمال نہیں کیا۔ بلاشبہ اس اشتراک کا صرف دو زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے۔ مگر بوجہ ختمِ نبوت اسلامی قوم اس سے باہر نکل گئی۔ لہٰذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی کہ یہ نبی اسرائیلی نبی ہے۔ پھر اس کے بعد تواتر تاریخی سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس طرف لے آتا ہے کہ یہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں کوئی دوسرا نہیں کیونکہ وہی اسرائیلی نبی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں۔ پھر بعد اس کے اس متواتر خبر پر غور کرنے سے کہ وہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے یہ ثبوت نورٌ علٰی نور ہو جاتا ہے کیونکہ اس مدت میں بجز حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے کبھی مشہور نہیں ہوا۔ پھر یوز آسف کا نام جو یسوع کے لفظ سے بہت ملتا ہے ان تمام یقینی باتوں کو اَور

بھی قوت بخشتا ہے۔ پھر موقعہ پر پہنچنے سے ایک اور دلیل معلوم ہوئی ہے کہ جیسا کہ نقشۂ مسلکہ میں ظاہر ہے اس نبی کی مزار جنوباً وشمالاً واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی طرف سر ہے اور جنوب کی طرف پَیر ہیں اور یہ طرزِ دفن مسلمانوں اور اہلِ کتاب سے خاص ہے اور ایک اَور تائیدی ثبوت ہے کہ اس مقبرہ کے ساتھ ہی کچھ تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑ کوہ سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے کہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا۔ یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے کہ اس شہزادہ نبی کو ہندو قرار دیا جائے۔ اور یہ ایسی غلطی ہے کہ ان روشن ثبوتوں کے سامنے رکھ کر اس کے ردّ کی بھی حاجت نہیں۔ سنسکرت میں کہیں نبی کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ لفظ عبرانی اور عربی سے خاص ہے اور دفن کرنا ہندوؤں کا طریق نہیں۔ اور ہندو لوگ تو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں لہٰذا قبر کی صورت بھی قطعی یقین دلاتی ہے کہ یہ نبی اسرائیلی ہے قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سوراخ سے نہایت عمدہ خوشبو آتی رہی ہے۔ یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے، اور قبر کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس سے یقین کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے مقصود کے لئے یہ سوراخ رکھی گئی ہے غالباً کتبہ کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہوں گی۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر یہ خیال قابلِ اعتبار معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں چونکہ قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سوراخ میں کوئی عظیم الشان بھید ہے، اور صدہا سال سے برابر یہ سوراخ چلے آنا یہ اور بھی عجیب بات ہے۔ اِس شہر کے شیعہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے جو کسی ملک سے بطور سیاحت آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے موسوم تھا۔ شیعوں نے مجھے ایک کتاب بھی دکھلائی جس کا نام عین الحیات ہے۔ اس کتاب میں بہت سا قصہ بصفحہ ۱۱۹ ابن بابویہ اور کتاب کمال الدین اور اتمام النعمت کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن وہ تمام بیہودہ اور لغو قصّے ہیں۔ صرف اس کتاب میں اس قدر سچ بات ہے کہ صاحبِ کتاب قبول کرتا ہے کہ یہ نبی سیاح تھا اور شہزادہ تھا جو کشمیر میں آیا تھا۔ اور اس شہزادہ نبی کے مزار کا پتہ یہ ہے کہ جب جامع مسجد سے روضہ بل یمین کے کوچہ میں آویں تو یہ مزار شریف آگے ملے گی۔ اس مقبرہ کے بائیں طرف کی دیوار کے

پیچھے ایک کوچہ ہے اور داہنی طرف ایک پرانی مسجد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تبرک کے طور پر کسی پُرانے زمانہ میں اس مزار شریف کے قریب مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کے مکانات ہیں۔ کسی دوسری قوم کا نام ونشان نہیں اور اس نبی اللہ کی قبر کے نزدیک داہنے گوشہ میں ایک پتھر رکھا ہے جس پر انسان کے پاؤں کا نقش ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ قدم رسول کا ہے۔ غالباً اس شہزادہ نبی کا یہ قدم بطور نشان کے باقی ہے۔ دو باتیں اس قبر پر بعض مخفی اسرار کی گویا حقیقت نما ہیں۔ ایک وہ سوراخ جو قبر کے نزدیک ہے دوسرے یہ قدم جو پتھر پر کندہ ہے۔ باقی تمام صورت مزار کی نقشہ منسلکہ میں دکھائی گئی ہے۔ فقط

(رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 167 تا 170)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ اُن کا مزار ہے اور بموجب شہادت کشمیر کے معمّر لوگوں کے عرصہ انیس سو برس کے قریب سے یہ مزار سری نگر محلّہ خان یار میں ہے۔



(رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 171)

وہ نبی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یسوع کے لفظ کی صورت بگڑ کر یوز آسف بننا نہایت قرینِ قیاس ہے کیونکہ جب کہ یسوع کے لفظ کو انگریزی میں بھی جیزس بنا لیا ہے تو یوز آسف میں جیزس سے کچھ زیادہ تغیّر نہیں ہے۔ یہ لفظ سنسکرت سے ہرگز مناسبت نہیں رکھتا۔ صریح عبرانی معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں کیوں تشریف لائے اس کا سبب ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جبکہ ملک شام کے یہودیوں نے آپ کی تبلیغ کو قبول نہ کیا اور آپ کو صلیب پر قتل کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق اور نیز دعا کو قبول کر کے حضرت مسیح کو صلیب سے نجات دے دی۔ اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے حضرت مسیح کے دل میں تھا کہ اُن یہودیوں کو بھی خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں کہ جو بخت النصر کی غارت گری کے زمانہ میں ہندوستان کے ملکوں میں آ گئے تھے۔ سو اسی غرض کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔

ڈاکٹر برنیر صاحب فرانسیسی اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ کئی انگریز محققوں نے اِس رائے کو بڑے زور کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ کشمیر کے مسلمان باشندے دراصل اسرائیلی ہیں جو تفرقہ کے وقتوں میں اس ملک میں آئے تھے۔ اور اُن کے کتابی چہرے اور لمبے کُرتے اور بعض رسوم اس بات کے گواہ ہیں۔ پس نہایت قرین قیاس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر اس ملک میں تبلیغ قوم کے لئے آئے ہوں گے۔ حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جس کو لندن سے مَیں نے منگوایا ہے وہ بھی اِس رائے میں ہم سے متفق ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور جو بعض مصنفوں نے واقعات یوز آسف نبی کے لکھے ہیں جن کے یورپ کے ملکوں میں بھی ترجمے پھیل گئے ہیں ان کو پادری لوگ بھی پڑھ کر سخت حیران ہیں کیونکہ وہ تعلیمیں انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی ہیں بلکہ اکثر عبارتوں میں توارد معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی تبّتی انجیل کا انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت توارد ہے۔ پس یہ ثبوت ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص معاندانہ تحکم سے یکدفعہ ان کو ردّ کر سکے بلکہ ان میں سچائی کی روشنی نہایت صاف پائی جاتی

ہے اوراس قدر قرائن ہیں کہ یکجائی طور پر ان کو دیکھنا اس نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ یہ بے بنیاد قصّہ نہیں ہے، یوز آسف کا نام عبرانی سے مشابہ ہونا اور یوز آسف کا نام نبی مشہور ہونا جو ایسا لفظ ہے کہ صرف اسرائیلی اور اسلامی انبیاء پر بولا گیا ہے اور پھر اُس نبی کے ساتھ شہزادہ کا لفظ ہونا اور پھر اس نبی کی صفات حضرت مسیح علیہ السلام سے بالکل مطابق ہونا اور اس کی تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بالکل ہمرنگ ہونا اور پھر مسلمانوں کے محلّہ میں اس کا مدفون ہونا اور پھر انیس سو سال تک اس کے مزار کی مدّت بیان کیے جانا اور پھر اس زمانہ میں ایک انگریز کے ذریعہ سے تبّتی انجیل برآمد ہونا اور اس انجیل سے صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت ہونا یہ تمام ایسے امور ہیں کہ ان کو یکجائی طور پر دیکھنے سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور اسی جگہ فوت ہوئے اور اس کے سوا اَور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ ہم انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں لکھیں گے۔ من المشتھر

(رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 167 تا 170 حاشیہ)

نبی کا لفظ صرف دو زبانوں سے مخصوص ہے اور دنیا کی کسی اور زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا یعنی ایک تو عبرانی میں یہ لفظ نبی آتا ہے اور دوسری عربی میں۔ اس کے سوا تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ لہٰذا یہ لفظ جو یوز آسف پر بولا گیا کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص یا اسرائیلی نبی ہے یا اسلامی نبی مگر ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آ سکتا لہٰذا متعیّن ہوا کہ یہ اسرائیلی نبی ہے۔ اب جو مدت بتلائی گئی ہے اُس پر غور کر کے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہی شہزادہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ منہ

(رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 168 نوٹ)

یہ ضرور نہیں کہ سلیمان سے مراد سلیمان پیغمبر ہوں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسرائیلی امیر ہوگا جس کے نام سے یہ پہاڑ مشہور ہو گیا۔ اس امیر کا نام سلیمان ہوگا۔ یہ یہودیوں کی اب تک عادت ہے کہ نبیوں کے نام پر اب تک نام رکھ لیتے ہیں۔ بہرحال اس نام سے

بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہود کے فرقہ کی کشمیر میں گذر ہوئی ہے جن کے لئے حضرت عیسیٰ کا کشمیر میں آنا ضروری تھا۔منہ

(رازِ حقیقت ۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 169 نوٹ)

خاتمہ کتاب

خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے مخالفوں کو ذلیل کرنے کے لئے اور اس راقم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ جو سرینگر میں محلّہ خان یار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے، وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ مرہم عیسیٰ جس پر طب کی ہزار کتاب بلکہ اس سے زیادہ گواہی دے رہی ہے اس بات کا پہلا ثبوت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے صلیب سے نجات پائی تھی وہ ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔اس مرہم کی تفصیل میں کھلی کھلی عبارتوں میں طبیبوں نے لکھا ہے کہ ”یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ہر قسم کے زخم کے لئے بنائی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار ہوئی تھی یعنی اُن زخموں کے لئے جو آپ کے ہاتھوں اور پَیروں پر تھے۔“ اس مرہم کے ثبوت میں میرے پاس بعض وہ طبّی کتابیں بھی ہیں جو قریباً سات سو برس کی قلمی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ طبیب صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ عیسائی، یہودی اور مجوسی بھی ہیں جن کی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ قیصر روم کے کتب خانہ میں بھی رومی زبان میں ایک قرابادین تھی اور واقعہ صلیب سے دوسو برس گذرنے سے پہلے ہی اکثر کتابیں دنیا میں شائع ہو چکی تھیں۔ پس بنیاد اس مسئلہ کی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اوّل خود انجیلوں سے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پھر مرہم عیسیٰ نے علمی تحقیقات کے رنگ میں اس ثبوت کو دکھلایا۔ پھر بعد اس کے وہ انجیل جو حال میں تبّت سے دستیاب ہوئی اُس نے صاف گواہی دی کہ حضرت عیسیٰؑ ضرور ہندوستان کے ملک میں آئے ہیں۔اس کے بعد اور بہت سی کتابوں سے اس واقعہ کا پتہ لگا۔ اور تاریخ کشمیر اعظمی

جو قریباً دوسو برس کی تصنیف ہے، اس کے صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے کہ ’’سیّد نصیر الدین کے مزار کے پاس جو دوسری قبر ہے عام خیال ہے کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے۔‘‘ اور پھر یہی مؤرّخ اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ ’’ایک شہزادہ کشمیر میں کسی اور ملک سے آیا تھا اور زہد اور تقویٰ اور ریاضت اور عبادت میں وہ کامل درجہ پر تھا وہی خدا کی طرف سے نبی ہوا اور کشمیر میں آ کر کشمیریوں کی دعوت میں مشغول ہوا جس کا نام یوز آسف ہے اور اکثر صاحب کشف خصوصاً ملاّ عنایت اللہ جو راقم کا مرشد ہے۔ فرما گئے ہیں کہ اس قبر سے برکاتِ نبوت ظاہر ہو رہے ہیں۔‘‘ یہ عبارت تاریخ اعظمی کی فارسی میں ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ اور محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین ستمبر ۱۸۹۶ء اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں بہ تقریب ریویو کتاب شہزادہ یوز آسف جو مرزا صفدر علی صاحب، سرجن فوج سرکار نظام نے لکھی ہے تحریر کیا ہے کہ ’’یوز آسف کے مشہور قصہ میں جو ایشیا اور یورپ میں شہرہ آفاق ہو چکا ہے، پادریوں نے کچھ رنگ آمیزی کر دی ہے، یعنی یوز آسف کے سوانح میں جو حضرت مسیح کی تعلیم اور اخلاق سے بہت مشابہ ہے شاید یہ تحریریں پادریوں نے اپنی طرف سے زیادہ کر دی ہیں۔‘‘ لیکن یہ خیال سراسر سادہ لوحی کی بنا پر ہے بلکہ پادریوں کو اُسوقت یوز آسف کے سوانح ملے ہیں جبکہ اس سے پہلے تمام ہندوستان اور کشمیر میں مشہور ہو چکے تھے اور اس ملک کی پُرانی کتابوں میں اُن کا ذکر ہے اور اب تک وہ کتابیں موجود ہیں پھر پادریوں کو تحریف کے لئے کیا گنجائش تھی۔ ہاں پادریوں کا یہ خیال کہ شاید حضرت مسیح کے حواری اس ملک میں آئے ہوں گے اور یہ تحریریں یوز آسف کے سوانح میں اُن کی ہیں یہ سراسر غلط خیال ہے بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یوز آسف حضرت یسوع کا نام ہے جس میں زبان کے پھیر کی وجہ سے کسی قدر تغیر ہو گیا ہے۔ اب بھی بعض کشمیری بجائے یوز آسف کے عیسیٰ صاحب ہی کہتے ہیں۔ جیسا کہ لکھا گیا۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی

(رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 172 خاتمہ کتاب)

کشف الغطاء (1998ء)

خدا تعالیٰ نے یہ نہایت فضل کیا ہے کہ ان لوگوں کے ان باطل خیالات کے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کا آسمان سے اترنا خلاف واقعہ ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ خدا کے فضل سے میری کوششوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اب تمام انسانوں کو بڑے بڑے دلائل اور کھلے کھلے واقعات کی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اور ان دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے جو تمام رات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھیں صلیب سے اور صلیبی لعنت سے بچائے گئے اور ہندوستان میں آئے اور بدھ مذہب کے لوگوں سے بحثیں کیں آخر کشمیر میں وفات پائی اور محلّہ خان یار میں آپ کا مزار مقدس ہے جو شہزادہ نبی کے مزار کے نام پر مشہور ہے۔ پھر جب کہ آسمان سے آنے والا ثابت نہ ہو سکا بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہوا تو اس مہدی کا وجود بھی جھوٹ ثابت ہو گیا جس نے ایسے مسیح کے ساتھ مل کر خونریزیاں کرنا تھا۔ کیونکہ بموجب قاعدہ تحقیق اور منطق کے دو لازمی چیزوں میں سے ایک چیز کے باطل ہونے سے دوسری چیز کا بھی باطل ہونا لازم آیا۔ لہٰذا ماننا پڑا کہ یہ سب خیالات باطل اور بے بنیاد اور لغو ہیں اور چونکہ توریت کے رو سے مصلوب لعنتی ہو جاتا ہے اور لعنت کا لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ملعون خدا سے درحقیقت دور جا پڑے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے تو پھر نعوذ باللہ خدا کا ایسا پیارا۔ ایسا برگزیدہ۔ ایسا مقدس نبی جو مسیح ہے اس کی نسبت ایسی بے ادبی کوئی سچی تعظیم کرنے والا ہرگز نہیں کرے گا اور پھر واقعات نے اور بھی اس پہلو کو ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس ملک سے کفار کے ہاتھ سے نجات پا کر پوشیدہ طور پر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ لہٰذا ان نادان مولویوں کے یہ سب قصے باطل ہیں اور یہ سب خطرناک امیدیں لغو ہیں اور ان کا نتیجہ بھی بجز مفسدانہ

خیالات کے اور کچھ نہیں ۔ اگر میرے مقابل پر ان لوگوں کے اعتقادات کا عدالت میں اظہار لیا جائے تو معلوم ہو کہ کیسے یہ لوگ خطرناک اعتقادات میں مبتلا ہیں کہ نہ صرف راستی سے دور بلکہ امن اور سلامت روشی سے بھی دور ہیں ۔

اور میں اخیر پر اس رسالہ کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر چہ عیسائی عقیدوں کے لحاظ سے حضرت مسیح کا دوبارہ آنا پولیٹیکل مصالح سے کچھ تعلق نہیں رکھتا مگر جس طور سے حال کے اسلامی مولویوں نے حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا اور مہدی کے ساتھ اتفاق کر کے جہادی لڑائی کرنا غلط طور پر اپنے اعتقاد میں داخل کر لیا ہے یہ عقیدہ نہ صرف جھوٹ ہے بلکہ خطرناک بھی ہے اور جو کچھ حال میں حضرت عیسیٰ کے ہندوستان میں آنے اور کشمیر میں وفات پانے کا مجھے ثبوت ملا ہے وہ ان خطرناک خیالات کو دانشمند دلوں سے بکلی مٹا دیتا ہے۔ اور میری یہ تحقیق عارضی اور سرسری نہیں بلکہ نہایت مکمل ہے۔ چنانچہ ابتدا اس تحقیق کا اُس مرہم سے ہے جو مرہم عیسیٰ کہلاتی ہے اور مرہم حواریین بھی اس کو کہتے ہیں اور طب کی ہزار کتاب سے زیادہ میں اس کا ذکر ہے اور مجوسی اور یہودی اور عیسائی اور مسلمان طبیبوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ میں نے بہت سا حصہ اپنی عمر کا فنِ طبابت کے پڑھنے میں بسر کیا ہے اور ایک بڑا ذخیرہ کتابوں کا بھی مجھ کو ملا ہے اس لئے چشم دید طور پر یہ دلیل مجھ کو ملی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فضل سے اور اپنی دردمندانہ دعاؤں کی برکت سے صلیب سے نجات پا کر اور پھر عالمِ اسباب کی وجہ سے مرہم حواریین کو استعمال کر کے اور صلیبی زخموں سے شفا پا کر ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے کچھ غشی کی صورت ہو گئی تھی جس سے خدا کی مصلحت سے تین دن ایسی قبر میں بھی رہے جو گھر کے دار تھی اور چونکہ یونس کی طرح زندہ تھے آخر اس سے باہر آ گئے۔ اور پھر دوسرا ماخذ اس تحقیق کا مختلف قوموں کی وہ تاریخی کتابیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان اور تبت اور کشمیر میں آئے تھے اور حال میں جو ایک روسی سیّاح نے بدھ مذہب کی کتابوں کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت کیا ہے وہ کتاب میں نے دیکھی ہے اور میرے پاس ہے وہ کتاب بھی اس رائے کی مؤیّد ہے۔

اور پھر سب سے اخیر شاہزادہ نبی کی قبر جو سری نگر محلّہ خان یار میں ہے جس کو عوام شہزادہ یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب نبی کی قبر کہتے ہیں اس مطلب کی مؤیّد ہے اور اس قبر میں ایک کھڑکی بھی ہے جو برخلاف دنیا کی تمام قبروں کے اب تک موجود ہے۔ کشمیر کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس قبر کے ساتھ کوئی خزانہ بھی مدفون ہے اس لئے کھڑکی ہے میں کہتا ہوں شاید کچھ جواہرات ہوں مگر میری دانست میں یہ کھڑکی اس لئے رکھی ہے کہ کوئی عظیم الشان کتبہ اس قبر کے اندر ہے یہ اسی طرح کا واقعہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ انہی دنوں میں ضلع پیرا کوئی میں جو ممالک شمال مغرب کے ضلع سرحد نیپال میں ایک گاؤں ہے ایک ٹیلہ کے اندر سے ایک بھاری صندوق نکلا ہے جس میں جواہرات اور زیور اور کچھ ہڈی اور راکھ تھی اور صندوق پر یہ کندہ تھا کہ گوتم بدھ ساکی منی کے پھول ہیں۔ اور نبی کا لفظ جو اس صاحب قبر کی نسبت کشمیر کے ہزارہا لوگوں کی زبان پر جاری ہے یہ بھی ہمارے مدعا کے لئے ایک دلیل ہے کیونکہ نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا اس لئے متعین ہوا کہ یہ عبرانی نبیوں میں سے ایک نبی ہے اور پھر شاہزادہ کے لفظ پر غور کر کے اور بھی ہم اصل حقیقت سے نزدیک آجاتے ہیں۔ اور پھر کشمیر کے تمام باشندوں کا اس بات پر اتفاق دیکھ کر کہ یہ نبی جس کی کشمیر میں قبر ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے۔ صاف طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو متعین کر رہا ہے اور صفائی سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہی وہ پاک اور معصوم نبی اور خدا تعالیٰ کے جلال کے تخت سے ابدی شہزادہ ہے جس کو نالائق اور بدقسمت یہودیوں نے صلیب کے ذریعہ سے مارنا چاہا تھا۔ غرض یہ ایسا ثبوت ہے کہ اگر اس کے تمام دلائل یکجائی نظر سے دیکھے جائیں تو ہماری قوم کے غلط کار مولویوں کے خیالات اس سے پاش پاش ہو جاتے ہیں اور امن اور صلح کاری کی مبارک عمارت اپنی چمک دکھلاتی ہے جس سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ کوئی آسمان پر گیا اور نہ وہ لڑنے کے لئے مہدی کے ساتھ شامل ہو کر شورِ قیامت ڈالے گا بلکہ وہ کشمیر میں اپنے خدا کی رحمت کی گود میں سو گیا۔

(کشف الغطاء۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 208 تا 213)

یہ امر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور انہوں نے خود یونس نبی کے مچھلی کے قصہ کو اپنے قصہ سے جو تین دن قبر میں رہنا تھا مشابہت دے کر ہر ایک دانا کو یہ سمجھا دیا ہے کہ وہ یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے اور جب تک قبر میں رہے زندہ رہے۔ ورنہ مردوں کو زندوں سے کیا مشابہت ہو سکتی ہے اور ضرور ہے کہ نبی کی مثال بے ہودہ اور بے معنی نہ ہو انجیل میں ایک دوسری جگہ بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہے جہاں لکھا ہے کہ زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو۔ بعض حواریوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے تھے ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کا قبر سے نکلنا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلانا اور یونس نبی سے اپنی مشابہت فرمانا یہ سب باتیں اس خیال کو ردّ کرتی ہیں اور اس کے مخالف ہیں۔

پھر حواریوں میں اس مقام میں اختلاف بھی ہے چنانچہ برنباس کی انجیل میں جس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا گیا ہے اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برنباس بھی ایک بزرگ حواری تھا اور آپ کا آسمان پر جانا ایک روحانی امر ہے۔ آسمان پر وہی چیز جاتی ہے جو آسمان سے آتی ہے اور جو زمین کا ہے وہ زمین میں جاتا ہے۔ توریت اور قرآن نے بھی یہی گواہی دی ہے اور جب کہ یہودی صلیبی کارروائی کی وجہ سے حضرت مسیح کے روحانی رفع سے منکر تھے اس لئے ان کو جتایا گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر گئے یعنی خدا تعالیٰ نے نجات دے کر لعنت سے جو نتیجہ صلیب تھا ان کو بَری کر لیا اور ان چند حواریوں کی گواہی کیونکر لائق قبول ہو سکتی ہے جو واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہ رہے اور جن کے پاس شہادت رویت نہیں ہے۔ منہ

(کشف الغطاء۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 210 تا 211 حاشیہ)

ایک اور دلیل ہمارے اس دعویٰ پر یہ ہے کہ جس قدر حال تک کتابیں یوز آسف کی سوانح اور تعلیم کے متعلق ہم کو ملی ہیں جس کی قبر سرینگر میں ہے وہ تمام تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بشدت مشابہت رکھتی ہے بلکہ بعض فقرات تو بعینہٖ انجیل کے فقرات ہیں۔ منہ

(کشف الغطاء۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 212 حاشیہ)

ایّام الصلح (جنوری 1899ء)

اِس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات کی بحث میں حق میری طرف ہے۔ پھر اس ثبوت کے ساتھ اور بہت سے دلائل ہیں کہ اس مسئلہ موتِ مسیح کو حق الیقین تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سوبیس [۱۲۰] برس کی عمر پائی۔اور حضرت [۲] ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[۱] اوراللہ جل شانہ کا قرآن شریف میں فرمانا فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ [۲] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کرّہ زمین کے سوا دوسری جگہ نہ زندگی بسر کرسکتا ہے اور نہ مرسکتا ہے اور حضرت [۴] عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح یعنی نبی سیّاح ہونا بھی اُن کی موت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سیاحت زمین تقاضا کرتی ہے کہ وہ صلیب سے نجات پا کر زمین پر ہی رہے ہوں۔ ورنہ بجز اس زمانہ کے جو صلیب سے نجات پا کر ملکوں کا سیر کیا ہو اور کوئی زمانۂ سیاحت ثابت نہیں ہوسکتا صلیب کے زمانہ تک نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھے۔ یہ زمانہ تبلیغ کے لئے بھی تھوڑا تھا چہ جائیکہ اس میں تمام ملک کی سیاحت کرتے۔ایسا ہی مرہم [۵] عیسیٰ جو قریباً طبّ کی ہزار کتاب میں لکھی ہے ثابت کرتی ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ اپنے زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج کراتے رہے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی نکلا کہ زمین پر ہی رہے اور زمین پر ہی فوت ہوئے۔

(ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 272 تا 273)

ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ نے یہودیوں کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور نہ صرف نجات بلکہ ایمان لانے کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی قوم کو سلطنت اور بادشاہی بھی مل گئی۔اِسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں آئے کہ جب یہودی لوگ سخت ذلّت میں پڑے ہوئے تھے۔اور آپ نے جیسا کہ دوسرے ایمان لانے والوں پر آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا اور کفار کے ظلم

---

۱ آل عمران:145 ۲ الاعراف:26

اور تعدّی سے چھڑایا اور آخر خلافت اور بادشاہت اور حکومت تک پہنچایا۔ ایسا ہی یہودیوں پر بھی آپ نے آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا اور پھر حکومت اور امارت تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ چند صدیوں کے بعد ہی وہ رُوئے زمین کے بادشاہ ہوگئے کیونکہ یہ قوم افغان جن کی اب تک افغانستان میں بادشاہت پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ دراصل یہودی ہی ہیں۔ اور برنیر صاحب اپنی کتاب وقائع عالمگیر میں یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ تمام کشمیری بھی دراصل یہودی ہیں اور اُن میں بھی ایک بادشاہ گذرا ہے اور افغانوں کی بادشاہت مسلسل کئی صدیوں سے چلی آتی ہے۔ اب جبکہ یہودیوں کی کُتب مقدسہ میں نہایت صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ کی مانند ایک منجی ان کے لئے بھیجا جائے گا یعنی وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب قوم یہود فرعون کے زمانہ کی طرح سخت ذلّت اور دُکھ میں ہوگی۔ اور پھر اُس منجی پر ایمان لانے سے وہ تمام دُکھوں اور ذلتوں سے رہائی پائیں گے تو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی جس کی طرف یہود کی ہر زمانہ میں آنکھیں لگی رہی ہیں وہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ذریعہ سے توریت کی پیشگوئی کمال وضاحت سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ جب یہودی ایمان لائے تو اُن میں سے بڑے بڑے بادشاہ ہوئے یہ اس بات پر دلیل واضح ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام لانے سے اُن کا گناہ بخشا اور اُن پر رحم کیا جیسا کہ توریت میں وعدہ تھا۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 297 تا 303)

اِس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ تمام افغان یوسف زئی۔ داؤد زئی۔ لودی۔ سروانی۔ اورک زئی۔ سدّوزئی۔ بارک زئی وغیرہ دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ اور ان کا مورث اعلیٰ قیس ہے۔ اور چونکہ یہ بھی ایک مشہور واقعہ افغانوں میں ہے کہ والدہ کی طرف سے ان کے سِلسلہ کی ابتدا سارہ بنت خالد ابن ولید سے ہے۔ یعنی قیس اُن کے مورث نے سارہ سے شادی کی تھی اس لئے اور اِن معنوں سے وہ خالد کی آل بھی ٹھہرے۔ لیکن بہرحال یہ متفق علیہ افغانوں میں تاریخی امر ہے کہ قیس مورث اعلیٰ اُن کا بنی اسرائیل میں سے تھا۔ یہ بات یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں یعنی تینوں فرقوں نے بالاتفاق تسلیم کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً سات سو برس پہلے بخت نصر بابلی نے بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے

بابل میں پہنچا دیا تھا اور اس حادثہ کے بعد بنی اسرائیل کی بارہ قوموں میں سے صرف دو قومیں یہودا اور بن یامین کی اپنے ملک میں واپس آئیں اور دس قومیں اُن کی مشرق میں رہیں اور چونکہ اب تک یہود پتہ نہیں بتلا سکے کہ وہ قومیں کہاں ہیں اور نہ انہوں نے اُن سے خط وکتابت اور رشتہ کا تعلق رکھا۔ اس لئے اس واقعہ سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ انجام کار وہ قومیں مسلمان ہوگئی ہوں گی۔ پھر جب ہم اس قصہ کو اسی جگہ چھوڑ کر افغانوں کے سوانح پر نظر کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادوں سے قدیم سے یہ سُنتے آئے ہیں کہ دراصل وہ اسرائیلی ہیں جیسا کہ کتاب ’’مخزنِ افغانی‘‘ میں مفصّل لکھا ہے تو اس امر میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں رہتا کہ یہ لوگ انہی دس قوموں میں سے ہیں جو مشرق میں ناپیدا نشان بتلائی جاتی ہیں اور ان ہی اسرائیلیوں میں سے کشمیری بھی ہیں جو اپنی شکل اور پیرایہ میں افغانوں سے بہت کچھ ملتے ہیں۔ اور تاریخ برنیر میں کئی اور انگریزوں کے حوالہ سے ان کی نسبت بھی یہ ثبوت دیا ہے کہ وہ اسرائیلی الاصل ہیں۔ اور ایسے امر کے بحث کے وقت جس کو ایک قوم پشت بہ پشت اپنے خاندان اور نسب کی نسبت تسلیم کرتی چلی آئی ہو یہ بالکل نامناسب ہے کہ ہم چند بیہودہ قیاسوں کو ہاتھ میں لے کر اُن کی مسلّمات کو ردّ کردیں۔ اگر ایسا کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کوئی قوم بھی اپنی صحتِ قومیّت کو ثابت نہیں کرسکتی۔ ہمیں اس بات کو اوّل درجہ کی دلیل قرار دینا چاہیئے کہ ایک قوم باوجود ہزاروں اور لاکھوں اپنے افراد کے پھر ایک بات پر متفق ہو پھر جبکہ کل افغان ہندوستان اور کابل اور قندھار وغیرہ سرحدی زمینوں کے اپنے تئیں اسرائیلی ظاہر کرتے ہیں تو سخت بیوقوفی ہوگی کہ خواہ نخواہ ان کی مسلّمات قدیمہ سے انکار کیا جائے۔ قوموں کی جانچ پڑتال میں یہی کافی ثبوت اور اطمینان کے لئے وضع استقامت ہے کہ جو کسی قوم میں ان کے خاندان اور قومیت کی نسبت مشہور واقعات ہوں اُن کو مان لیا جائے اور ایسے امور میں اس سے زیادہ ثبوت ممکن ہی نہیں کہ ایک قوم باوجود اپنی کثرت برادری اور کثرت انتشار نطفہ کے ایک قول پر متفق ہو اور اگر یہ ثبوت قابلِ اعتبار نہ ہو تو پھر اس زمانہ میں مسلمانوں کی جس قدر قومیں ہیں مثلاً سیّد اور قریشی اور مغل وغیرہ یہ سب بے ثبوت اور صرف زبانی دعویٰ ٹھہریں گی۔ لیکن یہ

ہماری سخت غلطی ہوگی کہ ہم ان اخبارِ مشہورہ متواترہ کو نظر انداز کریں جو ہر ایک قوم اپنی صحتِ قومیت کے بارے میں بطور تاریخی امر کے اپنے پاس رکھتی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے خاندان کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ مبالغات کردے مگر ہمیں نہیں چاہئیے کہ مبالغات کو دیکھ کر یا کئی فضول اور بے ربط باتیں پا کر اصل امر کو بھی ردّ کردیں۔ بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ وہ زوائد جو درحقیقت فضول معلوم ہوں چھوڑ دیئے جائیں اور نفس امر کو جس پر قوم کا اتفاق ہے لیا جائے۔ پس اس طریق سے ہر ایک محقق کو ماننا پڑے گا کہ قوم افغان ضرور بنی اسرائیل ہے۔ ہر ایک کو خود اپنے نفس کو اور اپنی قوم کو زیر بحث رکھ کر سوچنا چاہئیے کہ اگر وہ قوم جس میں وہ اپنے تئیں داخل سمجھتا ہے کوئی دوسرا شخص محض چند قیاسی باتیں مدّنظر رکھ کر اس قوم سے اس کو خارج کردے اور تسلیم نہ کرے کہ وہ اس قوم میں سے ہے اور اس کے ان ثبوتوں کو جو پشت بہ پشت کے بیانات سے معلوم ہوئے ہیں نظر انداز کرے اور مجمع عظیم کے اتفاق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھے تو ایسا آدمی کیسا فتنہ انگیز معلوم ہوتا ہے۔ پس بقول شخصے کہ ''ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے نہ پسند'' یہ بھی نامناسب ہے کہ دوسروں کی قسم قومیت پر جو ایک بڑی قومی اتفاق سے مانی گئی ہے ناحق کا جرح کیا جائے۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے اور ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم ایک قوم کے مسلّمات اور متفق علیہ امر کو یوں ہی زبان سے ردّ کردیں۔ جب ایک امر منقولی اتفاق سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو اس کے بعد قیاس کی گنجائش نہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ بہت سی باتیں فضولی اور شیخی کے طور پر بعض قوموں کے لوگ اپنی قومیّت کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن محقق لوگ فضول باتوں کی وجہ سے اصل واقعات کو ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا کَدَرْ پر عمل کر لیتے ہیں مثلاً گوتم بدھ کے سوانح میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ وہ منہ کی راہ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن جب ہم گوتم کے سوانح لکھنا چاہیں تو ہمیں نہیں چاہئیے کہ منہ کی راہ کی پیدائش پر نظر ڈال کر بدھ کے اصل وجود سے ہی انکار کردیں۔ تاریخ نویسی کا امر بڑا نازک امر ہے۔ اس میں وہ شخص جادۂ استقامت پر رہتا ہے کہ جو افراط اور تفریط دونوں سے پرہیز کرے۔ یہ اعتراض بھی ٹھیک نہیں کہ ''اگر افغان لوگ عبرانی الاصل تھے تو ان

کے ناموں میں کیوں عبرانی الفاظ نہیں اور ان کا شجرہ پیش کردہ توریت کے بعض مقامات سے کیوں اختلاف رکھتا ہے۔'' یہ سب قیاسی باتیں ہیں جو قومی تاریخ اور تواتر کو مٹا نہیں سکتیں۔ دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اس شجرہ کو صحیح نہیں قرار دیا جو وہ لوگ حضرت اسمٰعیل تک پہنچایا کرتے تھے اور بجز چند پشت کے باقی کذب کا ذبین قرار دیا ہے ☆ ۔مگر اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ قریش بنی اسمٰعیل نہیں ہیں۔ پھر جب کہ قریش جو علم انساب میں بڑے حریص تھے تفصیل وار سلسلہ یاد نہ رکھ سکے تو یہ قوم افغان جن میں اکثر غفلت میں زندگی بسر کرنے والے گذرے ہیں اگر انہوں نے اپنے سلسلہ کی تفاصیل بیان کرنے میں غلطی کی یا کچھ جھوٹ ملایا تو اصل مقصود میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ اور اب توریت بھی کونسی ایسی محفوظ ہے جو نصِ قطعی کا حکم رکھتی ہو۔ ابھی ہم نے معلوم کیا ہے کہ یہود کے نسخوں اور عیسائیوں کے نسخوں میں بہت فرق ہے۔ غرض یہ نکتہ چینی خوب نہیں ہے اور یہ بات بھی صحیح نہیں کہ افغانوں کے نام عبرانی طرز پر نہیں۔ بھلا بتاؤ کہ یوسف زئی، داؤد زئی اور سلیمان زئی یہ عبرانیوں کے نام ہیں یا کچھ اَور ہے۔ ہاں جب یہ لوگ دوسرے ملکوں میں آئے تو ان ملکوں کا رنگ بھی ان کی بول چال میں آ گیا۔ دیکھو سادات کے نام بھی ہمارے ملک میں چنن شاہ اور گھمن شاہ اور نھو شاہ اور متو شاہ وغیرہ پائے جاتے ہیں تو اب کیا اُن کو سیّد نہیں کہو گے؟ کیا یہ عربی نام ہیں؟ غرض یہ بیہودہ نکتہ چینیاں اور نہایت قابل شرم خیالات ہیں۔ ہم قوم کی متواترات سے کیوں انکار کریں۔ اس سے عمدہ تر اور صاف تر ذریعہ حقیقت شناسی کا ہمارے ہاتھ میں کون سا ہے؟ کہ خود قوم جس کی اصلیت ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں ایک امر پر اتفاق رکھتی ہے۔

ماسوا اس کے دوسرے قرائن بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ حقیقت میں یہ لوگ اسرائیلی ہیں۔ مثلاً کوہ سلیمان جو اوّل افغانوں کا مسکن تھا خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اِس پہاڑ کا یہ نام اسرائیلی یادگار کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔

دوسرے ایک بڑا قرینہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر جو افغانوں نے بنایا کچھ شک نہیں کہ یہ خیبر کا نام بھی محض اسرائیلی یادگار کے لئے اُس خیبر کے نام پر جو عرب میں ہے جہاں یہودی رہتے تھے رکھا تھا۔

☆ ان النبی ﷺ انتسب حتی بلغ النضربن کنانة ثم قال فمن قال غیر ذٰلك فقد کذب۔(السیرة الحلبیة تالیف ابی الفرج نور

تیسرا قرینہ ایک یہ بھی ہے کہ افغانوں کی شکلیں بھی اسرائیلیوں سے بہت ملتی ہیں۔ اگر ایک جماعت یہودیوں کی ایک افغانوں کی جماعت کے ساتھ کھڑی کی جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کا مُنہ اوران کا اونچا ناک اور چہرۂ بیضاوی ایسا باہم مشابہ معلوم ہوگا کہ خود دل بول اُٹھے گا کہ یہ لوگ ایک ہی خاندان میں سے ہیں۔

چوتھا قرینہ افغانوں کی پوشاک بھی ہے افغانوں کے لمبے کُرتے اور جُبّے یہ وہی وضع اور پیرایہ اسرائیلیوں کا ہے جس کا انجیل میں بھی ذکر ہے۔

پانچواں قرینہ اُن کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلاتکلّف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔ مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو بُرا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔

چھٹا قرینہ افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر یہ ہے کہ افغانوں کا یہ بیان کہ قیس ہمارا مورث اعلیٰ ہے ان کے بنی اسرائیل ہونے کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ یہودیوں کی کتب مقدسہ میں سے جو کتاب پہلی تاریخ کے نام سے موسوم ہے اس کے باب ۹ آیت ۳۹ میں قیس کا ذکر ہے اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اس سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ یا تو اسی قیس کی اولاد میں سے کوئی دوسرا قیس ہوگا جو مسلمان ہو گیا ہوگا اور یا یہ کہ مسلمان ہونے والے کا کوئی اور نام ہوگا اور وہ اس قیس کی اولاد میں سے ہوگا۔ اور پھر بباعث خطاءِ حافظہ اس کا نام بھی قیس سمجھا گیا۔ بہرحال ایک ایسی قوم کے مُنہ سے قیس کا لفظ نکلنا جو کتب یہود سے بالکل بے خبر تھی اور محض ناخواندہ تھی۔ یقینی طور پر یہ سمجھا تا ہے کہ یہ قیس کا لفظ انہوں نے اپنے باپوں سے سُنا تھا کہ ان کا مورث اعلیٰ ہے۔ پہلی تاریخ آیت ۳۹ کی یہ عبارت

ہے۔ ’’اور نیر سے قیس پیدا ہوا اور قیس سے ساؤل پیدا ہوا اور ساؤل سے یہونتن۔‘‘☆

ساتواں قرینہ اخلاقی حالتیں ہیں۔ جیسا کہ سرحدی افغانوں کی زودرنجی اور تلوّن مزاجی اور خود غرضی اور گردن کشی اور کج مزاجی اور کج روی اور دوسرے جذبات نفسانی اور خونی خیالات اور جاہل اور بے شعور ہونا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ تمام صفات وہی ہیں جو توریت اور دوسرے صحیفوں میں اسرائیلی قوم کی لکھی گئی ہیں اور اگر قرآن شریف کھول کر سورۂ بقرہ سے بنی اسرائیل کی صفات اور عادات اور اخلاق اور افعال پڑھنا شروع کرو تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا سرحدی افغانوں کی اخلاقی حالتیں بیان ہو رہی ہیں۔ اور یہ رائے یہاں تک صاف ہے کہ اکثر انگریزوں نے بھی یہی خیال کیا ہے۔ برنیر نے جہاں یہ لکھا ہے کہ کشمیر کے مسلمان کشمیری بھی دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ وہاں بعض انگریزوں کا بھی حوالہ دیا ہے اور ان تمام لوگوں کو اُن دس فرقوں میں سے ٹھہرایا ہے جو مشرق میں گم ہیں جن کا اب اس زمانہ میں پتہ ملا ہے کہ وہ درحقیقت سب کے سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر جبکہ افغانوں کی قوم کے اسرائیلی ہونے میں اتنے قرائن موجود ہیں اور خود وہ تعامل کے طور پر اپنے باپ دادوں سے سنتے آئے ہیں کہ وہ قوم اسرائیلی ہیں اور یہ باتیں ان کی قوم میں واقعات شہرت یافتہ ہیں تو سخت ناانصافی ہوگی کہ ہم محض تحکم کے طور سے اُن کے اِن بیانات سے انکار کریں۔ ذرا یہ تو سوچنا چاہیئے کہ ان کے دلائل کے مقابلہ پر ہمارے ہاتھ میں انکار کی کیا دلیل ہے؟ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے کہ ہر ایک پُرانی دستاویز جو چالیس برس سے زیادہ کی ہو وہ اپنی صحت کا آپ ثبوت ہوتی ہے پھر جبکہ صدہا سال سے دوسری قوموں کی طرح جو اپنی اصلیت بیان کرتی ہیں افغان لوگ اپنی اصلیت قوم اسرائیل قرار دیتے ہیں تو ہم کیوں جھگڑا کریں اور کیا وجہ کہ ہم قبول نہ کریں؟ یاد رہے کہ یہ ایک دو کا بیان نہیں یہ ایک قوم کا بیان ہے جو لاکھوں انسانوں کا مجموعہ ہے اور پشت بعد پشت کے گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔

اب جبکہ یہ بات فیصلہ پا چکی کہ تمام افغان درحقیقت بنی اسرائیل ہیں تو اب یہ دوسرا امر ظاہر کرنا باقی رہا کہ پیشگوئی توریت استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک کی افغانی

☆ 1 تواریخ باب 9 آیت 39

سلطنت سے بکمال وضاحت پوری ہوگئی۔ یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے یہ مقدر کیا ہے کہ موسیٰ کی طرح دنیا میں ایک اور نبی آئے گا۔ یعنی ایسے وقت میں جب کہ پھر بنی اسرائیل فرعون کے زمانہ کی مانند طرح طرح کی ذلتوں اور دکھوں میں ہوں گے اور وہ نبی ان کو جو اس پر ایمان لائیں گے اُن دُکھوں اور بلاؤں سے نجات دے گا۔ اور جس طرح موسیٰ پر ایمان لانے سے بنی اسرائیل نے نہ صرف دکھوں سے نجات پائی بلکہ ان میں سے بادشاہ بھی ہو گئے ایسا ہی ان اسرائیلیوں کا انجام ہوگا جو اس نبی پر ایمان لائیں گے یعنی آخر ان کو بھی بادشاہی ملے گی اور ملکوں کے حکمران ہو جائیں گے۔ اسی پیشگوئی کو عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگانا چاہا تھا جس میں وہ ناکام رہے کیونکہ وہ لوگ اس مماثلت کا کچھ ثبوت نہ دے سکے۔ اور یہ تو ان کے دل کا ایک خیالی پلاؤ ہے کہ یسوع نے گناہوں سے نجات دی۔ کیا یورپ کے لوگ جو عیسائی ہو گئے ہر ایک قسم کی بدکاری اور زناکاری اور شراب خوری سے سخت متنفّر اور موحّدانہ زندگی بسر کرتے ہیں؟ ہم نے تو یورپ دیکھا نہیں۔ جنہوں نے دیکھا ہے اُن سے پوچھنا چاہیئے کہ یورپ کی کیا حالت ہے؟ ہم نے تو یہ سُنا ہے کہ علاوہ اور باتوں کے ایک لندن میں ہی شراب خواری کی یہ کثرت ہے کہ اگر شراب کی دوکانیں سیدھے خط میں لگائی جائیں تو تخمیناً ستّر میل تک اُن کا طول ہوسکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اوّل تو گناہوں سے نجات پانا ایک ایسا امر ہے جو آنکھوں سے چُھپا ہوا ہے کون کسی کے اندرونی حالات اور خطرات کے بجز خدا تعالیٰ کے واقف ہوسکتا ہے۔ پھر یورپ جو عیسائیوں کے لئے عیسائیت کی زندگی کا ایک کھلا کھلا نمونہ ہے جو کچھ ظاہر کر رہا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہم محض اس قوم کی معصومانہ زندگی قبول کر سکتے ہیں جس کے بعض افراد معصومانہ زندگی کے نشان اپنے ساتھ رکھتے ہوں اور راستبازوں کے برکات اُن میں پائے جاتے ہوں۔ سو یہ قوم تو اسلام ہے جس کی راستبازی کے انوار کسی زمانہ میں کم نہیں ہوئے۔ ورنہ صرف دعویٰ دلیل کا کام نہیں دے سکتا ماسوا اس کے یہ دعویٰ کہ گناہوں کا منجی کسی دوسرے زمانہ میں آنے والا تھا اس وجہ سے بھی نامعقول ہے کہ اگر ایسا منجی بھیجنا منظور تھا تو موسیٰ

کے وقت میں ہی اس کی ضرورت تھی کیونکہ بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں غرق تھے۔ یہاں تک کہ بُت پرستی کر کے گناہوں کی معافی کے محتاج تھے۔ پس یہ کس قدر غیر معقول بات ہے کہ گناہ تو اُسی وقت بکثرت ہوں یہاں تک کہ گوسالہ پرستی تک نوبت پہنچی اور گناہوں سے نجات دینے والا چودہ ۱۴۰۰ سو برس بعد آوے جبکہ کروڑ ہا انسان ان ہی گناہوں کی وجہ سے داخل جہنم ہو چکے ہوں۔ ایسے ضعیف اور بودے خیال کو کون قبول کر سکتا ہے اور اس کے مقابل پر یہ کس قدر صاف بات ہے کہ اس منجی سے مراد بَلاؤں سے نجات دینے والا تھا اور وہ درحقیقت ایسے وقت میں آیا کہ جب کہ یہودیوں پر چاروں طرف سے بلائیں محیط ہو گئی تھیں۔ کئی دفعہ غیر قوموں کے بادشاہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ کئی دفعہ غلام بنائے گئے اور دو دفعہ ان کی ہیکل مسمار کی گئی۔ ہمارے معنوں کے رُو سے زمانہ ثبوت دیتا ہے کہ درحقیقت بلاؤں سے نجات دینے والا ایسے وقت آنا چاہیئے تھا جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یسوع جو ہیرودوس کے زمانہ میں پیدا ہوا وہی زمانہ گناہوں کے منجی کے بھیجنے کا زمانہ تھا۔ تا گناہوں سے نجات بخشے۔ غرض روحانی منجی ہونا ایسی بات ہے کہ محض تکلف اور بناوٹ سے بنائی گئی ہے۔ یہودی جس حالت کے لئے اب تک روتے ہیں وہ یہی ہے کہ کوئی ایسا منجی پیدا ہو جو اُن کو دوسری حکومتوں سے آزادی بخشے۔ کبھی کسی یہودی کے خواب میں بھی نہیں آیا کہ رُوحانی منجی آئے گا اور نہ توریت کا یہ منشا ہے۔ توریت تو صاف کہہ رہی ہے کہ آخری دنوں میں پھر بنی اسرائیل پر مصیبتیں پڑیں گی اور اُن کی حکومت اور آزادی جاتی رہے گی پھر ایک نبی کی معرفت خدا اس حکومت اور آزادی کو دوبارہ بحال کرے گا۔ سو یہ پیشگوئی بڑے زور و شور اور وضاحت کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے پوری ہو گئی کیونکہ جب یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو اسی زمانہ میں حکومت اور امارت اور آزادی اُن کو مل گئی اور پھر کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ بہ برکت قبول اسلام روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے اور وہ شوکت اور حکومت اور امارت اور بادشاہت ان کو حاصل ہوئی جو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے بھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ

افغانوں کا عروج جو بنی اسرائیل ہیں شہاب الدین غوری کے وقت سے شروع ہوا۔ اور جب بہلول لودی افغان تخت نشین ہوا تب ہندوستان میں عام طور پر افغانوں کی امارت اورحکومت کی بنیاد پڑی۔ اور یہ افغان بادشاہ یعنی بہلول بہت حریص تھا کہ ہندوستان میں افغانوں کی حکومت اور امارت پھیلاوے اور ان کو صاحبِ املاک اور جاگیر کرے اس لئے اس نے اپنی سلطنت میں جوق جوق افغان طلب کر کے ان کو عہدے اور حکومت اور بڑے بڑے املاک عطا کئے اور جب تک کہ ہندوستان کی سلطنت بہلول اور شیر شاہ افغان سوری کے خاندان میں رہی تب تک افغانوں کی آبادی اور اُن کی دولت اور طاقت بڑی ترقی میں رہی یہاں تک کہ یہ لوگ امارت اور حکومت میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے۔ افغانوں کی سلطنت اور اقبال اور دولت کے تصوّر کے وقت احمد شاہ ابدالی سدّوزئی کے اقبال پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ جو افغانوں میں سے ایک زبردست بادشاہ ہوا ہے اور پھر تیمور شاہ سدّوزئی اور شاہ زمان اور شجاع الملک اور شاہ محمود اور امیر دوست محمد خان اور امیر شیر علی خان ہوئے۔ اور اب بھی والیٔ ملک کابل افغان ہے۔ جو اس ملک کا بادشاہ کہلاتا ہے یعنی امیر عبدالرحمٰن۔

ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کو جو دوبارہ آزادی اور شوکت اور سلطنت کا وعدہ دیا گیا تھا وہ اُن کے مسلمان ہونے کے بعد آخر پورا ہو گیا۔ اس سے توریت کی سچائی پر ایک قوی دلیل پیدا ہوتی ہے کہ کیونکر توریت کے وہ تمام وعدے بڑی قوّت اور شان کے ساتھ انجام کار پُورے ہو گئے اور اس جگہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ نبی جو بنی اسرائیل کی دوبارہ مصیبتوں کے وقت منجی ٹھہرایا گیا تھا وہ سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ہاں جس طرح پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف راہ میں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر وفات پائی اور قوم اسرائیل کو اُن کے بعد سلطنت ملی اِسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جیسے جیسے بنی اسرائیل اسلام میں داخل ہوتے گئے حکومت اور امارت اُن کو ملتی گئی یہاں تک کہ آخر کار دُنیا کے بڑے بڑے حصّوں کے بادشاہ ہو گئے۔ منہ

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 297 تا 303 حاشیہ)

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ میں نے طاعون کے علاج کے لئے ایک مرہم بھی طیار کی ہے یہ ایک پُرانا نسخہ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے اور اِس کا نام مرہم عیسیٰ ہے اگرچہ امتدادِ زمانہ کے سبب سے بعض دواؤں میں تبدیلی ہوگئی ہے یعنی طبّ کی بہت سی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طبیب نے کوئی دوا اس نسخہ میں داخل کی ہے اور دوسرے نے بجائے اس کے کوئی اور داخل کر دی ہے۔ لیکن یہ تغیّر صرف ایک دو دواؤں میں ہوا ہے اِس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر ایک ملک میں پائی نہیں جاتی یا کم پائی جاتی ہے یا بعض موسموں میں پائی نہیں جاتی۔ سو جس جگہ یہ اتفاق ہوا کہ ایک دَوا مِل نہیں سکی تو کسی طبیب نے اُس کا بدل کوئی اور دوا ڈال دی اور درحقیقت قرابادینوں کے تمام مرکبات میں جو بعض جگہ اختلاف نسخوں کا پایا جاتا ہے اس کا یہی سبب ہے مگر ہم نے بڑی کوشش سے اصل نسخہ طیار کیا ہے۔ اس مرکب کا نام مرہم عیسیٰ ہے اور مرہم حوارؔیین بھی اسے کہتے ہیں اور مرہم الرسل بھی اس کا نام ہے کیونکہ عیسائی لوگ حواریوں کو مسیح کے رسول یعنی ایلچی کہتے تھے کیونکہ اُن کو جس جگہ جانے کے لئے حکم دیا جاتا تھا وہ ایلچی کی طرح جاتے تھے۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جیسا کہ یہ نسخہ طبّ کے تمام نسخوں سے قدیم اور پُرانا ثابت ہوا ہے ایسا ہی یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ دنیا کی اکثر قوموں کے طبیبوں نے اس نسخہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ جس طرح عیسائی طبیب اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھتے آئے ہیں ایسا ہی رومی طبابت کی قدیم کتابوں میں بھی یہ نسخہ پایا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ یہودی طبیبوں نے بھی اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور وہ بھی اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے بنایا گیا تھا اور نصرانی طبیبوں کی کتابوں اور مجوسیوں اور مسلمان طبیبوں اور دوسرے تمام طبیبوں نے جو مختلف قوموں میں گذرے ہیں اس بات کو بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ان مختلف فرقوں کی کتابوں میں سے ہزار کتاب ایسی پائی گئی ہے جن میں یہ نسخہ مع وجہ تسمیّہ درج ہے اور وہ کتابیں اب تک موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر وہ کتابیں ہمارے کتب خانہ

میں ہیں اور شیخ الرئیس بوعلی سینا نے بھی اس نسخہ کو اپنے قانون میں لکھا ہے۔ چنانچہ میرے کتب خانہ میں شیخ بوعلی سینا کے قانون کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو پانسو ۵۰۰ برس کا لکھا ہوا ہے اس میں بھی یہ نسخہ مع وجہ تسمیہ موجود ہے۔ ان تمام کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم عیسیٰ اس وقت تیار کی گئی تھی کہ جب نالائق یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور اُن کے پَیروں اور ہاتھوں میں لوہے کے کیل ٹھونک دیئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ ان کو صلیبی موت سے بچاوے۔ اس لئے خدائے عزّ وجلّ نے اپنے فضل وکرم سے ایسے اسباب جمع کر دیئے جن کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بچ گئی۔ منجملہ ان کے ایک یہ سبب تھا کہ آنجناب جمعہ کو قریب عصر کے صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب پر چڑھانے سے پہلے اُسی رات پیلاطوس کی بیوی نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر یہ شخص جو یسوع کہلاتا ہے قتل کیا گیا تو تم پر تباہی آئے گی۔ اُس نے یہ خواب اپنے خاوند یعنی پیلاطوس کو بتلایا اور چونکہ دنیا دار لوگ اکثر وہمی اور بُزدل ہوتے ہیں۔ اس لئے پیلاطوس خاوند اُس کا اس خواب کو سُن کر بہت ہی گھبرایا اور اندر ہی اندر اس فکر میں لگ گیا کہ کسی طرح یسوع کو قتل سے بچا لیا جائے۔ سو اِس دلی منصوبہ کے انجام کے لئے پہلا داؤ جو اُس نے یہودیوں کے ساتھ کھیلا وہ یہی تھا کہ یہ تدبیر کی کہ یسوع کو جمعہ کے روز عصر کے وقت صلیب دی جائے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ یہودی صرف اسے صلیب دینا چاہتے ہیں کسی اور طریق سے قتل کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہودیوں کے مذہب کے رُو سے جس شخص کو صلیب کے ذریعہ قتل کیا جائے خدا کی لعنت اُس پر پڑ جاتی ہے اور پھر خدا کی طرف اُس کا رفع نہیں ہوتا۔ اور بعد اس کے یہ امر ممکن ہی نہیں ہوتا کہ خدا اس سے محبت کرے اور یا وہ خدا کی نظر میں ایمانداروں اور راستبازوں میں شمار کیا جائے۔ لہٰذا یہودیوں کی یہ خواہش تھی کہ یسوع کو صلیب دے کر پھر توریت کے رُو سے اس بات کا اعلان دے دیں کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو ہرگز مصلوب نہ ہو سکتا اور اس طرح پر مسیح کی جماعت کو متفرق کر دیں یا جو لوگ اندر ہی اندر کچھ نیک ظن رکھتے تھے اُن کی طبیعتوں کو خراب کر دیں۔ اور

خدانخواستہ اگر واقعہ صلیب وقوع میں آ جاتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک ایسا داغ ہوتا کہ کسی طرح اُن کی نبوت درست نہ ٹھہر سکتی اور نہ وہ راستباز ٹھہر سکتے اس لئے خدا تعالیٰ کی حمایت نے وہ تمام اسباب جمع کر دیئے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے سے بچ گئے۔ ان اسباب میں سے پہلا سبب یہی تھا کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب آیا اور اُس سے ڈر کر پیلاطوس نے یہ تدبیر سوچی کہ یسوع جمعہ کے دن عصر کے وقت صلیب دیا جائے۔ اس تدبیر میں پیلاطوس نے یہ سوچا تھا کہ غالباً اس قلیل مدت کی وجہ سے جو صرف جمعہ کے ایک دو گھنٹے ہیں یسوع کی جان بچ جائے گی کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ جمعہ ختم ہونے کے بعد مسیح صلیب پر رہ سکتا۔ وجہ یہ کہ یہودیوں کی شریعت کے رُو سے یہ حرام تھا کہ کوئی شخص سبت میں یا سبت سے پہلی رات میں صلیب پر رہے اور صلیب دینے کا یہ طریق تھا کہ صرف مجرم کو صلیب کے ساتھ جوڑ کر اُس کے پَیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور تین دن تک وہ اسی حالت میں دھوپ میں پڑا رہتا تھا۔ اور آخر کئی اسباب جمع ہو کر یعنی درد اور دھوپ اور تین دن کا فاقہ اور پیاس سے مجرم مر جاتا تھا۔ مگر جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے جو شخص جمعہ میں صلیب پر کھینچا جاتا تھا وہ اُسی دن اُتار لیا جاتا تھا کیونکہ سبت کے دن صلیب پر رکھنا سخت گناہ اور موجب تاوان اور سزا تھا۔ سو یہ داؤ پیلاطوس کا چل گیا کہ یسوع جمعہ کی آخری گھڑی میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل نے چند اور اسباب بھی ایسے پیدا کر دیئے جو پیلاطوس کے اختیار میں نہ تھے اور وہ یہ کہ عصر کے تنگ وقت میں تو یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا اور ساتھ ہی ایک سخت آندھی آئی جس نے دن کو رات کے مشابہ کر دیا۔ اب یہودی ڈرے کہ شاید شام ہو گئی کیونکہ یہودیوں کو سبت کے دن یا سبت کی رات کسی کو صلیب پر رکھنے کی سخت ممانعت تھی اور یہودیوں کے مذہب کے رُو سے دن سے پہلے جو رات آتی ہے وہ آنے والے دن میں شمار کی جاتی ہے۔ اِس لئے جمعہ کے بعد جو رات تھی وہ سبت کی رات تھی۔ لہٰذا یہودی آندھی کے پھیلنے کے وقت میں اس بات سے بہت گھبرائے کہ ایسا نہ ہو کہ سبت کی رات میں یہ شخص صلیب پر ہو۔ اس لئے جلدی سے انہوں نے اتار لیا اور دو چور جو

ساتھ صلیب دیئے گئے تھے اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں لیکن مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑیں کیونکہ پیلاطوس کے سپاہیوں نے جن کو پوشیدہ طور پر سمجھایا گیا تھا کہہ دیا کہ اب نبض نہیں ہے اور ’’یسوع مَر چکا ہے۔‘‘ مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ راستباز کا قتل کرنا کچھ سہل امر نہیں اس لئے اس وقت نہ صرف پیلاطوس کے سپاہی یسوع کے بچانے کے لئے تدبیریں کر رہے تھے بلکہ یہود بھی حواس باختہ تھے اور آثارِ قہر دیکھ کر یہودیوں کے دل بھی کانپ گئے تھے اور اُس وقت وہ پہلے زمانہ کے آسمانی عذاب جو اُن پر آتے رہے اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اس لئے کسی یہودی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ کہے کہ ہم تو ضرور ہڈیاں توڑیں گے اور ہم باز نہیں آئیں گے کیونکہ اُس وقت ربّ السّماوات والارض نہایت غضب میں تھا اور جلالِ الٰہی یہودیوں کے دلوں پر ایک رُعب ناک کام کر رہا تھا۔ لہٰذا انہوں نے جن کے باپ دادے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے غضب کا تجربہ کرتے آئے تھے جب سخت اور سیاہ آندھی اور عذاب کے آثار دیکھے اور آسمان پر سے خوفناک آثار نظر آئے تو وہ سراسیمہ ہو کر گھروں کی طرف بھاگے۔ اِس بات پر یقین کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ انجیل میں یونس نبی سے اپنی مشابہت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یونس کی طرح میں بھی قبر میں تین دن رہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ اب یہ مشابہت جو نبی کے منہ سے نکلی ہے قابل غور ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں رکھے گئے تھے تو پھر مُردہ اور زندہ کی کس طرح مشابہت ہوسکتی ہے؟ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا رہا تھا؟ سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہرگز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسری دلیل یہ ہے کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ اگر یہ شخص مارا گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حقیقت میں عیسےٰ علیہ السلام صلیب دیئے جاتے یعنی صلیبی موت سے مرجاتے تو ضرور تھا کہ جو فرشتہ نے پیلاطوس کی بیوی کو کہا تھا وہ وعید پورا ہوتا۔ حالانکہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پیلاطوس پر کوئی تباہی نہیں آئی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے

لئے تمام رات دعا مانگی تھی اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبول درگاہِ الٰہی تمام رات رو رو کر دعا مانگے اور وہ دعا قبول نہ ہو۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ صلیب پر پھر مسیح نے اپنے بچنے کے لئے یہ دُعا کی۔ ’’ایلی ایلی لما سبقتانی‘‘ اے میرے خدا! اے میرے خدا! ’’تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔‘‘ اب کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ اس حد تک اُن کی گدازش اور سوزش پہنچ گئی تھی پھر خدا اُن پر رحم نہ کرتا۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رکھے گئے اور شاید اس سے بھی کم اور پھر اتارے گئے اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ اس تھوڑے عرصہ اور تھوڑی تکلیف میں اُن کی جان نکل گئی ہو اور یہود کو بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑکا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی یہود قتل مسیح کے بارے میں ظن میں رہے اور یقینی طور پر انہوں نے نہیں سمجھا کہ درحقیقت ہم نے قتل کر دیا۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اُس میں سے خون نکلا اور خون بہتا ہوا نظر آیا اور ممکن نہیں کہ مُردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے۔ ساتویں دلیل یہ ہے کہ یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں جو مصلوبوں کے مارنے کے لئے ایک ضروری فعل تھا۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ تین دن صلیب پر رکھ کر پھر بھی بعض آدمی زندہ رہ جاتے تھے پھر کیونکر ایسا شخص جو صرف چند منٹ صلیب پر رہا اور ہڈیاں نہ توڑی گئیں وہ مر گیا؟ آٹھویں دلیل یہ ہے کہ انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا اور اُن کو اپنے زخم دکھلائے اور ممکن نہیں کہ یہ زخم اُس حالت میں موجود رہ سکتے کہ جب کہ یسوع مرنے کے بعد ایک تازہ اور نیا جلالی جسم پاتا۔ نویں دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ ہے۔ کیونکہ ہرگز خیال نہیں ہوسکتا کہ مسلمان طبیبوں اور عیسائی ڈاکٹروں اور رُومی مجوسی اور یہودی طبیبوں نے باہم سازش کر کے یہ بے بنیاد قصّہ بنالیا ہو۔ بلکہ یہ نسخہ طبابت کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی قرابا دین قادری میں اس نسخہ کو امراض الجلد میں لکھا ہوا پائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مذہبی رنگ کی تحریروں میں کئی قسم کی

کمی زیادتی ممکن ہے کیونکہ تعصّبات کی اکثر آمیزش ہو جاتی ہے۔لیکن جو کتابیں علمی رنگ میں لکھی گئیں ان میں نہایت تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جاتا ہے۔لہٰذا یہ نسخہ مرہم عیسیٰ اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ خیالات کہ گویا حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے تھے کیسے اور کس پایہ کے ہیں۔اور خود ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جسم کو آسمان پر اُٹھانے کے لئے کوئی بھی ضرورت نہیں تھی۔خدا تعالیٰ حکیم ہے عبث کام کبھی نہیں کرتا۔جبکہ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غار ثور میں صرف دو تین میل کے فاصلے پر مکّہ سے چھپا دیا اور سب ڈھونڈنے والے ناکام اور نامراد واپس کیئے تو کیا وہ حضرت مسیح کو کسی پہاڑ کی غار میں چھپا نہیں سکتا تھا اور بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے یہودیوں کی ہمّت اور تلاش پر اس کو دل میں کھڑ کا تھا؟

(ایام الصلح ۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 347 تا 353)

غرض حضرت عیسیٰ کی نسبت کوئی خصوصیت قرار دینا قرآنی تعلیم کے مخالف اور عیسائیوں کی تائید ہے اور جیسا کہ نصوص قطعیہ کے رُو سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے ایسا ہی تاریخی سِلسلہ کے رُو سے بھی اُن کا مرنا بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے۔ دیکھو نسخہ مرہم عیسیٰ جس کا ذکر میں مفصّل لکھ چکا ہوں۔کیسی صفائی سے ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ واقعہ صلیب کے وقت آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے۔ بلکہ زخمی ہو کر ایک مکان میں پوشیدہ پڑے رہے اور چالیس دن تک اُن کی مرہم پٹی ہوتی رہی کیا یہ تمام دنیا کے طبیب اسلامی اور عیسائی اور مجوسی اور رومی اور یہودی جھوٹے ہیں اور تم سچّے ہو؟

اب سوچو تمہارا یہ عقیدہ آسمان پر اٹھائے جانے کا کہاں گیا یہ نہ ایک نہ دو بلکہ ہزار کتاب متفرق فرقوں کی ہے جو واقعاتِ صحیحہ کی گواہی دے کر جھوٹے منصوبوں کی قلعی کھول رہی ہیں۔ یہ کس اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے ذرا خدا سے ڈر کر سوچو۔

پھر یہ بھی آثار میں لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم نبی سیّاح تھا بلکہ وہی ایک نبی تھا جس نے دنیا کی سیاحت کی۔لیکن اگر یہ عقیدہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کے

واقعہ پر جو باتفاق علماء نصاریٰ و یہود و اہلِ اسلام ان کی تینتیس ۳۳ برس کی عمر میں وقوع میں آیا تھا وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تو وہ کونسا زمانہ ہوگا جس میں انہوں نے سیاحت کی تھی آپ لوگ اس قدر اپنے علم کی پردہ دری کیوں کراتے ہیں اگر تقویٰ ہے تو کیوں حق کو قبول نہیں کرتے۔

(ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 391 تا 392)

مسیح ہندوستان میں (1899ء)

دیباچہ

اس کتاب کو میں اس مراد سے لکھتا ہوں کہ تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے اُن غلط اور خطرناک خیالات کو دور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں۔یعنی وہ خیالات جن کے خوفناک نتیجے نہ صرف توحید باری تعالیٰ کے رہزن اور غارت گر ہیں بلکہ اس ملک کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر بھی ان کا نہایت بد اور زہریلہ اثر متواتر مشاہدہ میں آرہا ہے اور ایسی بے اصل کہانیوں اور قصوں پر اعتقاد رکھنے سے بد اخلاقی اور بداندیشی اور سخت دلی اور بے مہری کی رُوحانی بیماریاں اکثر اسلامی فرقوں میں پھیلتی جاتی ہیں اور ان کی صفت انسانی ہمدردی اور رحم اور انصاف اور انکسار اور تواضع کی پاک صفات اس قدر روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں کہ گویا وہ اب جلد تر الوداع کہنے کو طیّار ہیں۔اس سخت دلی اور بداخلاقی کی وجہ سے بہتیرے مسلمان ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ ان میں اور درندوں میں شاید کچھ تھوڑا ہی سا فرق ہوگا۔اور ایک جین مت کا انسان اور یا بُدھ مذہب کا ایک پابند ایک مچھر یا پسّو کے مارنے سے بھی پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے۔مگر افسوس کہ ہم مسلمانوں میں سے اکثر ایسے ہیں کہ وہ ایک ناحق کا خون کرنے اور ایک بے گناہ انسان کی جان ضائع کرنے کے وقت بھی اُس قادر خدا کے مواخذہ سے نہیں ڈرتے جس نے زمین کے تمام جانوروں کی نسبت انسان کی جان کو بہت زیادہ قابلِ قدر قرار دیا ہے۔اس قدر سخت دلی اور بے رحمی اور بے مہری کا کیا سبب ہے؟

یہی سبب ہے کہ بچپن سے ایسی کہانیاں اور قصّے اور بے جا طور پر جہاد کے مسئلے ان کے کانوں میں ڈالے جاتے اور اُن کے دل میں بٹھائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کی اخلاقی حالت مردہ ہو جاتی ہے اور ان کے دل ان نفرتی کاموں کی بدی کو محسوس نہیں کر سکتے۔ بلکہ جو شخص ایک غافل انسان کو قتل کر کے اس کے اہل و عیال کو تباہی میں ڈالتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ گویا اُس نے بڑا ہی ثواب کا کام بلکہ قوم میں ایک فخر پیدا کرنے کا موقعہ حاصل کیا ہے۔ اور چونکہ ہمارے اس ملک میں اس قسم کی بدیوں کے روکنے کے لئے وعظ نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو نفاق سے۔ اس لئے عوام الناس کے خیالات کثرت سے ان فتنہ انگیز باتوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اپنی قوم کے حال پر رحم کر کے اردو اور فارسی اور عربی میں ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا مسئلہ اور کسی خونی امام کے آنے کے انتظار کا مسئلہ اور دوسری قوموں سے بُغض رکھنے کا مسئلہ یہ سب بعض کوتہ اندیش علماء کی غلطیاں ہیں ورنہ اسلام میں بجز دفاعی طور کی جنگ یا ان جنگوں کے سوا جو بغرض سزائے ظالم یا آزادی قائم کرنے کی نیت سے ہوں اور کسی صورت میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں اور دفاعی طور کی جنگ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جن کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ مخالفوں کے بلوہ سے اندیشہ جان ہو یہ تین قسم کے شرعی جہاد ہیں بجز ان تین صورتوں کی جنگ کے اور کوئی صورت جو دین کے پھیلانے کیلئے ہو اسلام میں جائز نہیں۔ غرض اس مضمون کی کتابیں میں نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے اس ملک اور نیز عرب اور شام اور خراسان وغیرہ ممالک میں تقسیم کی ہیں لیکن اب مجھے خدائے تعالیٰ کے فضل سے ایسے باطل اور بے اصل عقائد کو دلوں میں سے نکالنے کے لئے وہ دلائلِ قویہ اور کھلے کھلے ثبوت اور قرائن یقینیّہ اور تاریخی شہادتیں ملی ہیں جن کی سچائی کی کرنیں مجھے بشارت دے رہی ہیں کہ عنقریب اُن کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اِن عقائد کے مخالف ایک تعجب انگیز تبدیلی پیدا ہونے والی ہے اور نہایت یقین سے امید کی جاتی ہے کہ ان سچائیوں کے سمجھنے کے بعد اسلام کے سعادت مند فرزندوں کے دلوں میں سے حلم اور انکسار اور رحم دلی کے خوشنما اور شیریں چشمے جاری ہوں گے اور اُن کی رُوحانی

تبدیلی ہو کر ملک پر ایک نہایت نیک اور بابرکت اثر پڑے گا۔ ایسا ہی مجھے یقین ہے کہ عیسائی مذہب کے محقق اور دوسرے تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے بھی اس میری کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور یہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ اس کتاب کا اصل مدعا مسلمانوں اور عیسائیوں کی اُس غلطی کی اصلاح ہے جو ان کے بعض اعتقادات میں دخل پا گئی ہے یہ بیان کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔

واضح ہو کہ اکثر مسلمانوں اور عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں۔ اور یہ دونوں فرقے ایک مدت سے یہی گمان کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان دونوں فریق یعنی اہلِ اسلام اور مسیحیوں کے بیان میں فرق صرف اتنا ہے کہ عیسائی تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر مع جسمِ عنصری چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں ہاتھ جا بیٹھے اور پھر آخری زمانہ میں دنیا کی عدالت کے لئے زمین پر آئیں گے اور کہتے ہیں کہ دنیا کا خدا اور خالق اور مالک وہی یسوع مسیح ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ وہی ہے جو دنیا کے اخیر میں سزا جزا دینے کے لئے جلالی طور پر نازل ہوگا تب ہر ایک آدمی جس نے اس کو یا اس کی ماں کو بھی خدا کر کے نہیں مانا پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ مگر مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اس وقت جبکہ یہودیوں نے ان کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کیا خدا کا فرشتہ ان کو مع جسم عنصری آسمان پر لے گیا اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مقام ان کا دوسرا آسمان ہے جہاں حضرت یحییٰ نبی یعنی یوحنّا ہیں۔ اور نیز مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بزرگ نبی ہے مگر نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اتریں گے اور امام محمد مہدی کے ساتھ مل کر جو پہلے سے بنی فاطمہ میں سے دنیا میں آیا ہوا ہوگا دنیا کی تمام غیر قوموں کو قتل کر

ڈالیں گے اور بجز ایسے شخص کے جو بلا توقف مسلمان ہو جائے اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔غرض مسلمانوں کا وہ فرقہ جو اپنے تئیں اہلِ سنّت یا اہلِ حدیث کہتے ہیں جن کو عوام وہابی کے نام سے پکارتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نازل ہونے سے اصل مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ تا وہ ہندوؤں کے مہادیو کی طرح تمام دنیا کو فنا کر ڈالیں۔اول یہ دھمکی دیں کہ مسلمان ہو جائیں اور اگر پھر بھی لوگ کفر پر قائم رہیں تو سب کو تہ تیغ کر دیں۔اور کہتے ہیں کہ اسی غرض سے وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ رکھے گئے ہیں کہ تا ایسے زمانہ میں جبکہ اسلامی سلاطین کی طاقتیں کمزور ہو جائیں آسمان سے اتر کر غیر قوموں کو ماریں اور جبر سے مسلمان کریں یا بصورت انکار قتل کر دیں۔ بالخصوص عیسائیوں کی نسبت بڑے زور سے فرقہ مذکورہ کے عالم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو وہ دنیا کی تمام صلیبوں کو توڑ دیں گے اور تلوار کے ساتھ سخت بے رحمی کی کارروائیاں کریں گے اور دنیا کو خون میں غرق کر دیں گے۔اور جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے یہ لوگ یعنی مسلمانوں میں سے اہلِ حدیث وغیرہ بڑے جوش سے یہ اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کے اترنے سے کچھ عرصہ پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک امام پیدا ہوگا جس کا نام محمد مہدی ہوگا اور دراصل خلیفۂ وقت اور بادشاہ وہی ہوگا کیونکہ وہ قریش میں سے ہوگا۔اور چونکہ اصل غرض اس کی یہ ہوگی کہ تمام غیر قوموں کو جو اسلام سے منکر ہیں قتل کر دیا جائے بجز ایسے شخص کے کہ جو جلدی سے کلمہ پڑھ لے اس لئے اُس کی مدد اور ہاتھ بٹانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بجائے خود ایک مہدی ہیں بلکہ بڑے مہدی وہی ہیں لیکن اس سبب سے کہ خلیفۂ وقت قریش میں سے ہونا چاہئیے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفۂ وقت نہیں ہوں گے بلکہ خلیفۂ وقت وہی محمد مہدی ہوگا۔اور کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر زمین کو انسانوں کے خون سے بھر دیں گے اور اس قدر خونریزی کریں گے جس کی نظیر ابتداء دنیا سے اخیر تک کسی جگہ نہیں پائی جائے گی اور آتے ہی خونریزی ہی شروع کر دیں گے اور کوئی وعظ وغیرہ نہیں کریں گے اور نہ کوئی نشان دکھائیں گے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

امام محمد مہدی کے لئے بطور مشیر یا وزیر کے ہوں گے اور عنانِ حکومت صرف مہدی کے ہاتھ میں ہوگی لیکن حضرت مسیح تمام دنیا کے قتل کرنے کے لئے حضرت امام محمد مہدی کو ہر وقت اکسائیں گے۔ اور تیز مشورے دیتے رہیں گے۔ گویا اُس اخلاقی زمانہ کی کسر نکالیں گے جبکہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی شر کا مقابلہ مت کرو اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دو۔

یہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عقیدے ہیں اور اگرچہ عیسائیوں کی یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا کہتے ہیں لیکن بعض اہلِ اسلام جن میں سے اہلِ حدیث کا وہ فرقہ بھی ہے جن کو وہابی بھی کہتے ہیں ان کے یہ عقائد کہ جو خونی مہدی اور خونی مسیح موعود کی نسبت ان کے دلوں میں ہیں ان کی اخلاقی حالتوں پر نہایت بداثر ڈال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس بداثر کی وجہ سے نہ کسی دوسری قوم سے نیک نیتی اور صلح کاری اور دیانت کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور نہ کسی دوسری گورنمنٹ کے نیچے سچی اور کامل اطاعت اور وفاداری سے بسر کر سکتے ہیں اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا عقیدہ سخت اعتراض کی جگہ ہے کہ غیر قوموں پر اس قدر جبر کیا جائے کہ یا تو بلاتوقف مسلمان ہوجائیں اور یا قتل کئے جائیں۔ اور ہر ایک کانشنس بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی شخص کسی دین کی سچائی کو سمجھ لے اور اس کی نیک تعلیم اور خوبیوں سے مطلع ہو جائے یونہی جبر اور اکراہ اور قتل کی دھمکی سے اس کو اپنے دین میں داخل کرنا سخت ناپسندیدہ طریقہ ہے اور ایسے طریقہ سے دین کی ترقی تو کیا ہوگی بلکہ برعکس اس کے ہر ایک مخالف کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور ایسے اصولوں کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ نوع انسان کی ہمدردی بکلّی دل سے اٹھ جائے اور رحم اور انصاف جو انسانیت کا ایک بھاری خلق ہے ناپدید ہو جائے اور بجائے اُس کے کینہ اور بداندیشی بڑھتی جائے اور صرف درندگی باقی رہ جائے اور اخلاقِ فاضلہ کا نام ونشان نہ رہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے اصول اس خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے جس کا ہر ایک مواخذہ اتمام حجت کے بعد ہے۔

سوچنا چاہیئے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک سچے مذہب کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ

اس کی سچائی اور اس کی پاک تعلیم اور اس کی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلاتوقّف اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابلِ رحم ہے اور اس لائق ہے کہ نرمی اور خلق سے اُس مذہب کی سچائی اور خوبی اور روحانی منفعت اُس پر ظاہر کی جائے نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے۔ لہٰذا اس زمانہ کے ان اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اُس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک خونی مہدی پیدا ہوگا جس کا نام امام محمد ہوگا اور مسیح اس کی مدد کے لئے آسمان سے اترے گا اور وہ دونوں مل کر دنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دیں گے۔ نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے۔ کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام پاک قویٰ کو معطل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ غیر قوم کے حکام کے ساتھ بھی سچی اطاعت کے ساتھ پیش آنا محال ہو جاتا ہے بلکہ دروغ گوئی کے ذریعہ سے ایک جھوٹی اطاعت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک برٹش انڈیا میں اہلِ حدیث کے بعض فرقے جن کی طرف ہم ابھی اشارہ کر آئے ہیں گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت دورویہ طرز کی زندگی بسر کر رہے ہیں یعنی پوشیدہ طور پر عوام کو وہی خونریزی کے زمانہ کی امیدیں دیتے ہیں اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے انتظار میں ہیں ☆ اور اسی کے مطابق مسئلے سکھاتے ہیں اور پھر جب حکام کے سامنے جاتے ہیں تو ان کی خوشامدیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایسے عقیدوں کے مخالف ہیں۔ لیکن اگر سچ مچ مخالف ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی تحریرات کے ذریعہ سے اس کی عام اشاعت نہیں کرتے اور کیا وجہ کہ وہ آنے والے خونی مہدی اور مسیح کی ایسے طور سے انتظار کر رہے ہیں کہ گویا

☆ اہلِ حدیث میں سے بعض بڑی گستاخی اور نہ حق شناسی سے اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ عنقریب مہدی پیدا ہونے والا ہے اور وہ ہندوستان کے بادشاہ انگریزوں کو اپنا اسیر بنائے گا اور اس وقت عیسائی بادشاہ گرفتار ہو کر اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ کتابیں اب تک ان اہلِ حدیث کے گھروں میں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب اقتراب الساعۃ ایک بڑے مشہور اہلِ حدیث کی تصنیف ہے جس کے صفحہ ۶۴ میں یہی قصہ لکھا ہے۔ منہ

اس کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ غرض ایسے اعتقادات سے اس قسم کے مولویوں کی اخلاقی حالت میں بہت کچھ تنزل پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس لائق نہیں رہے کہ نرمی اور صلح کاری کی تعلیم دے سکیں بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو خواہ نخواہ قتل کرنا دینداری کا ایک بڑا فرض سمجھا گیا ہے۔ ہم اس سے بہت خوش ہیں کہ کوئی فرقہ اہلِ حدیث میں سے ان غلط عقیدوں کا مخالف ہو۔ لیکن ہم اس بات کو افسوس کے ساتھ بیان کرنے سے رُک نہیں سکتے کہ اہل حدیث کے فرقوں میں سے وہ چھپے وہابی بھی ہیں جو خونی مہدی اور جہاد کے مسائل کو مانتے ہیں اور طریق صحیح کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور کسی موقع کے وقت میں دوسرے مذاہب کے تمام لوگوں کو قتل کر دینا بڑے ثواب کا طریق خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقائد یعنی اسلام کے لئے قتل یا ایسی پیشگوئیوں پر عقیدہ رکھنا کہ گویا کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آئے گا اور خونریزی اور خونریزی کی دھمکیوں سے اسلام کو ترقی دینا چاہے گا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بالکل مخالف ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں اور پھر بعد اس کے بھی کفار کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور بالخصوص مکہ کے تیرہ برس اس مصیبت اور طرح طرح کے ظلم اٹھانے میں گذرے کہ جس کے تصور سے بھی رونا آتا ہے لیکن آپ نے اس وقت تک دشمنوں کے مقابل پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ ان کے سخت کلمات کا سخت جواب دیا جب تک کہ بہت سے صحابہ اور آپ کے عزیز دوست بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے اور طرح طرح سے آپ کو بھی جسمانی دکھ دیا گیا اور کئی دفعہ زہر بھی دی گئی۔ اور کئی قسم کی تجویزیں قتل کرنے کی کی گئیں جن میں مخالفوں کو ناکامی رہی جب خدا کے انتقام کا وقت آیا تو ایسا ہوا کہ مکہ کے تمام رئیسوں اور قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے اتفاق کر کے یہ فیصلہ کیا کہ بہر حال اس شخص کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اس وقت خدا نے جو اپنے پیاروں اور صدیقوں اور راستبازوں کا حامی ہوتا ہے آپ کو خبر دے دی کہ اس شہر میں اب بجز بدی کے کچھ نہیں اور قتل پر کمربستہ ہیں یہاں سے جلد بھاگ جاؤ تب آپ بحکم الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ مگر پھر بھی مخالفوں نے پیچھا نہ چھوڑا بلکہ تعاقب کیا۔ اور بہر حال اسلام کو پامال کرنا چاہا۔ جب اس حد تک ان لوگوں کی شورہ پشتی

بڑھ گئی اور کئی بے گناہوں کے قتل کرنے کے جرم نے بھی ان کو سزا کے لائق بنایا تب ان کے ساتھ لڑنے کے لئے بطور مدافعت اور حفاظت خود اختیاری اجازت دی گئی اور نیز وہ لوگ بہت سے بے گناہ مقتولوں کے عوض میں جن کو انہوں نے بغیر کسی معرکہ جنگ کے محض شرارت سے قتل کیا تھا اور ان کے مالوں پر قبضہ کیا تھا اس لائق ہو گئے تھے کہ اسی طرح ان کے ساتھ اور ان کے معاونوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا۔ مگر مکہ کی فتح کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بخش دیا لہٰذا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کبھی دین پھیلانے کے لئے لڑائی کی تھی یا کسی کو جبرًا اسلام میں داخل کیا تھا سخت غلطی اور ظلم ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں ہر ایک قوم کا اسلام کے ساتھ تعصب بڑھا ہوا تھا اور مخالف لوگ اس کو ایک فرقہ جدیدہ اور جماعت قلیلہ سمجھ کر اس کے نیست و نابود کرنے کی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور ہر ایک اس فکر میں تھا کہ کسی طرح یہ لوگ جلد نابود ہو جائیں اور یا ایسے منتشر ہوں کہ ان کی ترقی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے اس وجہ سے بات بات میں ان کی طرف سے مزاحمت تھی اور ہر ایک قوم میں سے جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا وہ قوم کے ہاتھ سے یا تو فی الفور مارا جاتا اور یا اس کی زندگی سخت خطرہ میں رہتی تھی تو ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے نومسلم لوگوں پر رحم کر کے ایسی متعصب طاقتوں پر یہ تعزیر لگادی تھی کہ وہ اسلام کے خراج دہ ہو جائیں اور اس طرح اسلام کے لئے آزادی کے دروازے کھول دیں اور اس سے مطلب یہ تھا کہ تا ایمان لانے والوں کی راہ سے روکیں دور ہو جائیں اور یہ دنیا پر خدا کا رحم تھا اور اس میں کسی کا حرج نہ تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس وقت کے غیر قوم کے بادشاہ اسلام کی مذہبی آزادی کو نہیں روکتے، اسلامی فرائض کو بند نہیں کرتے اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے والوں کو قتل نہیں کرتے، ان کو قید خانوں میں نہیں ڈالتے ان کو طرح طرح کے دکھ نہیں دیتے تو پھر کیوں اسلام ان کے مقابل پر تلوار اٹھاوے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان

کے لئے ممکن ہے تدبر سے پڑھایا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبرًا پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابلِ شرم الزام ہے اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہوکر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہوجائیں گے۔ کیا اس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ☆ یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظّمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گذر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اس وقت غیرتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے۔ لیکن ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ان سے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آسکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منور نہ ہو۔ غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (۱) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری۔ (۲) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔ (۳) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان

☆ البقرہ:257

ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے۔ یہ بات ایسی نہ تھی کہ سمجھ نہ آسکتی یا اس کے سمجھنے میں کچھ مشکلات ہوتیں۔ لیکن نادان لوگوں کو نفسانی طمع نے اس عقیدہ کی طرف جھکایا ہے کیونکہ ہمارے اکثر مولویوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مہدی کی لڑائیوں کے ذریعہ سے بہت سا مال ان کو ملے گا یہاں تک کہ وہ سنبھال نہیں سکیں گے اور چونکہ آج کل اس ملک کے اکثر مولوی بہت تنگ دست ہیں اس وجہ سے بھی وہ ایسے مہدی کے دن رات منتظر ہیں کہ تا شاید اسی ذریعہ سے ان کی نفسانی حاجتیں پوری ہوں لہٰذا جو شخص ایسے مہدی کے آنے سے انکار کرے یہ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کو فی الفور کافر ٹھہرایا جاتا اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ میں بھی انہی وجوہ سے ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں کیونکہ ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں ہوں بلکہ ان بیہودہ عقیدوں کو سخت کراہت اور نفرت سے دیکھتا ہوں اور میرے کافر کہنے کی صرف یہی وجہ نہیں کہ میں نے ایسے فرضی مہدی اور فرضی مسیح کے آنے سے انکار کر دیا ہے جس پر ان کا اعتقاد ہے بلکہ ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر اس بات کا عام طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اس کے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدّس اور کامل علم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔

اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری

کروں۔ اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کردوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدائے تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔ سو اس زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کو اس سچے خدا کی طرف توجہ دی جائے جو پیدا ہونے اور مرنے اور درد دکھ وغیرہ نقصانوں سے پاک ہے۔ وہ خدا جس نے تمام ابتدائی اجسام واجرام کو کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حال کے بعض علماء کے یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائے گا یہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آجانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لے کر نظر کرے کہ کیونکر خدائے تعالیٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہے کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دی جائے۔ غرض یہی ایک دلیل ایسے عقیدوں کے باطل

ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن تاہم میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تاریخی واقعات وغیرہ روشن ثبوتوں سے بھی مذکورہ بالا عقائد کا باطل ہونا ثابت کروں۔ سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہئیے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلّہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔ اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس ۱۰ باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔ (۱) اول وہ شہادتیں جو اس بارے میں انجیل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۲) دوم وہ شہادتیں جو اس بارے میں قرآن شریف اور حدیث سے ہم کو ملی ہیں۔ (۳) سوم وہ شہادتیں جو طبابت کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں۔ (۴) چہارم وہ شہادتیں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں۔ (۵) پنجم وہ شہادتیں جو زبانی تواترات سے ہم کو ملی ہیں۔ (۶) ششم وہ شہادتیں جو قرائن متفرقہ سے ہم کو ملی ہیں۔ (۷) ہفتم وہ شہادتیں جو معقولی دلائل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۸) ہشتم وہ شہادتیں جو خدا کے تازہ الہام سے ہم کو ملی ہیں۔ یہ آٹھ ۸ باب ہیں۔ (۹) نویں باب میں برعایت اختصار عیسائی مذہب اور اسلام کا تعلیم کی رو سے مقابلہ کر کے دکھلایا جائے گا اور اسلامی مذہب کے سچائی کے دلائل بیان کئے جائیں گے۔ (۱۰) دسویں باب میں کچھ زیادہ تفصیل ان امور کی کی جائے گی جن کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور یہ بیان ہوگا کہ میرے مسیح موعود اور منجانب اللہ ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ اور اخیر پر ایک خاتمہ کتاب کا ہوگا جس میں بعض ضروری ہدایتیں درج ہوں گی۔

ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور یونہی بدظنی سے ان سچائیوں کو ہاتھ سے پھینک نہ دیں اور یاد رکھیں کہ ہماری یہ تحقیق سرسری نہیں ہے بلکہ یہ ثبوت نہایت تحقیق اور تفتیش سے بہم پہنچایا گیا ہے۔ اور ہم خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کام میں ہماری مدد کرے اور اپنے خاص الہام اور القا سے سچائی کی پوری روشنی ہمیں عطا فرماوے کہ ہر ایک صحیح علم اور صاف معرفت اسی سے اترتی اور اسی کی توفیق سے دلوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ آمین ثم آمین۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 3 تا 15 دیباچہ)

پہلا باب

جاننا چاہئیے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکر یوطی کی شرارت سے گرفتار ہوکر مصلوب ہوگئے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے۔لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تھی۔اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی ☆ کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا لعنتی موت سے اس کو بچائے گا۔اس لئے اس نے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اس کی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس ۱۰ فرقے جن کو شالمنذر شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس ۷۲۱ برس[1] پیشتر اسیر کر کے لے گیا آخر وہ ہندوستان کی طرف آ کر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے

[1] ۔ اور ان کے سوا اور یہودی بھی بابلی حوادث سے مشرقی بلاد کی طرف جلاوطن ہوئے۔ منہ

☆ کاتب کی غلطی سے پہلے ایڈیشن میں ’’مچھلی‘‘ لکھا گیا۔اصل میں ’’زمین‘‘ ہے۔

یہی اس کی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ ان گمشدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنہوں نے ان ملکوں میں آ کر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تھا اور اکثر ان کے بُدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ اور پھر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہنچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر وسیاحت میں کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آ گئے تھے☆۔ بہر حال حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آ کر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہنچے۔ اور اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگایا۔ اور انہوں نے آخر اس کو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اس کے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائے گا جب کہ حقیقت میں اس کا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہی دست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہاں

☆ دیکھو جلد دوم واقعات سیر وسیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی

تک کہ خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے ☆۔ اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آ سکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اس کا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا؟ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کے ساتھ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات منہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اس عقیدہ کی کھل جائے کسی طرح اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقتِ حقہ پر بنیاد رکھتی ہو تو قابل تعریف امر ہے لیکن یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی تھی کہ اس کا خدائے تعالیٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دِلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مباینت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہو گئی تھی اور بجائے نور کے دل پر تاریکی چھا گئی تھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ ان کے اس دعویٰ کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی

☆ دیکھو کتب لغت۔ لسان العرب، صحاح جوہری، قاموس، محیط، تاج العروس وغیرہ۔ منہ

مخالف ہے جو انہوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ میں ہادی ہوں۔ اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدائش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اس کی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کی ناپاک کیفیّت سے بیشک اس کے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ قول ہے جو مسیح کے منہ سے نکلا ''لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا'' دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ ''اپنے جی اٹھنے کے بعد'' اس سے مرنے کے بعد جینا مراد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُن کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اس تکلیف سے غشی میں ہوکر مردہ کی سی حالت میں ہوگیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر پھر ہوش کی حالت میں آجائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہوگیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں

نے غلطی کھائی ہے۔انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے۔(۲) اور دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور ان کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھی ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنی معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی۔اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے ردّ کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جب کہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔ پھر ماسوا اس کے جب کہ خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مردہ کو کہہ دیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں تو اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے۔ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی کے کلام میں

جھوٹ جائز نہیں۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا اور یہودیوں میں اس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں اور ایک طرف کھڑکی ہوتی تھی جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا۔اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہٖ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے۔

غرض یہ آیت جس کو ابھی ہم نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا۔اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوا دکھائی دیا اور آخران گیاراں حواریوں کو ملا جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں جو زخمی تھے دکھائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ روح ہے۔تب اس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور ان سے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا لیا اور ان کے سامنے کھایا۔دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴۔اور لوقا باب ۲۴ آیت ۳۹ اور ۴۰ اور ۴۱ اور ۴۲۔ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا۔اگر وہ مر کر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہوگا۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور

کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہوتو اسی قدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اس کو زندہ اتار لیا جائے۔اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھنچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مر جاتا تھا۔لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے ان کے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی۔اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا۔یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔اب یہودیوں کو اس شدّت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں۔اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اس کے ساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اس کی جورو نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنی اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت

تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہر گز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک یہ کبھی نہ ہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدائے تعالیٰ رؤیا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہئیے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا ''اٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے''۔ دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچ کر مارا جانا ممکن تھا اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہو گیا تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اس کی دنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہر گز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصّب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو ردّ کر دے اور قبول نہ کرے۔ لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنی متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھوں گا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفّارہ یک لخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا

چاہیئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائد رسمیّہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آج تک اس کی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے۔ یہاں تک کہ بلیوں اور سانپوں کو بھی پوجا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اس کا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اس نے کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارہوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اس بستی کی طرف جارہے تھے جس کا نام املوس ☆ ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح ان کو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے۔ تب انہوں نے اس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور اس نے ان کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے املوس ☆ نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک۔ اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ستر ۷۰ کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں ان سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات ان کے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

☆ ایڈیشن اول میں سہوِ کتابت ہے درست ''اماؤس'' ہے۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنی اس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزّہ ہو اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی اس میں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف ان کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی طیار کی گئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تھا کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے۔ پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہوگئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی تھی اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کی طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں اور پھر وقت پر میّت اس میں رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے ''اور وے یعنی عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنی کچھ اندھیرے سے ہی ان خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور ان کے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں۔ اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہوا پایا۔ (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جا کے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی'' دیکھو لوقا باب ۲۴۔ آیت ۲ و ۳۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو اور اس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر

اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے وہ بھی اس قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ''اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مر گیا''۔ دیکھو مرقس باب ☆ ۱۶ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ ''پھر یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا''۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے آیت ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اس کی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خدا ترس اور نیک دل آدمی تھا۔ کھلی کھلی رعایت

☆ ایڈیشن اوّل میں سہو ہے۔ درست باب 15 ہے۔

سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اس نے مسیح کو دیکھا۔لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔اس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی اوراس کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے۔لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگرتو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تُو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ ان کی اپنی تباہی ہے۔مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیّار رتھے۔اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمتِ عملی سے کام لیا۔اول تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے۔ اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔اور پھر شام ہوتے ہی ان کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتارا گیا۔اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔سمجھ دار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اس کی طرف سے غافل کر دیا گیا۔مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ ان دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے اس کی

ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا۔مسیح کو ایک لاش قرار دے کر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دے کر اس نے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اس وقت پر گواہی دیتی تھیں۔لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اس وقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دے دیا۔نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل پر فتویٰ لکھا اور اس کو عدالت میں کھینچا۔اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جس میں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے اور حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔اس جگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اول یہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔پھر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء نے ان دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کی نسبت قتل کے فتوے لکھے گئے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جن میں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے۔اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بناوے اور دونوں قسم

کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پا کر تمام رات جنابِ الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بے قراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا ردّ ہوگئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اس کی سنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دعا سنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوگئی اور اس دعا پر اس کو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ ''ایلی ایلی لما سبقتانی'' اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنی مجھے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دعا کرنا ضائع نہیں جائے گا اور خود اس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کی جائے گی۔ بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا۔ اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آ جائے کہ بے شک خدائے تعالیٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت

کے آنے کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بداثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُرسوز دعا قبول نہ ہوسکی تو اس بدنمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمینی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔

ایک اور بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کردیں یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہوا تھا۔ اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکّہ میں دارالندوہ کے مقام میں ہوا تھا۔ مگر قادر خدا نے ان دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بداثر سے بچا لیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا ان دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نہ گیا حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ دعا کی۔ اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے چنانچہ میں خود اس میں صاحبِ تجربہ ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ اقدامِ قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرت سر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپورہ میں دائر کیا اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نامی کو بھیج کر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنی عیسائی اور ہندو اور مسلمان

میرے مخالف متفق ہوگئے اور جہاں تک ان سے ہوسکتا تھا یہ کوشش کی کہ مجھ پر اقدامِ قتل کا الزام ثابت ہوجائے۔ عیسائی پادری مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں اس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو ان کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہ اول نمونہ تھا جو میں نے ان لوگوں کا دیکھا۔ اور ہندو مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں نے لیکھرام نامی ان کے ایک پنڈت کی نسبت اس کی رضامندی سے اس کے مرنے کی نسبت خدا کا الہام پاکر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پوری ہوگئی اور وہ خدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ میں ان کے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز ان کے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا۔ لہٰذا ان تین قوموں کے بعض سربرآوردہ لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور میں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔ اور ان خیالات میں وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھے۔ اور خدا نے مجھے اس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دے دی۔ اور پھر انجام کار بَری کرنے کی مجھے خوشخبری سنائی۔ اور یہ خدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ میں نے الہام کی خبر پاکر دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اس بلا کو مجھ سے ردّ کر۔ تب مجھے الہام ہوا کہ میں ردّ کروں گا اور تجھے اس مقدمہ سے بری کردوں گا اور وہ الہام بہتوں کو سنایا گیا جو تین سو سے بھی زیادہ تھے جو اب تک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہوا کہ میرے دشمنوں نے جھوٹے گواہ بنا کر اور عدالت میں گذران کر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہنچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جن کا ذکر ہو چکا ہے میرے مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جس کا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپورہ کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اس مقدمہ کی اس پر کھول دی۔ اور اس پر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اس کی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہ تقاضا کیا کہ اس ڈاکٹر کا جو پادری کا بھی کام کرتا تھا کچھ بھی لحاظ نہ کر کے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر موجودہ خوفناک صورتوں کے

برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام بری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا اور بہت سے لوگوں کی قوت ایمان کا باعث ہوا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پہنچائے گئے۔ مگر خدا نے مجھے قبل اس کے جو میں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اول اور آخر کی خبر دے دی۔ اور ہر ایک خوفناک مقدمہ میں مجھے بَری ہونے کی بشارت دی۔

اس تقریر سے مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ خدائے تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے بالخصوص جبکہ اس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ایک عجیب طور پر ان کی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اس کو بچالیا۔ خدا نے اس کے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو خدا نے دعا کرنے کے لئے مہلت نہ دی کیونکہ اس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اس خدا سے جس کے آگے کوئی بات اَن ہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے۔ سو خدا نے اپنی قدیم سنت کے موافق اس کی دعا کو سنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دے کر یہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اس کو نہ چھڑایا کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچالیا اور یہودی نامراد رہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ ’’ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا‘‘۔ دیکھو متی باب ۲۴ ☆ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح

☆ ایڈیشن اوّل میں سہو کتابت ہے۔ درست باب 23 ہے

ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہوگیا۔اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کیلئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچ کر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔لیکن ان کا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بطور کفّارہ کے مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنّا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنے کے ارادہ سے سخت گناہ گار ہیں۔اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔اور صاف لکھا ہے کہ اس جرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت ان سے ظہور میں آیا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ ان انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے''۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ایسا ہی انجیل یوحنّا کی یہ عبارت ہے۔ یسوع نے اسے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ (یعنی یوحنّا حواری) یہیں ٹھہرے یعنی یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ یعنی اگر میں چاہوں تو یوحنّا نہ مرے جب تک میں دوبارہ آؤں۔ان آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ وہ پھر واپس ہو اور ان زندہ رہنے والوں میں سے یوحنّا کو بھی قرار دیا تھا۔ سو ضرور تھا کہ یہ وعدہ پورا ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کو مان لیا ہے کہ یسوع کا اس زمانہ میں جبکہ بعض اہل زمانہ زندہ

ہوں پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے آنا نہایت ضروری تھا تا وعدہ کے موافق پیشگوئی ظہور میں آوے۔ اسی بنا پر پادری صاحبوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ یسوع اپنے وعدہ کے موافق یروشلم کی بربادی کے وقت آیا تھا اور یوحنا نے اس کو دیکھا کیونکہ وہ اس وقت تک زندہ تھا مگر یاد رہے کہ عیسائی اس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح اس وقت حقیقی طور پر اپنے قرارداد نشانوں کے موافق آسمان سے نازل ہوا تھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ کشفی رنگ میں یوحنا کو نظر آ گیا۔ تا اپنی اس پیشگوئی کو پورا کرے۔ جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس قسم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی یہ تو نہایت ضعیف تاویل ہے۔ گویا نکتہ چینوں سے نہایت تکلّف کے ساتھ پیچھا چھڑانا ہے۔ اور یہ معنی اس قدر غلط اور بدیہی البطلان ہیں کہ اس کے رد کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح نے خواب یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر ہونا تھا تو پھر ایسی پیشگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہے۔☆ اس طرح تو ایک مدت اس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے اس نے پادری صاحبوں کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے موافق کوئی معقول معنی اس کے نہیں کر سکے۔ کیونکہ یہ کہنا ان کے لئے مشکل تھا کہ مسیح یروشلم کی بربادی کے وقت اپنے جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اور جس طرح آسمان پر ہر ایک طرف چمکنے والی بجلی سب کو نظر آ جاتی ہے سب نے اس کو دیکھا تھا۔ اور انجیل کے اس فقرہ کو بھی نظر انداز کرنا ان کے لئے آسان نہ تھا کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ لہٰذا نہایت تکلف سے اس پیشگوئی کو کشفی رنگ میں مانا گیا مگر یہ نادرست ہی ہے کشفی طور پر تو ہمیشہ خدا کے

☆ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زمانہ کے مولوی عیسائیوں سے بھی زیادہ متی باب ۲۶ آیت ۲۴ کے پر تکلف معنی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جبکہ مسیح نے اپنے آنے کے لیے یہ شرط لگا دی تھی کی بعض شخص اس زمانہ کے ابھی زندہ ہونگے اور ایک حواری بھی زندہ ہوگا جب مسیح آئے گا تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وہ حواری اب تک زندہ ہو کیونکہ مسیح اب تک نہیں آیا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حواری کسی پہاڑ میں پوشیدہ طور پر مسیح کے انتظار میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ منہ

برگزیدہ بندے خاص لوگوں کو نظر آ جایا کرتے ہیں۔اور کشفی طور میں خواب کی بھی شرط نہیں بلکہ بیداری میں ہی نظر آ جاتے ہیں چنانچہ میں خود اس میں صاحبِ تجربہ ہوں۔میں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے۔اور اور بعض نبیوں سے بھی میں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔اور میں نے سید و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جس کے ساتھ خواب یا غفلت کا نام و نشان نہ تھا۔اور میں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی ان کی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور ان سے باتیں بھی کی ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اس طرح پر عین بیداری میں گذشتہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے اور نہ صرف ملاقات بلکہ گفتگو ہوتی ہے اور مصافحہ بھی ہوتا ہے اور اس بیداری اور روزمرہ کی بیداری میں لوازم حواس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔دیکھا جاتا ہے کہ ہم اسی عالم میں ہیں اور یہی کان ہیں اور یہی آنکھیں ہیں اور یہی زبان ہے۔مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اور ہے۔دنیا اس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے یہ ان کو دی جاتی ہے جن کو نئے حواس ملتے ہیں۔یہ ایک صحیح بات ہے اور واقعات حقہ میں سے ہے پس اگر مسیح اسی طرح یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنّا کو نظر آیا تھا تو گو وہ بیداری میں نظر آیا اور گو اس سے باتیں بھی کی ہوں اور مصافحہ کیا ہوتا ہم وہ واقعہ اس پیشگوئی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔لیکن ایسی ملاقات سے متی باب ۱۶ آیت ۲۸ کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ میں صلیب سے بچ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دنیا سے اٹھائے گا جب تک کہ میں یہودیوں کی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلاوے میں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔اس لئے مسیح نے یہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم

میرا یہ نشان دیکھو گے کہ جنہوں نے مجھ پر تلوار اٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشافہ میں تلواروں سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے منہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ میں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔ (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ روحانی طور پر ہے اور وہ آنا اسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آچکا ہے اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے۔ اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدائے تعالیٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی اور صلیبی موت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچا لیا جیسا کہ یہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی۔ عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کے مشکلات ان کو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ ”اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے“۔ دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے یعنی محض خدا کی قدرت سے ایسے علوم اور دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائیں گی کہ جو آپ کی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کر دیں گی۔ اور جو قومیں آپ کے نبی صادق ہونے کی منکر تھیں بلکہ صلیب دیئے

جانے کی وجہ سے ان کو لعنتی سمجھتی تھیں جیسا کہ یہود۔ ان کے جھوٹ پر بھی آسمان گواہی دے گا کیونکہ یہ حقیقت بخوبی کھل جائے گی کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے اس لئے لعنتی بھی نہیں ہوئے تب زمین کی تمام قومیں جنہوں نے ان کے حق میں افراط یا تفریط کی تھی ماتم کریں گی اور اپنی غلطی کی وجہ سے سخت ندامت اور خجالت ان کے شامل حال ہوگی۔ اور اسی زمانہ میں جبکہ یہ حقیقت کھل جائے گی لوگ روحانی طور پر مسیح کو زمین پر نازل ہوتے دیکھیں گے۔ یعنی ان ہی دنوں میں مسیح موعود جو ان کی قوت اور طبیعت میں ہو کر آئے گا آسمانی تائید سے اور اس قدرت اور جلال سے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس کے شامل ہوگی اپنے چمکتے ہوئے ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا اور پہچانا جائے گا۔ اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قضا و قدر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا وجود ہے اور ایسے واقعات ہیں جو بعض قوموں نے ان کی نسبت افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط کی راہ لی ہے۔ یعنی ایک وہ قوم ہے کہ جو انسانی لوازم سے ان کو دور تر لے گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر وہ قوم ہے جو کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہو کر اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ہیں اور خدائی کے تمام اختیار ان کو مل گئے ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں۔ اور دوسری قوم یہودی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لئے نعوذ باللہ وہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوئے اور ہمیشہ کے لئے مورد غضب۔ اور خدا اُن سے بیزار ہے اور بیزاری اور دشمنی کی نظر سے ان کو دیکھتا ہے اور وہ کاذب اور مفتری اور نعوذ باللہ کافر اور ملحد ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ سو یہ افراط اور تفریط ایسا ظلم سے بھرا ہوا طریق تھا کہ ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ اپنے سچے نبی کو ان الزاموں سے بری کرتا۔ سو انجیل کی آیت مذکورہ بالا کا اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہا کہ زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ یہ اس بات کی طرف ایما کی گئی ہے کہ وہ تمام فرقے جن پر قوم کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اس روز چھاتی پیٹیں گی اور جزع فزع کریں گی اور ان کا ماتم سخت ہوگا۔ اس جگہ عیسائیوں کو ذرہ توجہ سے اس آیت کو پڑھنا چاہئیے اور سوچنا چاہئیے کہ جبکہ اس آیت میں کل قوموں کے چھاتی پیٹنے کے بارے

میں پیشگوئی کی گئی ہے تو اس صورت میں عیسائی اس ماتم سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔ کیا وہ قوم نہیں ہیں۔ اور جبکہ وہ بھی اس آیت کے رو سے چھاتی پیٹنے والوں میں داخل ہیں تو پھر وہ کیوں اپنی نجات کا فکر نہیں کرتے۔ اس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب مسیح کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا تو زمین پر جتنی قومیں ہیں وہ چھاتی پیٹیں گی۔ سو ایسا شخص مسیح کو جھٹلاتا ہے جو کہتا ہے کہ ہماری قوم چھاتی نہیں پیٹے گی۔ ہاں وہ لوگ چھاتی پیٹنے کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے جن کی جماعت ابھی تھوڑی ہے اور اس لائق نہیں ہے جو اُس کو قوم کہا جائے۔ اور وہ ہمارا فرقہ ہے بلکہ یہی ایک فرقہ ہے جو پیشگوئی کے اثر اور دلالت سے باہر ہے کیونکہ اس فرقہ کے ابھی چند آدمی ہیں جو کسی طرح قوم کا لفظ ان پر صادق نہیں آ سکتا۔ مسیح نے خدا سے الہام پا کر بتلایا کہ جب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوگا تو زمین کے کل وہ گروہ جو بباعث اپنی کثرت کے قوم کہلانے کے مستحق ہیں چھاتی پیٹیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہے گا مگر وہی کم تعداد لوگ جن پر قوم کا لفظ صادق نہیں آ سکتا۔ اس پیشگوئی کے مصداق سے نہ عیسائی باہر رہ سکتے ہیں اور نہ اس زمانہ کے مسلمان اور نہ یہودی اور نہ کوئی اور مکذّب۔ صرف ہماری یہ جماعت باہر ہے کیونکہ ابھی خدا نے ان کو تخم کی طرح بویا ہے۔ نبی کا کلام کسی طور سے جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ کلام میں صاف یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم جو زمین پر ہے چھاتی پیٹے گی تو ان قوموں میں سے کونسی قوم باہر رہ سکتی ہے۔ مسیح نے تو اس آیت میں کسی قوم کا استثنا نہیں کیا۔ ہاں وہ جماعت بہر صورت مستثنٰی ہے جو ابھی قوم کے اندازہ تک نہیں پہنچی یعنی ہماری جماعت۔ اور یہ پیشگوئی اس زمانہ میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی کیونکہ وہ سچائی جو حضرت مسیح کی نسبت اب پوری ہوئی ہے وہ بلاشبہ ان تمام قوموں کے ماتم کا موجب ہے کیونکہ اس سے سب کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور سب کی پردہ دری ظہور میں آتی ہے۔ عیسائیوں کے خدا بنانے کا شور وغوغا حسرت کی آہوں سے بدل جاتا ہے۔ مسلمانوں کا دن رات کا ضد کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ گیا۔ آسمان پر زندہ گیا رونے اور ماتم کے رنگ میں آجاتا ہے اور یہودیوں کا تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اور اس جگہ یہ بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جو لکھا ہے کہ اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ اس جگہ زمین سے مراد بلادِ شام کی زمین ہے جس سے یہ تینوں قومیں تعلق رکھتی ہیں۔ یہودی اس لئے کہ وہی ان کا مبدء اور منبع ہے اور اسی جگہ اُن کا معبد ہے۔ عیسائی اس لئے کہ حضرت مسیح اسی جگہ ہوئے ہیں اور عیسائی مذہب کی پہلی قوم اسی ملک میں پیدا ہوئی ہے۔ مسلمان اس لئے کہ وہ اس زمین کے قیامت تک وارث ہیں اور اگر زمین کے لفظ کے معنی ہر یک زمین لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ حقیقت کھلنے پر ہر یک مکذّب نادم ہوگا۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ ''اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اٹھیں اور اس کے اٹھنے کے بعد (یعنی مسیح کے اٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں کو نظر آئیں''۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں میں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہو کر بہتوں کو نظر آئے یہ کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دنیا میں قیامت نمودار ہو جاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کے لئے دنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب پر کھل جاتا اور ایمان ایمان نہ رہتا اور ہر یک مومن اور کافر کی نظر میں آنے والے عالم کی حقیقت ایک بدیہی چیز ہو جاتی جیسا کہ چاند اور سورج اور دن اور رات کا وجود بدیہی ہے تب ایمان ایسی قیمتی اور قابل قدر چیز نہ ہوتی جس پر اجر پائیں گے ☆ کچھ امید ہو سکتی۔ لوگ اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے وقت زندہ ہو گئے تھے اور زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے اور حقیقت میں مسیح کی سچائی اور خدائی ثابت کرنے کے لئے یہ معجزہ دکھلایا گیا تھا جو صدہا نبیوں اور لاکھوں راستبازوں کو ایک دم میں زندہ کر دیا گیا تو اس صورت میں یہودیوں کو یہ ایک عمدہ موقعہ ملا تھا کہ وہ زندہ شدہ نبیوں اور دوسرے راستبازوں اور اپنے فوت شدہ باپ دادوں سے مسیح کی نسبت دریافت کرتے کہ کیا یہ شخص جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت خدا ہے یا کہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور قرین قیاس ہے کہ اس

☆ ''پائیں گے'' سہو کتابت ہے۔ درست ''پانے کی'' ہے۔

موقعہ کو انہوں نے ہاتھ سے نہ دیا ہوگا اور ضرور دریافت کیا ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے کیونکہ یہودی ان باتوں کے بہت حریص تھے کہ اگر مردے دنیا میں دوبارہ آجائیں تو ان سے دریافت کریں تو پھر جس حالت میں لاکھوں مردے زندہ ہوکر شہر میں آ گئے اور ہر ایک محلّہ میں ہزاروں مردے چلے گئے تو ایسے موقعہ کو یہودی کیونکر چھوڑ سکتے تھے ضرور انہوں نے نہ ایک نہ دو سے بلکہ ہزاروں سے پوچھا ہوگا اور جب یہ مردے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے ہوں گے۔ تو ان لاکھوں انسانوں کے دنیا میں دوبارہ آنے سے گھر گھر میں شور پڑ گیا ہوگا اور ہر ایک گھر میں یہی شغل اور یہی ذکر اور یہی تذکرہ شروع ہو گیا ہوگا کہ مردوں سے پوچھتے ہوں گے کہ کیا آپ لوگ اس شخص کو جو یسوع مسیح کہلاتا ہے حقیقت میں خدا جانتے ہیں۔ مگر چونکہ مُردوں کی اس گواہی کے بعد جیسا کہ امید تھی یہودی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے اور نہ کچھ نرم دل ہوئے بلکہ اور بھی سخت دل ہو گئے تو غالباً معلوم ہوتا ہے کہ مردوں نے کوئی اچھی گواہی نہیں دی۔ بلکہ بلا توقف یہ جواب دیا ہوگا کہ یہ شخص اپنے اس دعویٰ خدائی میں بالکل جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ تبھی تو لاکھوں انسان بلکہ پیغمبروں اور رسولوں کے زندہ ہونے کے بعد بھی یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے۔ بھلا یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ لاکھوں راستباز کہ جو حضرت آدم سے لے کر حضرت یحییٰ تک اس زمین پاک کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے وہ سب کے سب زندہ ہو جائیں اور پھر وعظ کرنے کے لئے شہر میں آئیں اور ہر ایک کھڑا ہو کر ہزار ہا انسانوں کے سامنے یہ گواہی دے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا ہے اسی کی پوجا کیا کرو اور پہلے خیالات کو چھوڑ و ورنہ تمہارے لئے جہنم ہے جس کو خود ہم دیکھ کر آئے ہیں۔ اور پھر باوجود اس اعلیٰ درجہ کی گواہی اور شہادت رویت کے جو لاکھوں راستباز مردوں کے منہ سے نکلی یہودی اپنے انکار سے باز نہ آئیں۔ ہمارا کانشنس تو اس بات کو نہیں مانتا۔ پس اگر فی الحقیقت لاکھوں راستباز فوت شدہ پیغمبر اور رسول وغیرہ زندہ ہو کر گواہی کے لئے شہر میں آئے تھے تو کچھ شک نہیں کہ انہوں نے کچھ الٹی ہی گواہی دی ہوگی اور ہرگز حضرت مسیح کی خدائی کو تصدیق نہیں کیا ہوگا تبھی تو یہودی لوگ مردوں کی گواہیوں کو سن کر اپنے کفر پر پکے ہو گئے اور حضرت مسیح تو ان

سے خدائی منوانا چاہتے تھے مگر وہ تو اس گواہی کے بعد نبوت سے بھی منکر ہو بیٹھے۔

غرض ایسے عقیدے نہایت مضر اور بد اثر ڈالنے والے ہیں کہ ایسا یقین کیا جائے کہ یہ لاکھوں مردے یا اس سے پہلے کوئی مردہ حضرت مسیح نے زندہ کیا تھا کیونکہ ان مردوں کے زندہ ہونے کے بعد کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اگر مثلاً کوئی شخص کسی دور دراز ملک میں جاتا ہے اور چند برس کے بعد اپنے شہر میں واپس آتا ہے تو طبعاً اس کے دل میں یہ جوش ہوتا ہے کہ اس ملک کے عجائب غرائب لوگوں کے پاس بیان کرے اور اس ولایت کے عجیب در عجیب واقعات سے ان لوگوں کو اطلاع دے نہ یہ کہ اتنی مدت کی جدائی کے بعد جب اپنے لوگوں کو ملے تو زبان بند رکھے اور گونگوں کی طرح بیٹھا رہے بلکہ ایسے موقعہ میں دوسرے لوگوں میں بھی فطرتاً یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے پاس دوڑے آتے ہیں اور اُس ملک کے حالات اس سے پوچھتے ہیں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ ان لوگوں کے ملک میں کوئی غریب شکستہ حال وارد ہو جس کی ظاہری حیثیت غریبانہ ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں اُس ملک کا بادشاہ ہوں جس کے پایہ تخت کا سیر کر کے یہ لوگ آئے ہیں۔ اور میں فلاں فلاں بادشاہ سے بھی اپنے شاہانہ مرتبہ میں اوّل درجہ پر ہوں تو لوگ ایسے سیاحوں سے ضرور پوچھا کرتے ہیں کہ بھلا یہ تو بتلایئے کہ فلاں شخص جو ان دنوں میں ہمارے ملک میں اس ملک سے آیا ہوا ہے کیا سچ مچ یہ اس ملک کا بادشاہ ہے اور پھر وہ لوگ جیسا کہ واقعہ ہو بتلا دیا کرتے ہیں تو اس صورت میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح کے ہاتھ سے مُردوں کا زندہ ہونا فقط اس حالت میں قابلِ پذیرائی ہوتا جبکہ وہ گواہی جو ان سے پوچھی گئی ہوگی جس کا پوچھا جانا ایک طبعی امر ہے کوئی مفید نتیجہ بخشتی لیکن اس جگہ ایسا نہیں ہے۔ پس ناچار اس بات کے فرض کرنے سے کہ مُردے زندہ ہوئے تھے اس بات کو بھی ساتھ ہی فرض کرنا پڑتا ہے کہ ان مردوں نے حضرت مسیح کے حق میں کوئی مفید گواہی نہیں دی ہوگی جس سے ان کی سچائی تسلیم کی جاتی بلکہ ایسی گواہی دی ہوگی جس سے اور بھی فتنہ بڑھ گیا ہوگا۔ کاش اگر انسانوں کی جگہ دوسرے چار پایوں کا زندہ کرنا بیان کیا جاتا تو اس میں بہت کچھ پردہ پوشی متصور تھی۔ مثلاً یہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح نے

کئی ہزار بیل زندہ کیئے تھے تو یہ بات بہت معقول ہوتی اور کسی کے اعتراض کے وقت جبکہ مذکورہ بالا اعتراض کیا جاتا یعنی یہ کہا جاتا کہ ان مردوں کی گواہی کا نتیجہ کیا ہوا تو ہم فی الفور کہہ سکتے کہ وہ تو بیل تھے ان کی زبان کہاں تھی جو بھلی یا بُری گواہی دیتے۔ بھلا وہ تو لاکھوں مردے تھے جو حضرت مسیح نے زندہ کیئے آج مثلاً چند ہندوؤں کو اگر بلا کر پوچھو کہ اگر تمہارے فوت شدہ باپ دادے دس بیس زندہ ہوکر دنیا میں واپس آ جائیں اور گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے تو کیا پھر بھی تم کو اس مذہب کی سچائی میں شک باقی رہ جائے گا۔ تو ہرگز نفی کا جواب نہیں دیں گے۔ پس یقیناً سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ اس قدر انکشاف کے بعد پھر بھی اپنے کفر اور انکار پر اڑا رہے۔ افسوس ہے کہ ایسی کہانیوں کی بندش میں ہمارے ملک کے سکھ خالصہ عیسائیوں سے اچھے رہے اور انہوں نے ایسی کہانیوں کے بنانے میں خوب ہوشیاری کی۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گورو باوا نانک نے ایک دفعہ ایک ہاتھی مردہ زندہ کیا تھا۔ اب یہ اس قسم کا معجزہ ہے کہ نتائج مذکورہ کا اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ سکھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہاتھی کی کوئی بولنے والی زبان ہے کہ تا باوا نانک کی تصدیق یا تکذیب کرتا۔ غرض عوام تو اپنی چھوٹی سی عقل کی وجہ سے ایسے معجزات پر بہت خوش ہوتے ہیں مگر عقلمند غیر قوموں کے اعتراضوں کا نشانہ بن کر کوفتہ خاطر ہوتے ہیں اور جس مجلس میں ایسی بیہودہ کہانیاں کی جائیں وہ بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہم کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ہی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے جیسا کہ عیسائیوں کو تعلق ہے بلکہ ہم کو بہت بڑھ کر تعلق ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی تعریف کرتے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کو دیکھا ہے لہٰذا اب ہم اس عقیدہ کی اصل حقیقت کو کھولتے ہیں کہ جو انجیلوں میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت تمام راستباز فوت شدہ زندہ ہوکر شہر میں آ گئے تھے۔

پس واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مردے زندہ ہوکر شہر میں آ گئے ہیں۔ اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور جیسا کہ خوابوں کی تعبیر خدا کی پاک کتابوں میں کی گئی ہے۔ مثلاً

جیسا کہ حضرت یوسف کی خواب کی تعبیر کی گئی۔ ایسا ہی اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی۔ اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اس کو صلیب کی موت سے نجات دے دی۔ اور اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ تعبیر تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ فن تعبیر کے اماموں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تمام معبرین نے اپنے تجربہ سے اس پر گواہی دی ہے۔ چنانچہ ہم قدیم زمانہ کے ایک امام فن تعبیر یعنی صاحب کتاب تعطیر الانام کی تعبیر کو اس کی اصل عبارت کے ساتھ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے **من رأی أنّ الموتٰی وثبوا من قبورھم و رجعوا الٰی دورھم فانه یطلق من فی السجن.** دیکھو کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبدالغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹۔ ترجمہ: اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھ سے اس کو مخلصی حاصل ہوگی۔ طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا۔ اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہو کر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہلِ فراست معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے۔

ایسا ہی اور بہت سے مقامات انجیلوں میں پائے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے نہیں مرے بلکہ مخلصی پا کر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے وہ منصفوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ انجیلوں میں یہ بھی تو بار بار ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ ایسے اعتراضات کا جواب میں پہلے بطور اختصار دے چکا ہوں۔ اور اب بھی اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں

کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام امّاؤس حواریوں کے ساتھ رہے اور خفیہ طور پر پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنّت کے موافق اس ملک سے ہجرت کی اور ڈرتے ہوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم ان کے ساتھ تھے اور کوئی نئی تبدیلی ان میں پیدا نہیں ہوئی تھی اور آسمان پر چڑھنے کی کوئی عینی شہادت انجیل سے نہیں ملتی ☆۔ اور اگر ایسی شہادت ہوتی بھی تب بھی لائق اعتبار نہ تھی۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کا بتونگڑ ا بنا لیتے ہیں اور ایک ذرہ سی بات پر حاشیے چڑھاتے چڑھاتے ایک پہاڑ اس کو کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی انجیل نویس کے منہ سے نکل گیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اب دوسرا انجیل نویس اس فکر میں پڑتا ہے کہ اس کو پورا خدا بناوے اور تیسرا تمام زمین آسمان کے اختیار اس کو دیتا ہے اور چوتھا واشگاف کہہ دیتا ہے کہ وہی ہے جو کچھ ہے اور کوئی دوسرا خدا نہیں۔ غرض اس طرح پر کھینچتے کھینچتے کہیں کا کہیں لے جاتے ہیں۔ دیکھو وہ رؤیا جس میں نظر آیا تھا کہ گویا مُردے قبروں میں سے اٹھ کر شہر میں چلے گئے۔ اب ظاہری معنوں پر زور دے کر یہ جتلایا گیا کہ حقیقت میں مُردے قبروں میں سے باہر نکل آئے تھے اور یروشلم شہر میں آ کر اور لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ اس جگہ غور کرو کہ کیسے ایک پر کا کوّا بنایا گیا۔ پھر وہ ایک کوّا نہ رہا بلکہ لاکھوں کوّے اڑائے گئے۔ جس جگہ مبالغہ کا یہ حال ہو اس جگہ حقیقتوں کا کیونکر پتہ لگے۔ غور کے لائق ہے کہ ان انجیلوں میں جو خدا کی کتابیں کہلاتی ہیں ایسے ایسے مبالغات بھی لکھے گئے کہ مسیح نے وہ کام کئے کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جاتے تو وہ کتابیں جن میں وہ لکھے جاتے دنیا میں سما نہ سکتیں۔ کیا اتنا مبالغہ طریق دیانت وامانت ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر مسیح کے کام ایسے ہی غیر محدود اور حد بندی سے باہر تھے تو تین برس کی حد میں کیونکر آ گئے۔ ان انجیلوں میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض پہلی کتابوں کے حوالے غلط بھی

☆ کوئی بیان نہیں کرتا کہ میں اس بات کا گواہ ہوں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ منہ

دیئے ہیں۔ شجرہ نسب مسیح کو بھی صحیح طور پر لکھ نہ سکے۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی عقل کچھ موٹی تھی یہاں تک کہ بعض حضرت مسیح کو بھوت سمجھ بیٹھے اور ان انجیلوں پر قدیم سے یہ بھی الزام چلا آتا ہے کہ وہ اپنی صحت پر باقی نہیں رہیں۔ اور خود جس حالت میں بہت سی اور بھی کتابیں انجیل کے نام سے تالیف کی گئیں۔ تو ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں ان دوسری کتابوں کے سب کے سب مضمون ردّ کئے جائیں اور کیوں اِن انجیلوں کا کُل لکھا ہوا مان لیا جائے۔ ہم خیال نہیں کر سکتے کہ کبھی دوسری انجیلوں میں اس قدر بے اصل مبالغات لکھے گئے ہیں جیسا کہ ان چار انجیلوں میں۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ان کتابوں میں مسیح کا پاک اور بے داغ چال چلن مانا جاتا ہے اور دوسری طرف اس پر ایسے الزام لگائے جاتے ہیں جو کسی راستباز کی شان کے ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اسرائیلی نبیوں نے یوں تو توریت کے منشاء کے موافق ایک ہی وقت میں صدہا بیویوں کو رکھا تا پاکوں کی نسل کثرت سے پیدا ہو۔ مگر آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی نبی نے اپنی بے قیدی کا یہ نمونہ دکھلایا کہ ایک ناپاک بدکردار عورت اور شہر کی مشہور فاسقہ اس کے بدن سے اپنے ہاتھ لگاوے اور اس کے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملے اور اپنے بال اس کے پاؤں پر ملے۔ اور وہ یہ سب کچھ ایک جوان ناپاک خیال عورت سے ہونے دے اور منع نہ کرے۔ اس جگہ صرف نیک ظنی کی برکت سے انسان ان اوہام سے بچ سکتا ہے جو طبعًا ایسے نظارہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ نمونہ دوسروں کے لئے اچھا نہیں۔ غرض ان انجیلوں میں بہت سی باتیں ایسی بھری پڑی ہیں کہ وہ بتلا رہی ہیں کہ یہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں یا ان کے بنانے والے کوئی اور ہیں حواری اور ان کے شاگرد نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل متی کا یہ قول ''اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے''۔ کیا اس کا لکھنے والا متی کو قرار دینا صحیح اور مناسب ہوسکتا ہے؟ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس انجیل متی کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جو متی کی وفات کے بعد گذرا ہے۔ پھر اسی انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔ ''تب انہوں نے یعنی یہودیوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر صلاح کی اور ان پہرہ والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا تم کہو کہ رات

کو جب ہم سوتے تھے اس کے شاگرد یعنی مسیح کے شاگرد آکر اسے چُرا کر لے گئے''۔ دیکھو یہ کیسی کچی اور نامعقول باتیں ہیں۔ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ یہودی اس بات کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اٹھا ہے اس لئے انہوں نے پہرہ والوں کو رشوت دی تھی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ ان کی قوم میں مشہور نہ ہو تو کیوں یسوع نے جس کا یہ فرض تھا کہ اپنے اس معجزہ کی یہودیوں میں اشاعت کرتا اس کو مخفی رکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس کے ظاہر کرنے سے منع کیا۔ اگر یہ کہو کہ اس کو پکڑے جانے کا خوف تھا تو میں کہتا ہوں کہ جب ایک دفعہ خدائے تعالیٰ کی تقدیر اس پر وارد ہو چکی اور وہ مر کر پھر جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہو چکا تو اب اس کو یہودیوں کا کیا خوف تھا۔ کیونکہ اب یہودی کسی طرح اس پر قدرت نہیں پا سکتے تھے۔ اب تو وہ فانی زندگی سے ترقی پا چکا تھا۔ افسوس کہ ایک طرف تو اس کا جلالی جسم سے زندہ ہونا اور حواریوں کو ملنا اور جلیل کی طرف جانا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانا بیان کیا گیا ہے اور پھر بات بات میں اس جلالی جسم کے ساتھ بھی یہودیوں کا خوف ہے اس ملک سے پوشیدہ طور پر بھاگتا ہے کہ تا کوئی یہودی دیکھ نہ لے اور جان بچانے کے لئے ستر ۷۰ کوس کا سفر جلیل کی طرف کرتا ہے۔ بار بار منع کرتا ہے کہ یہ واقعہ کسی کے پاس بیان نہ کرو۔ کیا یہ جلالی جسم کے لچھّن اور علامتیں ہیں؟ نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جلالی اور نیا جسم نہ تھا وہی زخم آلودہ جسم تھا جو جان نکلنے سے بچایا گیا۔ اور چونکہ یہودیوں کا پھر بھی اندیشہ تھا اس لئے برعایت ظاہر اسباب مسیح نے اس ملک کو چھوڑ دیا۔ اس کے مخالف جس قدر باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب بیہودہ اور خام خیال ہیں کہ پہرہ داروں کو یہودیوں نے رشوت دی کہ تم یہ گواہی دو کہ حواری لاش کو چُرا کر لے گئے اور ہم سوتے تھے۔ اگر وہ سوتے تھے تو ان پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تم کو سونے کی حالت میں کیونکر معلوم ہو گیا کہ یسوع کی لاش کو چوری اٹھا لے گئے۔ اور کیا صرف اتنی بات سے کہ یسوع قبر میں نہیں کوئی عقلمند سمجھ سکتا تھا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ کیا دنیا میں اور اسباب نہیں جن سے قبریں خالی رہ جاتی ہیں؟ اس بات کا بارِ ثبوت تو مسیح کے ذمہ تھا کہ وہ آسمان پر جانے کے وقت دو تین سو یہودیوں کو ملتا اور پلاطوس سے بھی ملاقات کرتا۔ جلالی

جسم کے ساتھ اس کو کس کا خوف تھا مگر اس نے یہ طریق اختیار نہیں کیا اور اپنے مخالفوں کو ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ خوفناک دل کے ساتھ جلیل کی طرف بھاگا۔ اس لئے ہم قطعی طور پر یقین رکھتے اور مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ اس قبر میں سے نکل گیا جو کوٹھے کی طرح کھڑکی دار تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر حواریوں کو ملا مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ اس نے کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ وہی جسم تھا اور وہی زخم تھے اور وہی خوف دل میں تھا کہ مبادا بدبخت یہودی پھر پکڑ لیں۔ متی باب ۲۸ آیت ۷و۸و۹و۱۰ کو غور سے پڑھو۔ ان آیات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ وہ عورتیں جن کو کسی نے یہ پتہ دیا تھا کہ مسیح جیتا ہے اور جلیل کی طرف جا رہا ہے اور کہنے والے نے چپکے سے یہ بھی کہا تھا کہ شاگردوں کو جا کر یہ خبر کر دو۔ وہ اس بات کو سن کر خوش تو ہوئیں مگر بڑی خوفناک حالت میں روانہ ہوئیں یعنی یہ اندیشہ تھا کہ اب بھی کوئی شریر یہودی مسیح کو پکڑ نہ لے۔ اور آیت ۹ میں ہے کہ جب وہ عورتیں شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں تو یسوع انہیں ملا اور کہا سلام۔ اور آیت دس میں ہے کہ یسوع نے انہیں کہا مت ڈرو یعنی میرے پکڑے جانے کا اندیشہ نہ کرو پر میرے بھائیوں کو کہو کہ جلیل کو جائیں☆ وہاں مجھے دیکھیں گے۔ یعنی یہاں میں ٹھہر نہیں سکتا کہ دشمنوں کا اندیشہ ہے۔ غرض اگر فی الحقیقت مسیح مرنے کے بعد جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہوا تھا تو یہ بارِ ثبوت اس پر تھا کہ وہ ایسی زندگی کا یہودیوں کو ثبوت دیتا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ اس بارِ ثبوت سے سبکدوش نہیں ہوا۔ یہ ایک بدیہی بیہودگی ہے کہ ہم یہودیوں پر الزام لگاویں کہ انہوں نے مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت کو روک دیا بلکہ مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 16 تا 50)

☆ نوٹ: اس جگہ مسیح نے عورتوں کو ان الفاظ سے تسلی نہیں دی کہ اب میں نئے اور جلالی جسم کے ساتھ اٹھا ہوں اب میرے پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ عورتوں کو کمزور دیکھ کر معمولی تسلی دی جو ہمیشہ مرد عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ غرض جلالی جسم کا کوئی ثبوت نہ دیا بلکہ اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلا کر معمولی جسم کا ثبوت دے دیا۔ منہ

باب دوم

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے بچ جانے کی نسبت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہم کو ملی ہیں﴾

یہ دلائل جواب ہم اس باب میں لکھنے لگے ہیں بظاہر ان کی نسبت ہر ایک کو خیال پیدا ہوگا کہ عیسائیوں کے مقابل پر ان وجوہات کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن شریف یا کسی حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھتے۔ لیکن ہم نے محض اس غرض سے ان کو لکھا ہے کہ تا عیسائیوں کو قرآن شریف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ معلوم ہو اور ان پر یہ حقیقت کھلے کہ کیونکر وہ سچائیاں جو صدہا برس کے بعد اب معلوم ہوئی ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الآیۃ. وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ☆ الآیۃ یعنی یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ ان کو محض ایک شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور ان کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر چہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخر کار وہی بات سچی نکلی۔ اور اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ

☆ النساء:158

حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ یہودیوں کی پرانی تاریخ کے رو سے مسیح کو تلوار کے ذریعہ سے قتل کرنا ثابت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہوا۔ بھونچال آیا۔ پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی۔ سبت کے دن کی رات قریب آ گئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھڑانے کے لئے متوجہ ہوا۔ یہ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ تا ہر ایک کو مُردہ معلوم ہو۔ اور یہودیوں پر اس وقت ایک ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا۔ اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ جائیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی ان کو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گزرتی ہو گی۔ اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا ہے تو اس کے اس دکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ لہٰذا ان کے دل بے قرار ہو کر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا یا کیا حال ہے۔ مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لئے خدائی تدبیریں تھیں۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَلٰـــکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ☆ یعنی یہود نے مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے لیکن خدا نے ان کو شبہ میں ڈال دیا کہ گویا جان سے مار دیا ہے۔ اس سے راستبازوں کو خدائے تعالیٰ کے فضل پر بڑی امید بڑھتی ہے کہ جس طرح اپنے بندوں کو چاہے بچا لے۔ اور قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ وَجِیْھًـــا فِـــیْ

☆ النساء:158

الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ [1] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت اور مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودوس اور پلاطوس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔ اور یہ خیال کہ دنیا میں پھر آ کر عزت اور بزرگی پائیں گے۔ یہ ایک بے اصل وہم ہے جو نہ صرف خدائے تعالیٰ کی کتابوں کے منشاء کے مخالف بلکہ اس کے قدیم قانونِ قدرت سے بھی مغائر اور مبائن اور پھر ایک بے ثبوت امر ہے مگر واقعی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا۔ تو اس ملک میں خدائے تعالیٰ نے ان کو بہت عزت دی اور بنی اسرائیل کی وہ دس قومیں جو گم تھیں اس جگہ آ کر ان کو مل گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس ملک میں آ کر اکثر ان میں سے بُدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے اور بعض ذلیل قسم کی بت پرستی میں پھنس گئے تھے۔ سو اکثر ان کے حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے سے راہ راست پر آ گئے۔ اور چونکہ حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کے لئے وصیّت تھی اس لئے وہ دس فرقے جو اس ملک میں آ کر افغان اور کشمیری کہلائے۔ آخر کار سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی۔ اور حال میں ایک سکّہ ملا ہے جو اسی ملک پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور اُسی زمانہ کا سکّہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آ کر شاہانہ عزت پائی۔ اور غالباً یہ سکّہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت مسیح پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک اور سکّہ برآمد ہوا ہے اس پر ایک اسرائیلی مرد کی تصویر ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی تصویر ہے۔ قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے یہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی ہے کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا [2] سو ان سکوں سے ثابت ہے کہ اُس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جب تک اس کو ایک شاہانہ عزت نہ دی گئی۔ اسی طرح

۱۔ آل عمران:46 ۲۔ وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ (مریم:32)

قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا☆ یعنی اے عیسیٰ میں ان الزاموں سے تجھے بَری کروں گا اور تیرا پاکدامن ہونا ثابت کردوں گا اور ان تہمتوں کو دور کردوں گا جو تیرے پر یہود اور نصاریٰ نے لگائیں۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس کا ماحصل یہی ہے کہ یہود نے یہ تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح مصلوب ہوکر ملعون ہوکر خدا کی محبت ان کے دل میں سے جاتی رہی اور جیسا کہ لعنت کے مفہوم کے لئے شرط ہے ان کا دل خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ہوگیا اور تاریکی کے بے انتہا طوفان میں پڑگیا اور بدیوں سے محبت کرنے لگا اور کل نیکیوں کا مخالف ہوگیا اور خدا سے تعلق توڑ کر شیطان کی بادشاہت کے ماتحت ہوگیا اور اس میں اور خدا میں حقیقی دشمنی پیدا ہوگئی۔ اور یہی تہمت ملعون ہونے کی نصاریٰ نے بھی لگائی تھی مگر نصاریٰ نے اپنی نادانی سے دوضدوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو حضرت مسیح کو خدا کا فرزند قرار دیا اور دوسری طرف ملعون بھی قرار دیا ہے اور خود مانتے ہیں کہ ملعون تاریکی اور شیطان کا فرزند ہوتا ہے یا خود شیطان ہوتا ہے سو حضرت مسیح پر یہ سخت ناپاک تہمتیں لگائی گئی تھیں۔ اور ''مُطَهِّرُكَ'' کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کرے گا۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہوگئی کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے۔ لیکن یہ گواہی عوام کی نظر میں نظری اور باریک تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے انصاف نے یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریّت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے ہونی چاہیئے۔ سو اب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنی تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ محسوس طور پر ہوگئی اور لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا

☆ آل عمران:56

ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔ یعنی جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔ جیسا کہ لاسہ جس کے معنی ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ بھی حضرت مسیح کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی ہوئی ہے۔☆ اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس ۱۲۵ برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اس لئے نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس ۳۳ برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی روایت صحیح نہیں ٹھہر سکتی تھی اور نہ وہ اس چھوٹی سی عمر میں یعنی تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے تھے۔ اور یہ روائتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ کنز العمّال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۴❁ میں ابو ہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ اوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی عیسٰی ان یاعیسٰی انتقل من مکان الٰی مکان لئلا تعرف فتؤذٰی یعنی اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسٰی ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا تا کہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب میں جابر سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی

❁ جلد دوم

☆ عاش عیسی ابن مریم مائة و خمسا و عشرین سنة .(الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الظھری.

ہے۔ **کان عیسی ابن مریم یسیح فاذا امسیٰ اکل بقل الصحراء و یشرب الماء القراح** ☆یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں۔ **قال احب شیء الی اللّٰہ الغرباء قیل ای شیء الغرباء، قال الذین یفرّون بدینھم و یجتمعون الیٰ عیسی ابن مریم۔** ❁یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنی ہیں کہا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔ ❁

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 50 تا 56)

تیسرا باب

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو طبابت کی کتابوں میں سے لی گئی ہیں﴾

ایک اعلیٰ درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہم کو ملی ہے اور جو ایسی شہادت ہے کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہ ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مؤلّف مجوسی یا یہودی ہیں۔ اور بعض کے بنانے والے مسلمان ہیں۔ اور اکثر ان میں بہت قدیم زمانہ کی ہیں۔ تحقیق سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول زبانی طور پر اس نسخہ کا لاکھوں انسانوں میں شہرہ ہوگیا اور پھر لوگوں نے اس نسخہ کو قلمبند کر لیا۔ پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادین تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اور جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔ پھر وہ قرابادین کئی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی یہاں تک کہ مامون رشید کے زمانہ میں عربی زبان میں اس

☆ جلد دوم صفحہ ۷۱ ۔ ❁ جلد چھ صفحہ ۵۱

❁ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال للشیخ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی مطبع دائرة

کا ترجمہ ہوا۔اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کے حواریوں نے طیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہوجاتا ہے اور چونکہ اس میں مُرّ بھی داخل ہے اس لئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔اور یہ دوا طاعون کے لئے بھی مفید ہے۔اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی یا کسی طبیب کے مشورہ سے طیار کی گئی تھی۔ اس میں بعض دوائیں اکسیر کی طرح ہیں۔خاص کر مُرّ جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہوگئے۔اور اس قدر طاقت آ گئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے۔پس اس دوا کی تعریف میں اس قدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔اور جن طب کی کتابوں میں یہ نسخہ لکھا گیا وہ ہزار کتاب سے بھی زیادہ ہیں۔جن کی فہرست لکھنے سے بہت طول ہوگا اور چونکہ یہ نسخہ یونانی طبیبوں میں بہت مشہور ہے اس لئے میں کچھ ضرورت نہیں دیکھتا کہ تمام کتابوں کے نام اس جگہ لکھوں۔محض چند کتابیں جو اس جگہ موجود ہیں ذیل میں لکھ دیتا ہوں۔

فہرست ان طبّی کتابوں کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی

قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا جلد ثالث صفحہ نمبر ۱۳۳۔شرح قانون علامہ قطب الدین شیرازی جلد ثالث۔کامل الصناعۃ تصنیف علی بن العباس المجوسی جلد دوم صفحہ ۶۰۲۔کتاب مجموعہ بقائی مصنفہ محمود محمد اسماعیل مخاطب از خاقان بخطاب پدر محمد بقا خان جلد ۲ صفحہ ۴۹۷۔

کتاب تذکرۃ اولوالالباب مصنفہ شیخ داؤد الضریرالانطا کی صفحہ ۳۰۳۔قرابا دین رومی مصنفہ قریب زمانہ حضرت مسیح جس کا ترجمہ مامون رشید کے وقت میں عربی میں ہوا امراض جلد۔ کتاب عمدۃ المحتاج مصنفہ احمد بن حسن الرشیدی الحکیم اس کتاب میں مرہم عیسیٰ وغیرہ ادویہ سوکتاب میں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کتابوں میں سے لکھی گئی ہیں۔اور وہ تمام کتابیں فرنچ زبان میں تھیں۔کتاب قرابادین فارسی مصنفہ حکیم محمد اکبرارزانی امراض جلد۔کتاب شفاء الاسقام جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔کتاب مرأۃ الشفا مصنفہ حکیم نتھو شاہ نسخہ قلمی امراض جلد۔ ذخیرہ خوارزم شاہی امراض جلد۔شرح قانون گیلانی جلد ثالث۔شرح قانون قرشی جلد ثالث۔ قرابادین علوی خان امراض جلد۔کتاب علاج الامراض مصنفہ حکیم محمد شریف خان صاحب صفحہ ۸۹۳۔قرابادین یونانی امراض جلد۔تحفۃ المؤمنین برحاشیہ مخزن الادویہ صفحہ ۷۱۳۔کتاب محیط فی الطب صفحہ ۳۶۷۔کتاب اکسیراعظم جلد رابع مصنفہ حکیم محمد اعظم خان صاحب المخاطب بناظم جہاں صفحہ ۳۳۱۔کتاب قرابادین معصومی لمعصوم بن کریم الدین الشوستری شیرازی۔کتاب عجالہ نافعہ محمد شریف دہلوی صفحہ ۴۱۰۔کتاب طب شبری مسمّی بلوامع شبریہ تالیف سید حسین شبر کاظمی صفحہ ۴۷۱۔کتاب مخزن سلیمانی ترجمہ اکسیرعربی صفحہ ۵۹۹۔مترجم محمد شمس الدین صاحب بہاولپوری۔شفاء الامراض مترجم مولانا الحکیم محمد نور کریم صفحہ ۲۸۲۔کتاب الطب داراشکوہی مؤلفہ نورالدین محمد عبدالحکیم عین الملک الشیرازی ورق ۳۶۰۔کتاب منہاج الدکان بدستورالاعیان فی اعمال وترکیب النافعہ للابدان تالیف افلاطون زمانہ ورئیس اوانہ ابوالمنا ابن ابی نصر العطار الاسرائیلی الہارونی (یعنی یہودی) صفحہ ۸۶۔کتاب زبدۃ الطب لسید الامام ابوابراہیم اسمٰعیل بن حسن الحسینی الجرجانی ورق ۱۸۲۔طب اکبر مصنفہ محمد اکبرارزانی صفحہ ۲۴۲۔کتاب میزان الطب مصنفہ محمد اکبرارزانی صفحہ ۱۵۲۔سدیدی مصنفہ رئیس المتکلمین امام المحقّقین السدیدالکاذرونی صفحہ ۲۸۳ جلد ۲۔کتاب حاوی کبیر ابن ذکریا امراض جلد۔قرابادین ابن تلمیذ امراض جلد۔ قرابادین ابن ابی صادق امراض جلد۔

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو میں نے بطور نمونہ اس جگہ لکھا ہے۔اور یہ بات اہل علم اور خاص کر

طبیبوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر ان میں ایسی کتابیں ہیں جو پہلے زمانہ میں اسلام کے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور یورپ کے طالب العلم بھی ان کو پڑھتے تھے۔اور یہ کہنا بالکل سچ اور مبالغہ کی ایک ذرہ آمیزش سے بھی پاک ہے کہ ہر ایک صدی میں قریباً کروڑہا انسان ان کتابوں کے نام سے واقف ہوتے چلے آئے ہیں اور لاکھوں انسانوں نے ان کو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے عالم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ ان بعض عظیم الشان کتابوں کے نام سے ناواقف ہو جو اس فہرست میں درج ہیں۔جس زمانہ میں ہسپانیہ اور کیسمنو اور ستلیرنم ☆ دارالعلم تھے اس زمانہ میں بوعلی سینا کی کتاب قانون جو طب کی ایک بڑی کتاب ہے جس میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے اور دوسری کتابیں شفاء اور اشارات اور بشارات جو طبعی اور ہیئت اور فلسفہ وغیرہ میں ہیں بڑے شوق سے اہلِ یورپ سیکھتے تھے۔اور ایسا ہی ابونصر فارابی اور ابوریحان اور اسرائیل اور ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق اور اسحاق وغیرہ فاضلوں کی کتابیں اور ان کی یونانی سے ترجمہ شدہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں یقیناً ان کتابوں کے ترجمے یورپ کے کسی حصہ میں اب تک موجود ہوں گے۔اور چونکہ اسلام کے بادشاہ علم طب وغیرہ کو ترقی دینا بدل چاہتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے یونان کی عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کرایا اور عرصہ دراز تک ایسے بادشاہوں میں خلافت رہی کہ وہ ملک کی توسیع کی نسبت علم کی توسیع زیادہ چاہتے تھے انہی وجوہ اور اسباب سے انہوں نے نہ صرف یونانی کتابوں کے ترجمے عربی میں کرائے بلکہ ملک ہند کے فاضل پنڈتوں کو بھی بڑی بڑی تنخواہوں پر طلب کر کے طب وغیرہ علوم کے بھی ترجمے کرائے پس ان کے احسانوں میں سے حق کے طالبوں پر یہ ایک بڑا احسان ہے جو انہوں نے ان رومی و یونانی وغیرہ طبی کتابوں کے ترجمے کرائے جن میں مرہم عیسیٰ موجود تھی اور جس پر کتبہ کی طرح یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار کی گئی تھی۔فاضل حکماء عہد اسلام نے جیسا کہ ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق ہیں جن کو علاوہ علم طب وطبعی وفلسفہ وغیرہ کی یونانی

☆ ہسپانیہ یعنی اندلس۔کیسمنو یعنی قسطمونیہ۔ستلیرنم یعنی شنترین۔منہ

زبان میں خوب مہارت تھی جب اس قرابا دین کا جس میں مرہم عیسیٰ تھی ترجمہ کیا تو عقلمندی سے شلیخا کے لفظ کو جو ایک یونانی لفظ ہے جو باراں کو کہتے ہیں بعینہٖ عربی میں لکھ دیا تا اس بات کا اشارہ کتابوں میں قائم رہے کہ یہ کتاب یونانی قرابا دین سے ترجمہ کی گئی۔ اسی وجہ سے اکثر ہر ایک کتاب میں شلیخا کا لفظ بھی لکھا ہوا پاؤ گے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ پرانے سکّے بڑی قابل قدر چیزیں ہیں اور ان کے ذریعہ سے بڑے بڑے تاریخی اسرار کھلتے ہیں لیکن ایسی پرانی کتابیں جو مسلسل طور پر ہر صدی میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئیں اور بڑے بڑے مدارس میں پڑھائی گئیں اور اب تک درسی کتابوں میں داخل ہیں ان کا مرتبہ اور عزت ان سکّوں اور کتبوں سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کتبوں اور سکّوں میں جعل سازی کی بھی گنجائشیں ہیں لیکن وہ علمی کتابیں جو اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر ایک قوم ان کی محافظ اور پاسبان ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ ان کی تحریریں بلاشبہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شہادتیں ہیں جو سکّوں اور کتبوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ اگر ممکن ہو تو کسی سکّہ یا کتبہ کا نام تو لو جس نے ایسی شہرت پائی ہو جیسا کہ بوعلی سینا کے قانون نے۔ غرض مرہم عیسیٰ حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے۔ اگر اس شہادت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر دنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاویں گے کیونکہ اگرچہ اب تک ایسی کتابیں جن میں اس مرہم کا ذکر ہے قریباً ایک ہزار ہیں یا کچھ زیادہ۔ لیکن کروڑہا انسانوں میں یہ کتابیں اور ان کے مؤلّف شہرت یافتہ ہیں۔ اب ایسا شخص علم تاریخ کا دشمن ہوگا جو اس بدیہی اور روشن اور پُرزور ثبوت کو قبول نہ کرے۔ اور کیا یہ تحکّم پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان ثبوت کو ہم نظر انداز کر دیں اور کیا ہم ایسے بھاری ثبوت پر بدگمانی کر سکتے ہیں جو یورپ اور ایشیا پر دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے۔ اور جو یہودیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کے نامی فلاسفروں کی شہادتوں سے پیدا ہوا ہے۔ اب اے محققوں کی روحو! اس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو۔ اور اے منصف مزاجو! اس معاملہ میں ذرہ غور کرو۔ کیا ایسا

چمکتا ہوا ثبوت اس لائق ہے کہ اس پر توجہ نہ کی جائے؟ کیا مناسب ہے کہ ہم اس آفتابِ صداقت سے روشنی حاصل نہ کریں؟ یہ وہم بالکل لغو اور بیہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پیر زخمی ہو گئے ہوں۔ مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اس صدمہ کے لئے یہ مرہم طیار کی گئی ہو۔ کیونکہ نبوت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے۔ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں اب تک موجود ہے۔ اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اس کی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا۔ اور اس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اس کے ذمہ ہے کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار ہے اور نہ عیسائیوں کو یعنی صلیب کا واقعہ۔ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو لگی ہو گی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے۔ یہ ثبوت ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے بیہودہ عذرات سے ردّ ہو سکے۔ اب تک بعض کتابیں بھی موجود ہیں جو مصنّفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک پرانا قلمی نسخہ قانون بوعلی سینا کا اُسی زمانہ کا لکھا ہوا میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو پھر یہ صریح ظلم اور سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے روشن ثبوت کو یونہی پھینک دیا جائے۔ بار بار اس بات میں غور کرو اور خوب غور کرو کہ کیونکر یہ کتابیں اب تک یہودیوں اور مجوسیوں اور عیسائیوں اور عربوں اور فارسیوں اور یونانیوں اور رومیوں اور اہل جرمن اور فرانسیسیوں اور دوسرے یورپ کے ملکوں اور ایشیا کے پرانے کتب خانوں میں موجود ہیں اور کیا یہ لائق ہے کہ ہم ایسے ثبوت سے جس کی روشنی سے انکار کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں یونہی منہ پھیر لیں؟ اگر یہ کتابیں صرف اہل اسلام کی تالیف

اور اہلِ اسلام کے ہی ہاتھ میں ہوتیں تو شاید کوئی جلد باز یہ خیال کرسکتا کہ مسلمانوں نے عیسائی عقیدہ پرحملہ کرنے کے لئے جعلی طور پر یہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں۔مگر یہ خیال علاوہ ان وجوہ کے جو ہم بعد میں لکھتے ہیں اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ ایسے جعل کے مسلمان کسی طور سے مرتکب نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد بلاتوقف آسمان پر چلے گئے۔اور مسلمان تو اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوصلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے ان کو زخم پہنچے پھر وہ عمداً ایسی جعل سازی کیونکر کر سکتے تھے جو ان کے عقیدہ کے بھی مخالف تھی۔ ماسوا اس کے ابھی اسلام کا دنیا میں وجود بھی نہیں تھا جبکہ رومی و یونانی وغیرہ زبانوں میں ایسی قرابا دینیں لکھی گئیں اور کروڑ ہا لوگوں میں مشہور کی گئیں جن میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ موجود تھا اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود تھی کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی تھی۔اور یہ قومیں یعنی یہودی وعیسائی و اہل اسلام و مجوسی مذہبی طور پر ایک دوسرے کے دشمن تھے۔پس ان سب کا اس مرہم کو اپنی کتابوں میں درج کرنا بلکہ درج کرنے کے وقت اپنے مذہبی عقیدوں کی بھی پرواہ نہ رکھنا صاف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مرہم ایسا واقعہ مشہورہ تھا کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اس سے منکر نہ ہوسکی۔ہاں جب تک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اس وقت تک ان تمام قوموں کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف قوموں کے کروڑ ہا انسانوں میں شہرت یاب ہو چکا ہے اس سے کوئی تاریخی فائدہ حاصل کریں۔پس اس جگہ ہم بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتدا سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو۔کیونکہ خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔اور وہی ہے جو کسرِ صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ

کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔
لیکن نہ کسی جنگ اورلڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اوراستدلالی رنگ میں
دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں
میں درج ہے۔پس ضرور تھا کہ آسمان ان اموراوران شہادتوں اوران قطعی اور یقینی ثبوتوں
کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔اور ایسا ہی ہوا۔اوراب سے جو وہ موعود
ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اورغور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آ گیا۔
اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں
ہمت پیدا ہو۔اوراب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی
کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔مبارک وہ جو اس
روشنی سے حصہ لے۔اور کیا ہی سعادت مند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔
جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ پھل اپنے وقت پر آتے ہیں ایسا ہی نور بھی اپنے وقت پر ہی اترتا
ہے۔اورقبل اس کے جو وہ خود اترے کوئی اس کو اتار نہیں سکتا۔اور جبکہ وہ اترے تو کوئی اس
کو بند نہیں کرسکتا۔مگر ضرور ہے کہ جھگڑے ہوں اوراختلاف ہومگر آخر سچائی کی فتح ہے۔
کیونکہ یہ امر انسان سے نہیں ہے اور نہ کسی آدم زاد کے ہاتھوں سے بلکہ اس خدا کی طرف
سے ہے جو موسموں کو بدلاتا اور وقتوں کو پھیرتا اور دن سے رات اور رات سے دن نکالتا
ہے۔وہ تاریکی بھی پیدا کرتا ہے مگر چاہتا روشنی کو ہے۔وہ شرک کو بھی پھیلنے دیتا ہے مگر پیار
اس کا توحید سے ہی ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا جلال دوسرے کو دیا جائے۔جب سے کہ
انسان پیدا ہوا ہے اس وقت تک کہ نابود ہو جائے خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ وہ توحید
کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے۔جتنے نبی اس نے بھیجے سب اسی لئے آئے تھے کہ تا انسانوں اور
دوسری مخلوقوں کی پرستش دور کر کے خدا کی پرستش دنیا میں قائم کریں اوران کی خدمت یہی
تھی کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مضمون زمین پر چمکے جیسا کہ وہ آسمان پر چمکتا ہے۔سو ان سب
میں سے بڑا وہ ہے جس نے اس مضمون کو بہت چمکایا۔جس نے پہلے باطل الٰہوں کی
کمزوری ثابت کی اورعلم اور طاقت کے رو سے ان کا ہیچ ہونا ثابت کیا۔اور جب سب کچھ

ثابت کر چکا تو پھر اس فتح نمایاں کی ہمیشہ کے لئے یادگار یہ چھوڑی کہ لَااِلٰــهَ اِلَّا اللّٰــهُ مُحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس نے صرف بے ثبوت دعویٰ کے طور پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں کہا بلکہ اس نے پہلے ثبوت دے کر اور باطل کا بطلان دکھلا کر پھر لوگوں کو اس طرف توجہ دی کہ دیکھو اس خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں جس نے تمہاری تمام قوتیں توڑ دیں اور تمام شیخیاں نابود کر دیں۔ سو اس ثابت شدہ بات کو یاد دلانے کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ مبارک کلمہ سکھلایا کہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ .

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 56 تا 65)

باب چہارم

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں﴾

چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے صفائی ترتیب کے لئے ہم اس کو کئی فصل پر منقسم کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

پہلی فصل

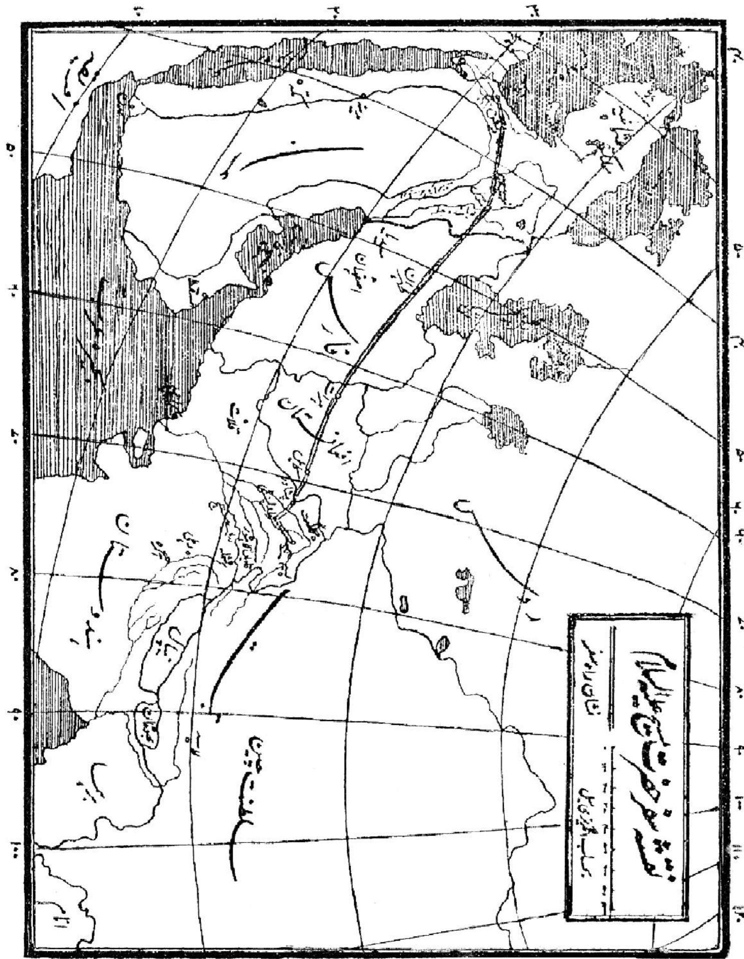
ان شہادتوں کے ذکر میں جو ان اسلامی کتابوں سے لی گئی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کو ثابت کرتی ہیں۔

کتاب روضۃ الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳۔۱۳۴۔۱۳۵ میں بزبان فارسی وہ عبارت لکھی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس واسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے ایک پشمی طاقیہ ان کے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کرتہ پہنے رہتے تھے۔ اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ملک بہ ملک اور شہر بشہر پھرتے تھے اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک

دفعہ سیاحت کے زمانہ میں ان کے رفیقوں نے ان کے لئے ایک گھوڑا خریدا اور ایک دن سواری کی مگر چونکہ گھوڑے کے آب ودانہ اور چارے کا بندوبست نہ ہو سکا اس لئے اس کو واپس کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جو ان کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا۔ مگر اس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی نسبت غلط اور خلافِ واقعہ خبریں پہنچی ہوئی تھیں اس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا اور اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے''۔

یہ خلاصہ بیان تاریخ روضۃ الصفا ہے۔ اور اس جگہ مصنف کتاب نے بہت سے بیہودہ اور لغو اور دوراز عقل معجزات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں۔ جن کو ہم افسوس کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو ان جھوٹ اور فضول اور مبالغہ آمیز باتوں سے پاک رکھ کر صرف اصل مطلب اس سے لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہنچ گئے تھے اور نصیبین موصل اور شام کے درمیان ایک شہر ہے جس کو انگریزی نقشوں میں نسی بس کے نام سے لکھا ہے۔ جب ہم ملک شام سے فارس کی طرف سفر کریں تو ہماری راہ میں نصیبین آئے گا اور وہ بیت المقدس سے قریباً ساڑھے چار سو کوس ہے اور پھر نصیبین سے قریباً ۴۸ میل موصل ہے جو بیت المقدس سے پانسو میل کے فاصلہ پر ہے اور موصل سے فارس کی حد صرف سو میل رہ جاتی ہے اس حساب سے نصیبین فارس کی حد سے ڈیڑھ سو میل پر ہے اور فارس کی مشرقی حد افغانستان کے شہر ہرات تک ختم ہوتی ہے یعنی فارس کی طرف ہرات افغانستان کی مغربی حد پر واقع ہے اور فارس کی مغربی حد سے قریباً نو سو میل کے فاصلہ پر ہے اور ہرات سے درہ خیبر تک قریباً پانسو میل کا فاصلہ ہے۔ دیکھو نقشہ ھٰذا۔



(یو۔سی۔بیئس۔اے عیسائی تاریخ یونانی جس کو ہین مر نامی ایک شخص لندن کے رہنے والے نے ۱۶۵۰ء میں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اس کے پہلے باب چودھویں فصل میں ایک خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ اگبیرس نام نے دریائے فرات کے پار سے حضرت عیسیٰ کو اپنے پاس بلایا تھا۔ اگبیرس کا حضرت عیسیٰ کی طرف خط اور حضرت عیسیٰ کا جواب بہت جھوٹ اور مبالغہ سے بھرا ہوا ہے۔ مگر اس قدر سچی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے یہودیوں کا ظلم سن کر حضرت عیسیٰ کو اپنے پاس پناہ دینے کے لئے بلایا تھا اور بادشاہ کو خیال تھا کہ یہ سچا نبی ہے۔ منہ)

یہ ان ملکوں اور شہروں کا نقشہ ہے جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا کشمیر کی طرف آتے ہوئے گذر ہوا۔ اس سیر و سیاحت سے آپ کا یہ ارادہ تھا کہ تا اول ان بنی اسرائیل کو ملیں جن کو شاہ سلمنذر پکڑ کر ملک میدیا میں لے گیا تھا۔ اور یاد رہے کہ عیسائیوں کے شائع کردہ نقشہ میں میدیا بحیرہ خزر کے جنوب میں دکھایا گیا ہے جہاں آج کل فارس کا ملک واقع ہے۔ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کم سے کم میدیا اس ملک کا ایک حصہ تھا جسے آج کل فارس کہتے ہیں اور فارس کی مشرقی حد افغانستان سے متصل ہے اور اس کے جنوب میں سمندر ہے۔ اور مغرب میں ملک روم۔ بہر حال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور ان گمشدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں افغان کا نام عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترکیبی ہے جس کے معنی بہادر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی فتح یابیوں کے وقت یہ خطاب بہادر کا اپنے لئے مقرر کیا۔ ☆

اب حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے۔ اس ارادہ سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ افغانستان اور کشمیر کی حد فاصل چترال کا علاقہ اور کچھ حصہ پنجاب کا ہے۔ اگر افغانستان سے کشمیر میں پنجاب کے رستے سے آویں تو قریباً اسّی کوس یعنی ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور چترال کی راہ سے سو کوس کا فاصلہ ہے۔ لیکن حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اس لئے کشمیر

☆ توریت میں بنی اسرائیل کے لئے وعدہ تھا کہ اگر تم آخری نبی پر ایمان لاؤ گے تو آخری زمانہ میں بہت سی مصیبتوں کے بعد پھر حکومت اور بادشاہت تم کو ملے گی۔ چنانچہ وہ وعدہ اس طور پر پورا ہوا کہ بنی اسرائیل کی دس قوموں نے اسلام اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے افغانوں میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے اور نیز کشمیریوں میں بھی۔ منہ

میں آ کر بآ سانی تبت میں جا سکتے تھے۔اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آ ویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرینِ قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالبًا وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہرحال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے برخلاف لکھا ہے انہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔ افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔خیر اس جگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔اس جگہ صرف حضرت مسیح کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی۔اس لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیاح بلکہ سیاحوں کا سردار رکھا گیا۔ چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علاّمہ یعنی عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی

عظمت اور فضیلت میں شہرۂ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں ۱۳۰۶ھ میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیح کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے۔ ''**این عیسٰی روح اللّٰہ و کلمتہ رأس الزاھدین و امام السائحین**'' یعنی کہاں ہے عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیاحوں کا امام تھا یعنی وہ وفات پا گیا اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے۔ دیکھو اس جگہ اس فاضل نے حضرت عیسیٰ کو نہ صرف سیاح بلکہ سیاحوں کا امام لکھا ہے۔ ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے۔ ''**قیل سُمِّيَ عیسٰی بمسیح لانّہٗ کان سائحًا فی الارض لا یستقرّ**''. یعنی عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنی اس کی فطرت کو خیر و برکت دی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو اور یہ نام حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ یہ نام دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنی اس کی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کی گئی یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجال کو دیا گیا اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہو اور یہ دونوں نام یعنی مسیح سیاحت کرنے والا اور مسیح برکت دیا گیا یہ باہم ضد نہیں ہیں اور پہلے معنی دوسرے کو باطل نہیں کر سکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنی اس سے مراد ہوتے ہیں اور سب اس پر صادق آتے ہیں۔

اب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سیاح ہونا اس قدر اسلامی تواریخ سے ثابت ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں سے نقل کیا جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مضمون اپنے طول کی وجہ سے ایک ضخیم کتاب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 66 تا 72)

دوسری فصل

﴿اُن تاریخی کتابوں کی شہادت میں جو بُدھ مذہب کی کتابیں ہیں۔﴾

واضح ہو کہ بُدھ مذہب کی کتابوں میں سے انواع اقسام کی شہادتیں ہم کو دستیاب ہوئی ہیں جن کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اس ملک پنجاب و کشمیر وغیرہ میں آئے تھے۔ اُن شہادتوں کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تا ہر ایک منصف ان کو اول غور سے پڑھے اور پھر ان کو اپنے دل میں ایک مسلسل صورت میں ترتیب دے کر خود ہی نتیجہ مذکورہ بالا تک پہنچ جائے۔ اور وہ یہ ہیں۔ اول وہ خطاب جو بُدھ کو دیئے گئے مسیح کے خطابوں سے مشابہ ہیں اور ایسا ہی وہ واقعات جو بُدھ کو پیش آئے مسیح کی زندگی کے واقعات سے ملتے ہیں۔ مگر بُدھ مذہب سے مراد ان مقامات کا مذہب ہے جو تبت کی حدود یعنی لیہ اور لاسہ اور گلگت اور ہمس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جن کی نسبت ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح ان مقامات میں گئے تھے۔ خطابوں کی مشابہت میں یہ ثبوت کافی ہے کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیموں میں اپنا نام نور رکھا ہے ایسا ہی گوتم کا نام بُدھ رکھا گیا ہے جو سنسکرت میں نور کے معنوں پر آتا ہے اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام استاد بھی ہے ایسا ہی بُدھ کا نام ساستا یعنی استاد ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام انجیل میں مبارک رکھا گیا ہے۔ اسی طرح بُدھ کا نام بھی سُگت ہے یعنی مبارک ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام شاہزادہ رکھا گیا ہے اور بُدھ کا نام بھی شاہزادہ ہے۔ اور ایک نام مسیح کا انجیل میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آنے کے مدعا کو پورا کرنے والا ہے۔ ایسا ہی بُدھ کا نام بھی بُدھ کی کتابوں میں سدارتھار کھا گیا ہے یعنی اپنے آنے کا مدعا پورا کرنے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح کا ایک نام یہ بھی ہے کہ وہ تھکوں ماندوں کو پناہ دینے والا ہے۔ ایسا ہی بُدھ کی کتابوں میں بُدھ کا نام ہے اَسَرُن سَرُن یعنی بے پناہوں کو پناہ دینے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح بادشاہ بھی کہلائے ہیں گو آسمان کی بادشاہت مراد لے لی ایسا ہی بُدھ بھی بادشاہ کہلایا ہے۔ اور واقعات کی مشابہت کا یہ ثبوت ہے کہ مثلاً جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے اور

شیطان نے ان کو کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو تمام دنیا کی دولتیں اور بادشاہتیں تیرے لئے ہوں گی۔ یہی آزمائش بُدھ کی بھی کی گئی اور شیطان نے اس کو کہا کہ اگر تو میرا یہ حکم مان لے کہ ان فقیری کے کاموں سے باز آ جائے اور گھر کی طرف چلا جائے تو میں تجھ کو بادشاہت کی شان وشوکت عطا کروں گا لیکن جیسا کہ مسیح نے شیطان کی اطاعت نہ کی ایسا ہی لکھا ہے کہ بُدھ نے بھی نہ کی۔ دیکھو کتاب ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈس بُدھ ازم[1]۔ اور کتاب مونیر ولیمس بُدھ ازم[2]۔ ☆

اب اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام انجیل میں کئی قسم کے خطاب اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہی خطاب بُدھ کی کتابوں میں جو اس سے بہت عرصہ پیچھے لکھی گئی ہیں بُدھ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے ایسا ہی ان کتابوں میں بُدھ کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ بھی شیطان سے آزمایا گیا بلکہ ان کتابوں میں اس سے زیادہ بُدھ کی آزمائش کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب شیطان بُدھ کو دولت اور بادشاہت کی طمع دے چکا تب بُدھ کو خیال پیدا ہوا کہ کیوں اپنے گھر کی طرف واپس نہ جائے۔ لیکن اس نے اس خیال کی پیروی نہ کی اور پھر ایک خاص رات میں وہی شیطان اس کو پھر ملا اور اپنی تمام ذرّیات ساتھ لایا اور ہیبت ناک صورتیں بنا کر اس کو ڈرایا اور بُدھ کو وہ شیاطین سانپوں کی طرح نظر آئے جن کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان سانپوں نے زہر اور آگ اس کی طرف پھینکنی شروع کی لیکن زہر پھول بن جاتے تھے اور آگ بُدھ کے گرد ایک ہالہ بنا لیتی تھی۔ پھر جب اس طرح پر کامیابی نہ ہوئی تو شیطان نے اپنی سولہ لڑکیوں کو بلایا اور اُن کو کہا کہ تم اپنی خوبصورتی بُدھ پر ظاہر کرو لیکن اس سے بھی بُدھ کے دل کو تزلزل نہ ہوا اور شیطان اپنے ارادوں میں نامراد رہا اور شیطان نے اور اور طریقے بھی اختیار کئے مگر بُدھ کے استقلال کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی اور بُدھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو طے کرتا گیا اور آخر کار ایک لمبی رات کے بعد یعنی سخت آزمائشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بُدھ نے اپنے دشمن یعنی شیطان کو مغلوب کیا اور سچے علم کی روشنی اس پر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنی امتحان سے

☆ نیز دیکھو چائنیز بدھ ازم مصنفہ اڈکنس + بدھ مصنفہ اولڈن برگ ترجمہ ڈبلیو ہوئی، لائف آف بدھ۔ ترجمہ راک ہل۔ منہ

1.Buddhism by T.W.Rhys Davids, 2.Buddhism by Sir Monier Williams

فراغت پاتے ہی اس کو تمام باتوں کا علم ہوگیا اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بُدھ مذہب کی پیدائش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اس وقت اس کو بُدھ یعنی نور اور روشنی کا خطاب ملا اور جس درخت کے نیچے وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب انجیل کھول کر دیکھو کہ یہ شیطان کا امتحان جس سے بُدھ آزمایا گیا کس قدر حضرت مسیح کے امتحان سے مشابہ ہے یہاں تک کہ امتحان کے وقت میں جو حضرت مسیح کی عمر تھی قریباً وہی بُدھ کی عمر تھی اور جیسا کہ بُدھ کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان درحقیقت انسان کی طرح مجسم ہوکر لوگوں کے دیکھتے ہوئے بُدھ کے پاس نہیں آیا بلکہ وہ ایک خاص نظارہ تھا جو بُدھ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور شیطان کی گفتگو شیطانی الہام تھی یعنی شیطان اپنے نظارہ کے ساتھ بُدھ کے دل میں یہ القا بھی کرتا تھا کہ یہ طریق چھوڑ دینا چاہیئے اور میرے حکم کی پیروی کرنی چاہیئے میں تجھے دنیا کی تمام دولتیں دے دوں گا۔ اسی طرح عیسائی محقق مانتے ہیں کہ شیطان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا وہ بھی اس طرح نہیں آیا تھا کہ یہودیوں کے سامنے انسان کی طرح ان کی گلیوں کوچوں سے ہوکر اپنی مجسم حالت میں گذرتا ہوا حضرت مسیح کو آملا ہو اور انسانوں کی طرح ایسی گفتگو کی ہو کہ حاضرین نے بھی سنی ہو بلکہ یہ ملاقات بھی ایک کشفی رنگ میں ملاقات تھی۔ جو حضرت مسیح کی آنکھوں تک محدود تھی اور باتیں بھی الہامی رنگ میں تھیں۔ یعنی شیطان نے جیسا کہ اس کا قدیم سے طریق ہے اپنے ارادوں کو وسوسوں کے رنگ میں حضرت مسیح کے دل میں ڈالا تھا۔ مگر ان شیطانی الہامات کو حضرت مسیح کے دل نے قبول نہ کیا بلکہ بُدھ کی طرح ان کو ردّ کیا۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر مشابہت بُدھ میں اور حضرت مسیح میں کیوں پیدا ہوئی۔ اس مقام میں آریہ تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح نے اس سفر کے وقت جبکہ ہندوستان کی طرف انہوں نے سفر کیا تھا بُدھ مذہب کی باتوں کو سن کر اور بُدھ کے ایسے واقعات پر اطلاع پاکر اور پھر واپس اپنے وطن میں جاکر اسی کے موافق انجیل بنالی تھی۔ اور بُدھ کے اخلاق میں سے چُرا کر اخلاقی تعلیم لکھی تھی اور جیسا کہ بُدھ نے اپنے تئیں نور کہا اور علم کہا اور دوسرے خطاب اپنے نفس کے لئے مقرر کئے وہی تمام خطاب مسیح نے اپنی

طرف منسوب کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تمام قصہ بُدھ کا جس میں وہ شیطان سے آزمایا گیا اپنا قصہ قرار دے دیا۔ لیکن یہ آریوں کی غلطی اور خیانت ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی بلکہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئی جب کہ بلاد شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا اور ان کو اپنے زعم میں صلیب دے دیا جس سے خدائے تعالیٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچالیا۔ تب وہ اس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کر چکے اور بباعث اس بدی کے ان یہودیوں کے دل ایسے سخت ہو گئے کہ وہ اس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں اس وقت حضرت مسیح نے خدائے تعالیٰ سے یہ اطلاع پا کر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آ گئے ہیں ان ملکوں کی طرف قصد کیا۔ اور چونکہ ایک گروہ یہودیوں کا بُدھ مذہب میں داخل ہو چکا تھا اس لئے ضرور تھا کہ وہ نبی صادق بُدھ مذہب کے لوگوں کی طرف توجہ کرتا۔ سو اس وقت بُدھ مذہب کے عالموں کو جو مسیحا بُدھ کے منتظر تھے یہ موقع ملا کہ انہوں نے حضرت مسیح کے خطابات اور ان کی بعض اخلاقی تعلیمیں جیسا کہ یہ کہ ”اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور بدی کا مقابلہ نہ کرو“۔ اور نیز حضرت مسیح کا بگوا یعنی گورا رنگ ہونا جیسا کہ گوتم بُدھ نے پیشگوئی میں بیان کیا تھا یہ سب علامتیں دیکھ کر ان کو بُدھ قرار دے دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح کے بعض واقعات اور خطابات اور تعلیمیں اسی زمانہ میں گوتم بُدھ کی طرف بھی عمداً یا سہواً منسوب کر دیئے گئے ہوں کیونکہ ہمیشہ ہندو تاریخ نویسی میں بہت کچے رہے ہیں۔ اور بُدھ کے واقعات حضرت مسیح کے زمانہ تک قلمبند نہیں ہوئے تھے اس لئے بُدھ کے عالموں کو بڑی گنجائش تھی کہ جو کچھ چاہیں بُدھ کی طرف منسوب کر دیں سو یہ قرینِ قیاس ہے کہ جب انہوں نے حضرت مسیح کے واقعات اور اخلاقی تعلیم سے اطلاع پائی تو ان امور کو اپنی طرف سے اور کئی باتیں ملا کر بُدھ کی طرف منسوب کر دیا ہوگا۔ ☆

☆ نوٹ: ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بدھ مذہب میں قدیم سے ایک بڑا حصہ اخلاقی تعلیم کا موجود ہے مگر ساتھ اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں اس میں سے وہ حصہ بعینہٖ انجیل کی تعلیم اور انجیل کی مثالیں اور انجیل کی عبارتیں ہیں یہ حصہ بلاشبہ اُس وقت بدھ مذہب کی کتابوں میں ملایا گیا ہے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں پہنچے۔ منہ

چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ یہ اخلاقی تعلیم کا حصہ جو بُدھ مذہب کی کتابوں میں انجیل کے مطابق پایا جاتا ہے اور یہ خطابات نور وغیرہ جو مسیح کی طرح بُدھ کی نسبت لکھے ہوئے ثابت ہوتے ہیں اور ایسا ہی شیطان کا امتحان یہ سب امور اس وقت بُدھ مذہب کی پُستکوں میں لکھے گئے تھے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں صلیبی تفرقہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

اور پھر ایک اور مشابہت بُدھ کی حضرت مسیح سے پائی جاتی ہے کہ بُدھ ازم میں لکھا ہے کہ بُدھ ان ایام میں جو شیطان سے آزمایا گیا روزے رکھتا تھا اور اس نے چالیس روزے رکھے۔ اور انجیل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے تھے۔

اور جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے بُدھ اور مسیح کی اخلاقی تعلیم میں اس قدر مشابہت اور مناسبت ہے کہ ہر ایک ایسا شخص تعجب کی نظر سے دیکھے گا جو دونوں تعلیموں پر اطلاع رکھتا ہوگا۔ مثلاً انجیلوں میں لکھا ہے کہ شر کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور غربت سے زندگی بسر کرو اور تکبر اور جھوٹ اور لالچ سے پرہیز کرو اور یہی تعلیم بُدھ کی ہے۔ بلکہ اس میں اس سے زیادہ شدّ ومدّ ہے یہاں تک کہ ہر ایک جانور بلکہ کیڑوں مکوڑوں کے خون کو بھی گناہ میں داخل کیا ہے بُدھ کی تعلیم میں بڑی بات یہ بتلائی گئی ہے کہ تمام دنیا کی غم خواری اور ہمدردی کرو اور تمام انسانوں اور حیوانوں کی بہتری چاہو اور باہم اتفاق اور محبت پیدا کرو۔ اور یہی تعلیم انجیل کی ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح نے مختلف ملکوں کی طرف اپنے شاگردوں کو روانہ کیا اور آپ بھی ایک ملک کی طرف سفر اختیار کیا۔ یہ باتیں بُدھ کے سوانح میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بُدھ ازم مصنفہ سر مونیر ولیم☆ میں لکھا ہے کہ بُدھ نے اپنے شاگردوں کو دنیا میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور ان کو اس طرح پر خطاب کیا۔ ’’باہر جاؤ اور ہر طرف پھر نکلو اور دنیا کی غمخواری اور دیوتاؤں اور آدمیوں کی بہتری کے لئے ایک ایک ہو کر مختلف صورتوں میں نکل جاؤ اور یہ منادی کرو کہ کامل پرہیزگار بنو۔ پاک دل بنو۔ برہم چاری یعنی تنہا اور مجرد رہنے کی خصلت اختیار کرو‘‘۔ اور کہا کہ ’’میں بھی اس مسئلہ کی منادی کے لئے جاتا ہوں‘‘۔ اور بُدھ بنارس کی طرف گیا اور

☆ Buddhism by Sir Monier williams

اس طرف اس نے بہت معجزات دکھائے۔ اور اس نے ایک نہایت مؤثر وعظ ایک پہاڑی پر کیا۔ جیسا کہ مسیح نے پہاڑی پر وعظ کیا تھا۔ اور پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بُدھ اکثر مثالوں میں وعظ کیا کرتا تھا اور ظاہری چیزوں کو لے کر روحانی امور کو ان میں پیش کیا کرتا تھا۔

اب غور کرنا چاہئیے کہ یہ اخلاقی تعلیم اور یہ طریق وعظ یعنی مثالوں میں بیان کرنا یہ تمام طرز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ جب ہم دوسرے قرائن کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر اس طرز تعلیم اور اخلاقی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معاً ہمارے دل میں گذرتا ہے کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح کی تعلیم کی نقل ہیں جبکہ وہ اس ملک ہندوستان میں تشریف لائے اور جا بجا انہوں نے وعظ بھی کیئے تو ان دنوں میں بُدھ مذہب والوں نے ان سے ملاقات کر کے اور ان کو صاحبِ برکات پا کر اپنی کتابوں میں یہ باتیں درج کر لیں بلکہ ان کو بُدھ قرار دے دیا۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جہاں کہیں عمدہ بات پاتا ہے بہر طرح کوشش کرتا ہے کہ اس عمدہ بات کو لے لے یہاں تک کہ اگر کسی مجلس میں کوئی عمدہ نکتہ کسی کے منہ سے نکلتا ہے تو دوسرا اس کو یاد رکھتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل قرینِ قیاس ہے کہ بُدھ مذہب والوں نے انجیلوں کا سارا نقشہ اپنی کتابوں میں کھینچ دیا ہے مثلاً یہاں تک کہ جیسے مسیح نے چالیس روزے رکھے ویسے ہی بُدھ نے بھی رکھے اور جیسا کہ مسیح شیطان سے آزمایا گیا ایسا ہی بُدھ بھی آزمایا گیا اور جیسا کہ مسیح بے پدر تھا ویسا ہی بُدھ بھی۔ اور جیسا کہ مسیح نے اخلاقی تعلیم بیان کی ویسا ہی بُدھ نے بھی کی۔ اور جیسا کہ مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں ویسا ہی بُدھ نے بھی کہا۔ اور جیسا کہ مسیح نے اپنا نام استاد رکھا اور حواریوں کا نام شاگرد ایسا ہی بُدھ نے رکھا۔ اور جیسا کہ انجیل متی باب ۱۰ آیت ۸ و ۹ میں ہے کہ سونا اور روپا اور تانبا اپنے پاس مت رکھو یہی حکم بُدھ نے اپنے شاگردوں کو دیا۔ اور جیسا کہ انجیل میں مجرّد رہنے کی ترغیب دی گئی ہے ایسا ہی بُدھ کی تعلیم میں ترغیب ہے۔ اور جیسا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچنے کے بعد زلزلہ آیا ایسا ہی لکھا ہے کہ بُدھ کے مرنے کے بعد زلزلہ آیا۔☆

☆ نوٹ جیسا کہ عیسائیوں میں عشاء ربانی ہے ایسا ہی بدھ مذہب والوں میں بھی ہے۔ منہ

پس اس تمام مطابقت کا اصل باعث یہی ہے کہ بُدھ مذہب والوں کی خوش قسمتی سے مسیح ہندوستان میں آیا اور ایک زمانہ دراز تک بُدھ مذہب والوں میں رہا اور اس کے سوانح اور اس کی پاک تعلیم پر انہوں نے خوب اطلاع پائی۔ لہٰذا یہ ضروری امر تھا کہ بہت سا حصہ اس تعلیم اور رسوم کا ان میں جاری ہو جاتا کیونکہ ان کی نگاہ میں مسیح عزت کی نظر سے دیکھا گیا اور بُدھ قرار دیا گیا۔ اس لئے ان لوگوں نے اس کی باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اور گوتم بُدھ کی طرف منسوب کر دیا۔ بُدھ کا بعینہٖ حضرت مسیح کی طرح مثالوں میں اپنے شاگردوں کو سمجھانا خاص کر وہ مثالیں جو انجیل میں آ چکی ہیں نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک مثال میں بُدھ کہتا ہے کہ ”جیسا کہ کسان بیج بوتا ہے اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ دانہ آج پھولے گا اور کل نکلے گا ایسا ہی مرید کا حال ہوتا ہے یعنی وہ کچھ بھی رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ اس کا نشو ونما اچھا ہوگا یا اس دانہ کی طرح ہوگا جو پتھریلی زمین میں ڈالا جائے اور خشک ہو جائے“۔ دیکھو بعینہٖ یہ وہی مثال ہے جو انجیل میں اب تک موجود ہے۔ اور پھر بُدھ ایک اور مثال دیتا ہے کہ ایک ہرنوں کا گلہ جنگل میں خوشحال ہوتا ہے تب ایک آدمی آتا ہے اور فریب سے وہ راہ کھولتا ہے جو ان کی موت کا راہ ہے یعنی کوشش کرتا ہے کہ ایسی راہ چلیں جس سے آخر پھنس جائیں اور موت کا شکار ہو جائیں۔ اور دوسرا آدمی آتا ہے اور وہ اچھا راہ کھولتا ہے یعنی وہ کھیت بوتا ہے تا اس میں سے کھائیں۔ وہ نہر لاتا ہے تا اس میں سے پیویں اور خوشحال ہو جائیں ایسا ہی آدمیوں کا حال ہے وہ خوشحالی میں ہوتے ہیں شیطان آتا ہے اور بدی کی آٹھ راہیں ان پر کھول دیتا ہے تا ہلاک ہوں۔ تب کامل انسان آتا ہے اور حق اور یقین اور سلامتی کی بھری ہوئی آٹھ راہیں ان پر کھول دیتا ہے تا وہ بچ جائیں“۔ بُدھ کی تعلیم میں یہ بھی ہے کہ پرہیزگاری وہ محفوظ خزانہ ہے جس کو کوئی چرا نہیں سکتا۔ وہ ایسا خزانہ ہے کہ موت کے بعد بھی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ وہ ایسا خزانہ ہے جس کے سرمایہ سے تمام علوم اور تمام کمال پیدا ہوتے ہیں۔

اب دیکھو کہ بعینہٖ یہ انجیل کی تعلیم ہے اور یہ باتیں بدھ مذہب کی ان پرانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے کچھ زیادہ نہیں ہے بلکہ وہی زمانہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ بدھ کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں کہ کوئی مجھ پر

داغ نہیں لگا سکتا۔ یہ فقرہ بھی حضرت مسیح کے قول سے مشابہ ہے اور بُدھ ازم کی کتاب کے صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ ''بُدھ کی اخلاقی تعلیم اور عیسائیوں کی اخلاقی تعلیم میں بڑی بھاری مشابہت ہے''۔ میں اس کو مانتا ہوں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ وہ دونوں ہمیں بتاتی ہیں کہ دنیا سے محبت نہ کرو۔ روپیہ سے محبت نہ کرو۔ دشمنوں سے دشمنی مت کرو۔ بُرے اور ناپاک کام مت کرو۔ بدی پر نیکی کے ذریعہ سے غالب آؤ۔ اور دوسروں سے وہ سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وے تم سے کریں۔ یہ اس قدر انجیلی تعلیم اور بُدھ کی تعلیم میں مشابہت ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بُدھ مذہب کی کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گوتم بُدھ نے ایک اور آنے والے بُدھ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جس کا نام متیّا بیان کیا تھا۔ یہ پیشگوئی بُدھ کی کتاب لگّاوتی سُتّتا میں ہے جس کا حوالہ کتاب اولڈن برگ[1] صفحہ ۱۴۲ میں دیا گیا ہے۔ اس پیشگوئی کی عبارت یہ ہے ''متیّا لاکھوں مریدوں کا پیشوا ہوگا جیسا کہ میں اب سینکڑوں کا ہوں''۔ اس جگہ یاد رہے کہ جو لفظ عبرانی میں مشیحا ہے وہی پالی زبان میں متیّا کر کے بولا گیا ہے۔ یہ تو ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں آتا ہے تو اس میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے چنانچہ انگریزی لفظ بھی دوسری زبان میں آ کر تغیر پا جاتا ہے جیسا کہ نظیر کے طور پر میکسمولر صاحب ایک فہرست میں جو کتاب سیکرڈ (بکس) آف دی ایسٹ[2] جلد نمبر ۱۱ کے ساتھ شامل کی گئی ہے صفحہ ۳۱۸ میں لکھتا ہے کہ ٹی ایچ انگریزی زبان کا جو تھ کی آواز رکھتا ہے فارسی اور عربی زبانوں میں ث ہو جاتا ہے یعنی پڑھنے میں ث یا س کی آواز دیتا ہے۔ سوان تغیرات پر نظر رکھ کر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مسیحا کا لفظ پالی زبان میں آ کر متیّا بن گیا۔ یعنی وہ آنے والا متیّا جس کی بُدھ نے پیشگوئی کی تھی وہ درحقیقت مسیح ہے اور کوئی نہیں۔ اس بات پر بڑا پختہ قرینہ یہ ہے کہ بُدھ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ جس مذہب کی اس نے بنیاد رکھی ہے وہ زمین پر پانچ سو برس سے زیادہ قائم نہیں رہے گا۔ اور جس وقت ان تعلیموں اور اصولوں کا زوال ہوگا۔ تب متیّا اس ملک میں آ کر دوبارہ ان اخلاقی تعلیموں کو دنیا میں قائم کرے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح پانسو برس بعد بُدھ کے

1.Buddha by Dr.Herman Oldenberg, 2.Sacred Books of the East

ہوئے ہیں اور جیسا کہ بُدھ نے اپنے مذہب کے زوال کی مدت مقرر کی تھی۔ ایسا ہی اس وقت بُدھ کا مذہب زوال کی حالت میں تھا۔ تب حضرت مسیح نے صلیب کے واقعہ سے نجات پا کر اس ملک کی طرف سفر کیا اور بُدھ مذہب والے اُن کو شناخت کر کے بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کر سکتا کہ وہ اخلاقی تعلیمیں اور وہ روحانی طریقے جو بُدھ نے قائم کئے تھے حضرت مسیح کی تعلیم نے دوبارہ دنیا میں ان کو جنم دیا ہے۔ عیسائی مؤرخ اس بات کو مانتے ہیں کہ انجیل کی پہاڑی تعلیم اور دوسرے حصوں کی تعلیم جو اخلاقی امور پر مبنی ہے یہ تمام تعلیم وہی ہے جس کو گوتم بُدھ حضرت مسیح سے پانسو ۵۰۰ برس پہلے دنیا میں رائج کر چکا تھا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بُدھ صرف اخلاقی تعلیموں کا سکھلانے والا نہیں تھا بلکہ وہ اور بھی بڑی بڑی سچائیوں کا سکھلانے والا تھا۔ اور ان کی رائے میں بُدھ کا نام جو ایشیا کا نور رکھا گیا وہ عین مناسب ہے۔ اب ...... بُدھ کی پیشگوئی کے موافق حضرت مسیح پانسو برس کے بعد ظاہر ہوئے اور حسبِ اقرار اکثر علماء عیسائیوں کے ان کی اخلاقی تعلیم بعینہٖ بُدھ کی تعلیم تھی تو اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ وہ بُدھ کے رنگ پر ظہور فرما ہوئے تھے۔ اور کتاب اولڈن برگ میں بحوالہ بُدھ کی کتاب لکاّ وتی ستتا کے لکھا ہے کہ بُدھ کے معتقد آئندہ زمانہ کی امید پر ہمیشہ اپنے تئیں تسلی دیتے تھے کہ وہ متیّا کے شاگرد بن کر نجات کی خوشحالی حاصل کریں گے یعنی ان کو یقین تھا کہ متیّا ان میں آئے گا اور وہ اس کے ذریعہ سے نجات پائیں گے۔ کیونکہ جن لفظوں میں بُدھ نے ان کو متیّا کی امید دی تھی وہ لفظ صریح دلالت کرتے تھے کہ اس کے شاگرد متیّا کو پائیں گے۔ اب کتاب مذکور کے اس بیان سے بخوبی یہ بات دلی یقین کو پیدا کرتی ہے کہ خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دونوں طرف سے اسباب پیدا کر دیئے تھے یعنی ایک طرف تو حضرت مسیح بوجہ اپنے اس نام کے جو پیدائش باب ۳ آیت ۱۰ ☆ سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکٹھا کرنے والا یہ ضروری تھا کہ اس ملک کی طرف آتے جس میں یہودی آ کر آباد ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ حسب منشاء بُدھ کی پیشگوئی کے بُدھ کے معتقد آپ کو دیکھتے اور آپ سے فیض اٹھاتے۔ سو ان دونوں باتوں کو یکجائی

☆ پیدائش باب 3 آیت 10 سہو ہے۔ درست حوالہ پیدائش باب 49 آیت 10 ہے

نظر کے ساتھ دیکھنے سے یقیناً سمجھ میں آتا ہے کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام تبت کی طرف تشریف لے گئے تھے اور خود جس قدر تبت کے بُدھ مذہب میں عیسائی تعلیم اور رسوم دخل کر گئے ہیں اِس قدر گہرا دخل اس بات کو چاہتا ہے کہ حضرت مسیح ان لوگوں کو ملے ہوں اور بُدھ مذہب کے سرگرم مریدوں کا ان کی ملاقات کے لئے ہمیشہ منتظر ہونا جیسا کہ بُدھ کی کتابوں میں اب تک لکھا ہوا موجود ہے بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ یہ انتظار شدید حضرت مسیح کے ان کے اس ملک میں آنے کے لئے پیش خیمہ تھا۔ اور دونوں امور متذکرہ بالا کے بعد کسی منصف مزاج کو اس بات کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ بُدھ مذہب کی ایسی کتابوں کو تلاش کرے جن میں لکھا ہوا ہو کہ حضرت مسیح تبت کے ملک میں آئے تھے۔ کیونکہ جبکہ بُدھ کی پیشگوئی کے مطابق آنے کی انتظار شدید تھی تو وہ پیشگوئی اپنی کشش سے حضرت مسیح کو ضرور تبت کی طرف کھینچ لائی ہوگی۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ متیّا کا نام جو بُدھ کی کتابوں میں جابجا مذکور ہے بلاشبہ وہ مسیحا ہے۔ کتاب تبت تا تار منگولیا بائی ایچ ٹی پرنسب ☆ کے صفحہ ۱۴ میں متیّا بُدھ کی نسبت جو دراصل مسیحا ہے یہ لکھا ہے کہ جو حالات ان پہلے مشنریوں (عیسائی واعظوں) نے تبت میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔ ان حالات پر غور کرنے سے وہ اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ لاموں کی قدیم کتب میں عیسائی مذہب کے آثار موجود ہیں۔ اور پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ متقدمین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے حواری ابھی زندہ ہی تھے کہ جبکہ عیسائی دین کی تبلیغ اس جگہ پہنچ گئی تھی اور پھر ۱۷ صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت عام انتظار ایک بڑے منجّی کے پیدا ہونے کی لگ رہی تھی جس کا ذکر ٹے سےٹس نے اس طرح پر کیا ہے کہ اس انتظار کا مدار نہ صرف یہودی تھے بلکہ خود بُدھ مذہب نے ہی اس انتظار کی بنیاد ڈالی تھی یعنی اس ملک میں متیّا کے آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور پھر اس کتاب انگریزی پر مصنف نے ایک نوٹ لکھا ہے اس کی یہ عبارت ہے۔ کتاب پتا کتیان اور اتھا کتھا میں ایک اور بُدھ کے نزول کی پیشگوئی بڑی واضح طور پر درج ہے جس کا ظہور گوتم یا ساکھی مُنی سے ایک ہزار سال بعد لکھا گیا ہے۔ گوتما بیان کرتا ہے کہ میں پچیسواں بُدھ ہوں۔ اور بگوا متیّا نے

☆ Tibet Tartary And Mongolia by Henry T.Prinsep

ابھی آنا ہے یعنی میرے بعد اس ملک میں وہ آئے گا جس کا نام متیّا ہوگا اور وہ سفید رنگ ہوگا۔ پھر آگے وہ انگریز مصنف لکھتا ہے کہ متیّا کے نام کو مسیحا سے حیرت انگیز مشابہت ہے۔ غرض اس پیشگوئی میں گوتم بُدھ نے صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ اس کے ملک میں اور اس کی قوم میں اور اس پر ایمان لانے والوں میں مسیحا آنے والا ہے یہی وجہ تھی کہ اس کے مذہب کے لوگ ہمیشہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے ملک میں مسیحا آئے گا۔ اور بُدھ نے اپنی پیشگوئی میں اس آنے والے بُدھ کا نام بگوا متیّا اس لئے رکھا کہ بگوا سنسکرت زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لئے وہ بگوا یعنی سفید رنگ تھے۔ جس ملک میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی یعنی مَگَدھ کا ملک جہاں راجہ گر یہا واقع تھا اس ملک کے لوگ سیاہ رنگ تھے اور گوتم بُدھ خود سیاہ رنگ تھا۔ اس لئے بُدھ نے آنے والے بُدھ کی قطعی علامت ظاہر کرنے کے لئے دو باتیں اپنے مریدوں کو بتلائی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ بگوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ متیّا ہوگا یعنی سیر کرنے والا ہوگا اور باہر سے آئے گا۔ سو ہمیشہ وہ لوگ انہی علامتوں کے منتظر تھے جب تک کہ انہوں نے حضرت مسیح کو دیکھ لیا۔ یہ عقیدہ ضروری طور پر ہر ایک بُدھ مذہب والے کا ہونا چاہیئے کہ بُدھ سے پانسو ۵۰۰ برس بعد بگوا متیّا ان کے ملک میں ظاہر ہوا تھا۔ ☆ سو اس عقیدہ کی تائید میں کچھ تعجب نہیں ہے کہ بُدھ مذہب کی بعض کتابوں میں متیّا یعنی مسیحا کا ان کے ملک میں آنا اور اس طرح پر پیشگوئی کا پورا ہو جانا لکھا ہوا ہو۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیں کہ لکھا ہوا نہیں ہے تب بھی جبکہ بُدھ نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے شاگردوں کو یہ امید دی تھی کہ بگوا متیّا ان کے ملک میں آئے گا۔ اس بنا پر کوئی بُدھ مت والا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہو اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ بگوا متیّا جس کا دوسرا نام مسیحا ہے اس ملک میں آیا تھا کیونکہ پیشگوئی کا باطل ہونا مذہب کو باطل کرتا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی جس کی میعاد بھی مقرر تھی اور گوتم بُدھ نے بار بار اس پیشگوئی کو اپنے مریدوں کے پاس بیان کیا تھا۔ اگر وہ اپنے وقت پر پوری نہ ہوتی تو بدھ کی جماعت گوتم بدھ کی سچائی کی نسبت شبہ میں پڑ جاتی اور

☆ ایک ہزار و پانچ ہزار سال والی میعادیں غلط ہیں۔ منہ

کتابوں میں یہ بات لکھی جاتی کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہمیں ایک اور دلیل یہ ملتی ہے کہ تبت میں ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں مشیح کا لفظ موجود ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھا ہے اور اس لفظ کو مِیْ شِیْ ھُوْ کر کے ادا کیا ہے۔ اور وہ فہرست جس میں مِیْ شِیْ ھُو پایا گیا ہے اس کا مرتب کرنے والا ایک بُدھ مذہب کا آدمی ہے۔ دیکھو کتاب اے ریکارڈ آف دی بُدھسٹ ریلیجن مصنفہ آئی سنگ مترجم جی ٹکا کوسو[1] اور جی ٹکا کوسو ایک جاپانی شخص ہے جس نے آئی سنگ کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور آئی سنگ ایک چینی سیاح ہے جس کی کتاب کے حاشیہ پر اور ضمیمہ میں ٹکا کوسو نے تحریر کیا ہے کہ ایک قدیم تالیف میں مِیْ شِیْ ھُوْ (مسیح) کا نام درج ہے اور یہ تالیف قریباً ساتویں صدی کی ہے اور پھر اس کا ترجمہ حال میں ہی کلیرنڈن پریس آکسفورڈ میں جی ٹکا کوسو نام ایک جاپانی نے کیا۔☆ غرض اس کتاب میں مشیح کا لفظ موجود ہے جس سے ہم بہ یقین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لفظ بُدھ مذہب والوں کے پاس باہر سے نہیں آیا بلکہ بُدھ کی پیشگوئی سے یہ لفظ لیا گیا ہے جس کو کبھی انہوں نے مشیح کر کے لکھا اور کبھی بگوا متیّا کر کے۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو بُدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں ایک یہ ہے کہ بُدھ ازم مصنفہ سر مونیر ولیم صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ چھٹا مُریدبُدھ کا ایک شخص تھا جس کا نام یسا تھا۔ یہ لفظ یسوع کے لفظ کا مخفّف معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بُدھ کی وفات سے پانچسو برس گذرنے کے بعد یعنی چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے اس لئے چھٹا مرید کہلائے۔ یاد رہے کہ پروفیسر میکسمولر اپنے رسالہ نائن ٹینتھ سنچری[2] اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۵۱۷ میں گذشتہ بالا مضمون کی ان الفاظ سے تائید کرتے ہیں کہ یہ خیال کئی دفعہ ہر دل عزیز مصنفوں نے پیش کیا ہے کہ مسیح پر بُدھ مذہب کے اصولوں نے اثر ڈالا تھا اور پھر لکھتے ہیں کہ آج تک اس دِقّت کے حل کرنے کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا سچا تاریخی راستہ معلوم ہو جائے جس کے ذریعہ سے بُدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہنچ سکا ہو' اب اس عبارت سے بُدھ مذہب کی ان کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے جن میں لکھا ہے

☆ دیکھو صفحہ ۱۶۹ و ۲۲۳ کتاب ھذا۔ منہ

1.A Record of the Buddhist Religion by I.Tsing, translated by J.Tikakusu

کہ یسا بُدھ کا مرید تھا۔ کیونکہ جبکہ ایسے بڑے درجہ کے عیسائیوں نے جیسا کہ پروفیسر میکسمولر ہیں اس بات کو مان لیا ہے کہ حضرت مسیح کے دل پر بُدھ مذہب کے اصولوں کا ضرور اثر پڑا تھا تو دوسرے لفظوں میں اسی کا نام مرید ہونا ہے۔ مگر ہم ایسے الفاظ کو حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں ایک گستاخی اور ترک ادب خیال کرتے ہیں۔ اور بُدھ مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا گیا کہ یسوع بُدھ کا مرید یا شاگرد تھا تو یہ تحریر اس قوم کے علماء کی ایک پرانی عادت کے موافق ہے کہ وہ پیچھے آنے والے صاحب کمال کو گذشتہ صاحبِ کمال کا مرید خیال کر لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے جبکہ حضرت مسیح کی تعلیم اور بُدھ کی تعلیم میں نہایت شدید مشابہت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو پھر اس لحاظ سے کہ بُدھ حضرت مسیح سے پہلے گذر چکا ہے بُدھ اور حضرت مسیح میں پیری اور مریدی کا ربط دینا بیجا خیال نہیں ہے گو طریق ادب سے دور ہے۔ لیکن ہم یورپ کے محققوں کی اس طرز تحقیق کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے کہ وہ اس بات کی تفتیش میں ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ لگ جائے کہ بُدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہنچ گیا تھا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ جس حالت میں بُدھ مذہب کی پرانی کتابوں میں حضرت مسیح کا نام اور ذکر موجود ہے تو کیوں یہ محقق ایسی ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہیں کہ فلسطین میں بُدھ مذہب کا نشان ڈھونڈتے ہیں اور کیوں وہ حضرت مسیح کے قدم مبارک کو نیپال اور تبت اور کشمیر کے پہاڑوں میں تلاش نہیں کرتے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی سچائی کو ہزاروں تاریک پردوں میں سے پیدا کرنا ان کا کام نہیں تھا بلکہ یہ اس خدا کا کام تھا جس نے آسمان سے دیکھا کہ مخلوق پرستی حد سے زیادہ زمین پر پھیل گئی اور صلیب پرستی اور انسان کے ایک فرضی خون کی پرستش نے کروڑ ہا دلوں کو سچے خدا سے دور کر دیا۔ تب اس کی غیرت نے ان عقائد کے توڑنے کے لئے جو صلیب پر مبنی تھے ایک کو اپنے بندوں میں سے دنیا میں مسیح ناصری کے نام پر بھیجا۔ اور وہ جیسا کہ قدیم سے وعدہ تھا مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا۔ تب کسرِ صلیب کا وقت آ گیا یعنی وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ سو اب آسمان نے کسرِ صلیب کی ساری راہ کھول دی تا وہ شخص جو سچائی کا طالب ہے اٹھے اور تلاش کرے۔ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گو ایک غلطی تھی تب بھی اس میں ایک راز تھا اور وہ یہ کہ

جو مسیحی سوانح کی حقیقت گم ہوگئی تھی اور ایسی نابود ہوگئی تھی جیسا کہ قبر میں مٹی ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی اور ضرور تھا کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو۔ سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسم انسان کی طرح اب نازل ہوئی اور اس نے صلیب کو توڑا اور دروغگوئی اور ناحق پرستی کی بُری خصلتیں جن کو ہمارے پاک نبی نے صلیب کی حدیث میں خنزیر سے تشبیہ دی ہے صلیب کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ایسی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں جیسا کہ ایک خنزیر تلوار سے کاٹا جاتا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی صحیح نہیں ہیں کہ مسیح موعود کافروں کو قتل کرے گا اور صلیبوں کو توڑے گا بلکہ صلیب توڑنے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں آسمان اور زمین کا خدا ایک ایسی پوشیدہ حقیقت ظاہر کردے گا کہ جس سے تمام صلیبی عمارت یکدفعہ ٹوٹ جائے گی۔ اور خنزیروں کے قتل کرنے سے نہ انسان مراد ہیں نہ خنزیر بلکہ خنزیروں کی عادتیں مراد ہیں یعنی جھوٹ پر ضد کرنا اور بار بار اس کو پیش کرنا جو ایک قسم کی نجاست خوری ہے پس جس طرح مرا ہوا خنزیر نجاست نہیں کھا سکتا اسی طرح وہ زمانہ آتا ہے بلکہ آ گیا کہ بُری خصلتیں اس قسم کی نجاست خوری سے روکی جائیں گی۔ اسلام کے علماء نے اس نبوی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اصل معنے صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے کے یہی ہیں جو ہم نے بیان کردیئے ہیں۔ یہ بھی تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور آسمان سے ایسی روشن سچائیاں ظاہر ہو جائیں گی کہ حق اور باطل میں ایک روشن تمیز دکھلا دیں گی۔ پس یہ خیال مت کرو کہ میں تلوار چلانے آیا ہوں۔ نہیں بلکہ تمام تلواروں کو میان میں کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ دنیا نے بہت کچھ اندھیرے میں کشتی کی۔ بہتوں نے اپنے سچے خیرخواہوں پر حربے چلائے اور اپنے دردمند دوستوں کے دلوں کو دُکھایا اور عزیزوں کو زخمی کیا۔ مگر اب اندھیرا نہیں رہے گا۔ رات گذری، دن چڑھا۔ اور مبارک وہ جو اب محروم نہ رہے۔!!

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو بُدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں وہ شہادت ہے جو کتاب بُدھ ازم مصنفہ اولڈن برگ صفحہ ۴۱۹ میں درج ہے۔ اس کتاب میں بحوالہ کتاب

مہاواگا صفحہ ۵۴ فصل نمبر ا کے لکھا ہے کہ بُدھ کا ایک جانشین راحولتا نام بھی گذرا ہے کہ جو اس کا جان نثار شاگرد بلکہ بیٹا تھا۔ اب اس جگہ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ راحولتا جو بُدھ مذہب کی کتابوں میں آیا ہے یہ روح اللہ کے نام کا بگاڑا ہوا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ اور یہ قصہ کہ یہ راحولتا بُدھ کا بیٹا تھا جس کو وہ شیر خوارگی کی حالت میں چھوڑ کر پردیس میں چلا گیا تھا اور نیز اپنی بیوی کو سوتی ہوئی چھوڑ کر بغیر اس کی اطلاع اور ملاقات کے ہمیشہ کی جدائی کی نیت سے کسی اور ملک میں بھاگ گیا تھا یہ قصہ بالکل بیہودہ اور لغو اور بُدھ کی شان کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ ایسا سخت دل اور ظالم طبع انسان جس نے اپنی عاجز عورت پر کچھ رحم نہ کیا اور اس کو سوتے ہوئے چھوڑ کر بغیر اس کے کہ اس کو کسی قسم کی تسلی دیتا یونہی چوروں کی طرح بھاگ گیا اور زوجیت کے حقوق کو قطعاً فراموش کر دیا نہ اسے طلاق دی اور نہ اس سے اس قدر نا پیدا کنار سفر کی اجازت لی اور یکدفعہ غائب ہو جانے سے اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچایا اور سخت ایذا دی اور پھر ایک خط بھی اس کی طرف روانہ نہ کیا یہاں تک کہ بیٹا جوان ہو گیا اور نہ بیٹے کے ایام شیر خوارگی پر رحم کیا ایسا شخص کبھی راستباز نہیں ہو سکتا جس نے اپنی اس اخلاقی تعلیم کا بھی کچھ پاس نہ کیا جس کو وہ اپنے شاگردوں کو سکھلاتا تھا۔ ہمارا کانشنس اس کو ایسا ہی قبول نہیں کر سکتا جیسا کہ انجیلوں کے اس قصہ کو کہ مسیح نے ایک مرتبہ ماں کے آنے اور اس کے بلانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے الفاظ منہ پر لایا تھا جس میں ماں کی بے عزتی تھی۔ پس اگرچہ بیوی اور ماں کی دل شکنی کرنے کے دونوں قصے بھی باہم ایک گونہ مشابہت رکھتے ہیں لیکن ہم ایسے قصے جو عام اخلاقی حالت سے بھی گرے ہوئے ہیں نہ مسیح کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور نہ گوتم بُدھ کی طرف۔ اگر بُدھ کو اپنی عورت سے محبت نہیں تھی تو کیا اس عاجز عورت اور شیر خوار بچہ پر رحم بھی نہیں تھا۔ یہ ایسی بداخلاقی ہے کہ صدہا برس کے گذشتہ رفتہ قصے کو سن کر اب ہمیں درد پہنچ رہا ہے کہ کیوں اس نے ایسا کیا۔ انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی عورت کی ہمدردی سے لاپرواہ ہو بجز اس صورت کے کہ وہ عورت نیک چلن اور تابع حکم نہ رہے اور یا بے دین اور بدخواہ اور دشمن جان ہو جائے۔ سو ہم ایسی گندی کارروائی بُدھ کی طرف

منسوب نہیں کر سکتے جو خود اس کی نصیحتوں کے بھی برخلاف ہے۔ لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے۔ اور درحقیقت راحولتا سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جن کا نام روح اللہ ہے اور روح اللہ کا لفظ عبرانی زبان میں راحولتا سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے اور راحولتا یعنی روح اللہ کو بُدھ کا شاگرد اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔ یعنی مسیح جو بعد میں آکر بُدھ کے مشابہ تعلیم لایا۔ اس لئے بُدھ مذہب کے لوگوں نے اس تعلیم کا اصل منبع بُدھ کو قرار دے کر مسیح کو اس کا شاگرد قرار دے دیا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بُدھ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر حضرت مسیح کو اپنا بیٹا بھی قرار دیا ہو۔ اور ایک بڑا قرینہ اس جگہ یہ ہے کہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب راحولتا کو اس کی والدہ سے علیحدہ کیا گیا تو ایک عورت جو بُدھ کی مرید تھی جس کا نام مگدالیانا تھا اس کام کے لئے درمیان میں ایلچی بنی تھی۔ اب دیکھو مگدالیانا کا نام درحقیقت مگدلینی سے بگاڑا ہوا ہے۔ اور مگدلینی ایک عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مرید تھی جس کا ذکر انجیل میں موجود ہے۔

یہ تمام شہادتیں جن کو ہم نے مجملاً لکھا ہے ہر ایک منصف کو اس نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے اور قطع نظر ان تمام روشن شہادتوں کے بُدھ مذہب اور عیسائی مذہب میں تعلیم اور رسوم کے لحاظ سے جس قدر باہمی تعلقات ہیں بالخصوص تبت کے حصہ میں یہ امر ایسا نہیں ہے کہ ایک دانشمند سہل انگاری سے اس کو دیکھے۔ بلکہ یہ مشابہت یہاں تک حیرت انگیز ہے کہ اکثر محقق عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ بُدھ مذہب مشرق کا عیسائی مذہب ہے اور عیسائی مذہب کو مغرب کا بُدھ مذہب کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو کس قدر عجیب بات ہے کہ جیسے مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں میں راہ ہدایت ہوں یہی بُدھ نے بھی کہا ہے۔ اور انجیلوں میں مسیح کا نام نجات دہندہ ہے بُدھ نے بھی اپنا نام منجّی ظاہر کیا ہے۔ دیکھو للتا وسترا اور انجیل میں مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے بیان کی گئی ہے ایسا ہی بُدھ کے سوانح میں ہے کہ دراصل وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا گو بظاہر حضرت مسیح کے باپ یوسف کی طرح اس کا بھی باپ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بُدھ کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ نکلا تھا۔ اور سلیمان کا قصہ جو اس نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو آدھا آدھا کر

کے ان دونوں عورتوں کو دو کہ لے لیں۔ یہ قصہ بُدھ کی جاتکا میں بھی پایا جاتا ہے اس سے سمجھ آتا ہے کہ علاوہ اس کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے اس ملک کے یہود جو اس ملک میں آ گئے تھے ان کے تعلقات بھی بُدھ مذہب سے ہو گئے تھے اور بُدھ مذہب کی کتابوں میں جو طریق پیدائش دنیا لکھا ہے وہ بھی توریت کے بیان سے بہت ملتا ہے اور جیسا کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت ہے ایسا ہی بُدھ مذہب کے رو سے ایک جوگی مرد ایک جوگی عورت سے درجہ میں زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ ہاں بُدھ تناسخ کا قائل ہے مگر اس کا تناسخ انجیل کی تعلیم سے مخالف نہیں ہے۔ اس کے نزدیک تناسخ تین قسم پر ہے۔ (۱) اول یہ کہ ایک مرنے والے شخص کی عقدِ ہمت اور اعمال کا نتیجہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک اور جسم پیدا ہو۔ (۲) دوسری وہ قسم جس کو تبت والوں نے اپنے لاموں میں مانا ہے۔ یعنی یہ کہ کسی بُدھ یا بُدھ ستوا کی روح کا کوئی حصہ موجودہ لاموں میں حلول کر آتا ہے یعنی اس کی قوت اور طبیعت اور روحانی خاصیت موجودہ لامہ میں آجاتی ہے اور اس کی روح اس میں اثر کرنے لگتی ہے۔ (۳) تیسری قسم تناسخ کی یہ ہے کہ اسی زندگی میں طرح طرح کی پیدائشوں میں انسان گذرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ درحقیقت اپنے ذاتی خواص کے لحاظ سے انسان بن جاتا ہے۔ ایک زمانہ انسان پر وہ آتا ہے کہ گویا وہ بیل ہوتا ہے اور پھر زیادہ حرص اور کچھ شرارت بڑھتی ہے تو کتا بن جاتا ہے اور ایک ہستی پر موت آتی ہے اور دوسری ہستی پہلی ہستی کے اعمال کے موافق پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ سب تغیرات اسی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ بھی انجیل کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بُدھ شیطان کا بھی قائل ہے۔ ایسا ہی دوزخ اور بہشت اور ملائک اور قیامت کو بھی مانتا ہے اور یہ الزام جو بُدھ خدا کا منکر ہے یہ محض افترا ہے۔ بلکہ بُدھ ویدانت کا منکر ہے اور اُن جسمانی خداؤں کا منکر ہے جو ہندو مذہب میں بنائے گئے تھے۔ ہاں وہ وید پر بہت نکتہ چینی کرتا ہے اور موجودہ وید کو صحیح نہیں مانتا اور اس کو ایک بگڑی

ہوئی اور محرف اور مبدل کتاب خیال کرتا ہے اور جس زمانہ میں وہ ہندو اور وید کا تابع تھا اس زمانہ کی پیدائش کو ایک بُری پیدائش قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اشارات کے طور پر کہتا ہے کہ میں ایک مدت تک بندر بھی رہا اور ایک زمانہ تک ہاتھی اور پھر میں ہرن بھی بنا اور کتا بھی اور چار دفعہ میں سانپ بنا۔ اور پھر چڑیا بھی بنا اور مینڈک بھی بنا اور دو دفعہ مچھلی بنا اور دس دفعہ شیر بنا اور چار دفعہ مرغا بنا اور دو دفعہ میں سور بنا اور ایک دفعہ خرگوش بنا اور خرگوش بننے کے زمانہ میں بندروں اور گیدڑوں اور پانی کے کتوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور پھر کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں بھوت بنا اور ایک دفعہ عورت بنا اور ایک دفعہ ناچنے والا شیطان بنا۔ یہ تمام اشارات اس اپنی تمام زندگی کی طرف کرتا ہے جو بزدلی اور زنانہ خصلت اور ناپاکی اور درندگی اور وحشیانہ حالت اور عیاشی اور شکم پرستی اور توہمات سے بھری ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ وہ وید کا پیرو تھا کیونکہ وہ وید کے ترک کرنے کے بعد کبھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ پھر بھی کوئی حصہ گندی زندگی کا اس کے اندر رہا تھا بلکہ اس کے بعد اس نے بڑے بڑے دعوے کئے اور کہا کہ وہ خدا کا مظہر ہو گیا اور نروان کو پا گیا۔ بُدھ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب انسان دوزخ کے اعمال لے کر دنیا سے جاتا ہے تو وہ دوزخ میں ڈالا جاتا ہے اور دوزخ کے سپاہی اس کو کھینچ کر دوزخ کے بادشاہ کی طرف اس کو لے جاتے ہیں اور اُس بادشاہ کا نام یمہ ہے اور پھر اس دوزخی سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے ان پانچ رسولوں کو نہیں دیکھا تھا جو تیرے آگاہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور وہ یہ ہیں۔ بچپن کا زمانہ۔ بڑھاپے کا زمانہ۔ بیماری۔ مجرم ہو کر دنیا میں سزا پا لینا جو آخرت کی سزا پر ایک دلیل ہے۔ مردوں کی لاشیں جو دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتی ہیں۔ مجرم جواب دیتا ہے کہ جناب میں نے اپنی بیوقوفی کے سبب ان تمام باتوں پر کچھ بھی غور نہ کی۔ تب دوزخ کے موکل اس کو کھینچ کر عذاب کے مقام پر لے جائیں گے اور لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جو آگ سے اس قدر گرم کئے ہوئے ہوں گے کہ آگ کی طرح سرخ ہوں گے باندھ دیئے جائیں گے اور نیز بُدھ کہتا ہے کہ دوزخ میں کئی طبقے ہیں جن میں مختلف قسم کے گنہگار ڈالے جائیں گے۔ غرض یہ تمام تعلیمیں بآواز بلند پکار رہی ہیں

کہ بُدھ مذہب نے حضرت مسیح کے فیض صحبت سے کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن ہم اس جگہ اس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتے اور اس فصل کو اسی جگہ ختم کر دیتے ہیں کیونکہ جبکہ بُدھ مذہب کی کتابوں میں صریح طور پر حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے کے لئے پیشگوئی لکھی گئی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بُدھ مذہب کی اُن کتابوں میں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تالیف ہوئیں انجیل کی اخلاقی تعلیمیں اور مثالیں موجود ہیں تو ان دونوں باتوں کو باہم ملانے سے کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ضرور حضرت مسیح اس ملک میں آئے تھے۔ سو جس شہادت کو ہم بُدھ مذہب کی کتابوں میں سے ڈھونڈنا چاہتے تھے خدا کا شکر ہے کہ وہ شہادت کامل طور پر ہمیں دستیاب ہو گئی ہے۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 72 تا 93)

تیسری فصل

ان تاریخی کتابوں کی شہادت میں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک پنجاب اور اس کی مضافات میں آنا ضرور تھا۔

چونکہ طبعاً یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب سے نجات پا کر کیوں اس ملک میں آئے اور کس ضرورت نے ان کو اس دور دراز سفر کے لئے آمادہ کیا۔ اس لئے اس سوال کا تفصیل سے جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور گو ہم پہلے بھی اس بارے میں کسی قدر لکھ آئے ہیں لیکن ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس بحث کو مکمل طور پر درج کتاب کیا جائے۔

سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے فرض رسالت کے رو سے ملک پنجاب اور اس کے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آ گئے تھے جن کے آنے سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک کی طرف سفر کرتے اور اُن گم شدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کا پیغام ان کو پہنچاتے اور جب

تک وہ ایسا نہ کرتے تب تک ان کی رسالت کی غرض بے نتیجہ اور نامکمل تھی کیونکہ جس حالت میں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن گمشدہ بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے تھے تو پھر بغیر اس کے کہ وہ اُن بھیڑوں کے پیچھے جاتے اور ان کو تلاش کرتے اور ان کو طریق نجات بتلاتے یونہی دنیا سے کوچ کر جانا ایسا تھا کہ جیسا کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے مامور ہو کہ فلاں بیابانی قوم میں جا کر ایک کنواں کھودے اور اس کنویں سے ان کو پانی پلاوے۔ لیکن یہ شخص کسی دوسرے مقام میں تین چار برس رہ کر واپس چلا جائے اور اس قوم کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اٹھائے تو کیا اس نے بادشاہ کے حکم کے موافق تعمیل کی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس نے محض اپنی آرام طلبی کی وجہ سے اس قوم کی کچھ پرواہ نہ کی۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ کیونکر اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ اسرائیل کی دس قومیں اس ملک میں آ گئی تھیں تو اس کے جواب میں ایسے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ ان میں ایک معمولی اور موٹی عقل بھی شبہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ نہایت مشہور واقعات ہیں کہ بعض قومیں مثلاً افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے دراصل بنی اسرائیل ہیں مثلاً الائی کوہستان جو ضلع ہزارہ سے دو تین دن کے راستہ پر واقع ہے اس کے باشندے قدیم سے اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اس ملک میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جس کو کالا ڈاکہ کہتے ہیں اس کے باشندے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور خاص ضلع ہزارہ میں بھی ایک قوم ہے جو اسرائیلی خاندان سے اپنے تئیں سمجھتے ہیں ایسا ہی چلاس اور کابل کے درمیان جو پہاڑ ہیں جنوب کی طرف شرقاً و غرباً ان کے باشندے بھی اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ اور کشمیر کے باشندوں کی نسبت وہ رائے نہایت صحیح ثابت ہوتی ہے جو ڈاکٹر برنیر[1] نے اپنی کتاب سیر و سیاحت کشمیر کے دوسرے حصے میں بعض محقق انگریزوں کے حوالہ سے لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ بلاشبہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل ہیں اور ان کے لباس اور چہرے اور بعض رسوم قطعی طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی خاندان میں سے ہیں۔ اور فارسٹر نامی[2] ایک انگریز اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب میں کشمیر میں تھا تو میں نے خیال کیا کہ میں ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہوں۔ اور کتاب دی ریسز آف افغانستان

1.Francis Bernier, 2.George Forster

مصنفہ ایچ ڈبلیو بلیو[1] سی ایس آئی مطبوعہ تھاکر سپنک اینڈ کو کلکتہ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ ملک سیریا سے آئے ہیں۔ بخت نصر نے انہیں قید کیا اور پرشیا اور میدیا کے علاقوں میں انہیں آباد کیا۔ ان مقامات سے کسی بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکل کر غور کے پہاڑی ملک میں جا بسے جہاں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور تھے اس کے ثبوت میں ادریس نبی کی پیشگوئی ہے کہ دس قومیں اسرائیل کی جو قید میں ماخوذ ہوئی تھیں۔ قید سے بھاگ کر ملک ارسارۃ میں پناہ گزین ہوئیں۔ اور وہ اسی ملک کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آج کل ہزارہ کہتے ہیں اور جو علاقہ غور میں واقع ہے۔ طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحات ملک افغانستان کا ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ شنبیسی خاندان کے عہد میں یہاں ایک قوم آباد تھی جس کو بنی اسرائیل کہتے تھے اور بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء میں جبکہ محمد یعنی اس زمانہ میں جبکہ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا اعلان کیا ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے ایک قریش سردار خالد ابن ولید نامی اُن کے پاس رسالت کی خبر لے کر آیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ پانچ چھ سردار منتخب ہو کر اس کے ساتھ ہوئے جن میں بڑا قیس تھا جس کا دوسرا نام کَش ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر اسلام کی راہ میں بڑی جان فشانی سے لڑے اور فتوحات حاصل کیں اور ان کی واپسی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بہت تحفے دیئے اور ان پر برکت بھیجی اور پیشگوئی کی کہ اس قوم کو عروج حاصل ہوگا۔ اور بطور پیشگوئی فرمایا کہ ہمیشہ ان کے سردار مَلِکْ کے لقب سے مشہور ہوا کریں گے اور قیس کا نام عبدالرشید رکھ دیا اور پہطان کے لقب سے سرفراز ا۔ اور لفظ پہطان کی نسبت افغان مؤلّف یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک سریانی لفظ ہے جس کے معنی جہاز کا سُکّان ہے اور چونکہ نومسلم قیس اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے جہاز کے سُکّان کی طرح تھا اس لئے پہطان کا خطاب اس کو ملا۔

اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کس زمانہ میں غور کے افغان آگے بڑھے اور علاقہ قندھار میں جو آج کل ان کا وطن ہے آباد ہوئے۔ غالباً اسلام کی پہلی صدی میں ایسا ظہور میں

1.H.W.Bellew,

آیا۔ افغانوں کا قول ہے کہ قیس نے خالد ابن ولید کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس سے اس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام سرابان، پطان، اور گُرگشت ہیں۔ سرابان کے دو لڑکے تھے جن کا نام سچرج یُن اور کرش یُن ہیں۔ اور ان ہی کی اولاد افغان یعنی بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایشیا کوچک کے لوگ اور مغربی اسلامی مؤرخ افغانوں کو سلیمانی کہتے ہیں۔ اور کتاب سائیکلو پیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور[1] جلد سوم میں لکھا ہے کہ قوم یہود ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ چو (صدر مقام ضلع شو) ان کا معبد تھا۔ ڈاکٹر وولف[2] جو بنی اسرائیل کے دس غائب شدہ فرقوں کی تلاش میں بہت مدت پھرتا رہا اس کی یہ رائے ہے کہ اگر افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں تو وہ یہودا اور بن یمین قبیلوں میں سے ہیں۔ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کر کے بھیجے گئے تھے اور بخارا۔ مرو اور خیوا کے متعلقہ علاقوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ پرسٹر جان[3] شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں جو بنام الکسیس کام نی نس[4] شہنشاہ قسطنطنیہ ارسال کیا تھا اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دریا (آموں) کے پار بنی اسرائیل کے دس قبیلے ہیں جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ہماری رعیت اور غلام ہیں۔ ڈاکٹر مور[5] کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تاتاری قوم چوزن[6] یہودی الاصل ہیں۔ اور ان میں اب تک یہودی مذہب کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں چنانچہ وہ ختنہ کی رسم ادا کرتے ہیں۔ افغانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ دس گم شدہ بنی اسرائیلی قبائل ہیں۔ بادشاہ بخت نصر نے یروشلم کی تباہی کے بعد گرفتار کر کے غور کے ملک میں بسایا جو بامیان کے نزدیک ہے اور وہ خالد بن ولید کے آنے سے پہلے برابر یہودی مذہب کے پابند رہے۔

افغان شکل و شباہت میں ہر طرح سے یہود نظر آتے ہیں اور ان ہی کی طرح چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرتا ہے۔ ایک فرانسیسی سیّاح فرائر[7] نامی جب ہرات کے علاقہ میں سے گذر رہا تھا تو اس نے لکھا ہے کہ اس علاقہ میں بنی اسرائیل بکثرت ہیں

1.Edward Balfour, 2.Dr.Wolff, 3.Prester John, 4.Alexius Comnenus, the

اور اپنے یہودی مذہب کے ارکان کے ادا کرنے کی پوری آزادی انہیں حاصل ہے۔
ربی بن یمین ساکن شہر ٹولیڈو[1] (سپین) بارھویں صدی عیسوی میں گم شدہ قبیلوں کی تلاش میں گھر سے نکلا۔اس کا بیان ہے کہ یہ یہودی لوگ چین ایران اور تبت میں آباد ہیں۔ جوزی فس[2] جس نے ۹۳ء میں یہودیوں کی قدیم تاریخ لکھی ہے اپنی گیارھویں کتاب میں عزرا نبی کے ساتھ قید سے واپس جانے والے یہودیوں کے بیان کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ دس قبیلے دریائے فرات کے اس پار اب تک آباد ہیں اور ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ (دریائے فرات سے اس پار سے مراد فارس اور مشرقی علاقے ہیں) اور سینٹ جروم[3] جو پانچویں صدی عیسوی میں گذرا ہے ہوسیع نبی کا ذکر کرتے ہوئے اس معاملہ کے ثبوت میں حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اس دن سے (بنی اسرائیل کے) دس فرقے شاہ پارتھیا یعنی پارس کے ماتحت ہیں اور اب تک قید سے رہا نہیں کئے گئے۔ اور اسی کتاب کی جلد اول میں لکھا ہے کہ کونٹ جورن سٹرنا اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴[4] میں تحریر کرتا ہے کہ افغان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بخت نصر[5] نے ہیکل یروشلم کی تباہی کے بعد بامیان کے علاقہ میں انہیں جلاوطن کر کے بھیج دیا۔ (بامیان کا علاقہ غور کے متصل اور افغانستان میں واقع ہے) اور کتاب اے نیرے ٹو آف اے وزٹ ٹو غزنی کابل افغانستان۔ مصنفہ جی ٹی ویگن[6] ایف جی ایس مطبوعہ ۱۸۴۰ء کے صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ کتاب مجمع الانساب سے ملا خداداد نے پڑھ کر سنایا کہ یعقوب کا بڑا بیٹا یہودا تھا اس کا بیٹا اُسرک تھا۔ اُسرک کا بیٹا اکنور۔ اکنور کا بیٹا معالب۔ معالب کا فرلائی۔ فرلائی کا بیٹا قیس تھا۔ قیس کا بیٹا طالوت۔ طالوت کا ارمیاہ۔ اور ارمیاہ کا بیٹا افغان تھا اس کی اولاد قوم افغان ہے اور اسی کے نام پر افغان کا نام مشہور ہوا۔ افغان بخت نصر کا ہم عصر تھا اور بنی اسرائیل کہلاتا تھا اور اُس کے چالیس بیٹے تھے۔ اس کی چونتیسویں پشت میں دو ہزار برس بعد وہ قیس ہوا جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھا۔ اس سے چونسٹھ نسلیں ہو لیں۔ سلم نامی افغان کا سب سے بڑا بیٹا اپنے وطن شام سے ہجرت کر کے غور مشکوہ کے علاقہ میں جو ہرات کے قریب ہے آباد ہوا۔ اس کی اولاد افغانستان میں پھیل گئی۔

1.Benjamin of toleda, 2.Flavious Josephus, 3.Jerome, 4.The British Empire in

اور کتاب اے سائیکلو پیڈیا آف جیوگرافی مرتبہ جیمز برائیس[1] ایف جی ایس مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ اپنا سلسلہ نسب سال بادشاہ اسرائیل سے ملاتے ہیں اور اپنا نام بنی اسرائیل رکھتے ہیں۔ الگزنڈر برنس[2] کا قول ہے کہ افغان یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ یہودی الاصل ہیں۔ شاہ بابل نے انہیں قید کر کے غور کے علاقہ میں لا بسایا جو کابل سے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء تک اپنے یہودی مذہب پر رہے۔ لیکن خالد بن عبداللہ (غلطی سے ولید کی جگہ عبداللہ لکھا ہوا ہے) نے اس قوم کے ایک سردار کی لڑکی سے بیاہ کر لیا اور اُن کو اس سال میں دین اسلام قبول کرایا۔ اور کتاب ہسٹری آف افغانستان مصنفہ کرنیل جی بی میلسن[3] مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے کہ عبداللہ خان ہراتی اور فرانسیسی سیّاح فرائر یا نی سر ولیم جونز (جو ایک بڑا متبحّر عالم علوم شرقیہ گذرا ہے) اس بات پر متفق ہیں کہ افغان قوم بنی اسرائیلی الاصل ہیں اور دس گم شدہ فرقوں کی اولاد ہیں۔ اور کتاب ہسٹری آف دی افغانس مصنفہ جی پی فرائر[4] (فرانسیسی) مترجمہ کپتان ولیم جے سی مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء صفحہ ۱ میں لکھا ہے کہ شرقی مؤرخوں کی کثرت رائے یہی ہے کہ افغان قوم بنی اسرائیل کے دس فرقوں کی اولاد سے ہیں اور یہی رائے افغانوں کی اپنی ہے۔ اور یہی مؤرخ اس کتاب کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ افغانوں کے پاس اس بات کے ثبوت کے لئے ایک دلیل ہے جس کو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ جب نادر شاہ ہند کی فتح کے ارادہ سے پشاور پہنچا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے اس کی خدمت میں ایک بائبل عبرانی زبان میں لکھی ہوئی پیش کی اور ایسا ہی کئی دوسری چیزیں پیش کیں جو ان کے خاندانوں میں اپنے قدیم مذہب کے رسوم ادا کرنے کے لئے محفوظ چلی آتی تھیں۔ اس کیمپ کے ساتھ یہودی بھی موجود تھے جب ان کو یہ چیزیں دکھلائی گئیں تو فوراً انہوں نے ان کو پہچان لیا اور پھر یہی مؤرخ اپنی کتاب کے صفحہ چہارم کے بعد لکھتا ہے کہ عبداللہ خان ہراتی کی رائے میرے نزدیک بہت قابل اعتبار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ ملک طالوت (سال کے دو بیٹے تھے ایک کا نام افغان دوسرے کا نام جالوت۔ افغان اس قوم کا مورث اعلیٰ تھا۔ داؤد اور سلیمان کی حکومت کے

1.James Bryce, 2.Alexander Burnes, 3.G.B.malleson, 4.J.P.Ferrier

بعد بنی اسرائیل میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور فرقے فرقے الگ الگ بن گئے۔ بخت نصر کے زمانہ تک یہی حالت رہی۔ بخت نصر نے چڑھائی کر کے ستر ہزار یہودی قتل کئے اور شہر تباہ کیا۔اور باقی یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔اس مصیبت کے بعد افغان کی اولاد خوف کے مارے جُو دِیَا سے ملک عرب میں بھاگ کر جا بسے اور بہت عرصہ تک یہاں آباد رہے۔لیکن چونکہ پانی اور زمین کی قلت تھی اور انسان اور حیوان کو تکلیف تھی اس لئے انہوں نے ہندوستان کی طرف چلے آنے کا ارادہ کیا۔ابدالیوں کا ایک گروہ عرب میں پڑا رہا اور (حضرت) ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے ایک سردار نے ان کا رشتہ خالد بن ولید سے قائم کیا...................... جب ایران اہل عرب کے قبضہ میں آیا تو یہ قوم عرب سے نکل کر ایران کے علاقوں فارس اور کرمان میں جا بسے۔اور حملہ چنگیز خان تک یہیں بستے رہے۔اس کے مظالم کی تاب نہ لا کر ابدالی فرقہ مکران سندھ اور ملتان کے راستے ہندوستان پہنچا۔لیکن یہاں انہیں چین نصیب نہ ہوا (آخر کار) وہ کوہ سلیمان پر جا ٹھہرے۔باقی ماندہ ابدالی فرقے کے لوگ بھی یہاں جمع ہوگئے۔ان کے چوبیس فرقے تھے جو افغان کی اولاد میں سے تھے جس کے تین بیٹے تھے جن کے نام سرابند (سرابان) ارکش (گرگشت) کرلن (بطان) ان میں ہر ایک کے آٹھ فرزند ہوئے جن کے نام پر چوبیس قبیلے ہوئے۔ان کے نام مع قبائل یہ ہیں:۔

سرابند کے بیٹے	قبائل کے نام	گرگشت (ارکش) کے بیٹے	قبائل کے نام
ابدال	ابدالی	خلج	خلجی غلزئی
یوسف	یوسف زئی	کاکر	کاکری
بابور	بابوری	جمورین	جموری
وزیر	وزیری	ستوریان	ستوریانی
لوہان	لوہانی	پین	پینی

برچ	برچی	کس	کسی
خوگیان	خوگیانی	تکان	تکانی
شران	شرانی	نصر	نصری
کرلن کے بیٹے	**قبائل**	**کرلن کے بیٹے**	**قبائل**
خٹک	خٹکی	زاز	زازی
سور	سوری	باب	بابی
آفرید	آفریدی	بنگنیش	بنگنیشی
طور	طوری	لنڈ پیور	لنڈ پیوری

تَمَّ کَلَامُہٗ

اور کتاب مخزن افغانی☆ تالیف خواجہ نعمت اللہ ہراتی بعہد جہانگیر شاہ تالیف شدہ ۱۰۱۸ھ ہجری جس کو پروفیسر برنہارڈ ڈورن (خارکو یونیورسٹی) نے بمقام لندن ترجمہ کر کے ۱۸۳۶ء میں شائع کیا ہے اس کے مفصلہ ذیل ابواب میں یہ بیان ہے۔

باب اول میں بیان ''تاریخ یعقوب اسرائیل ہے جس سے اس (افغان) قوم کا شجرہ نسب شروع ہوتا ہے۔

باب دوم میں مضمون تاریخ شاہ طالوت ہے۔ یعنی افغانوں کا شجرہ نسب طالوت سے ملایا گیا ہے۔

صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں لکھا ہے کہ طالوت کے دو بیٹے تھے۔ برخیاہ اور ارمیاہ۔ برخیاہ کا بیٹا آصف تھا اور ارمیاہ کا افغان۔ اور صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ افغان کے ۲۴ بیٹے تھے اور افغان کی اولاد کے برابر کوئی اور اسرائیلی قبیلہ میں نہ تھا۔ اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے تمام شام

☆ معتبر تواریخ مثلاً تاریخ طبری، مجمع الانصاب، گزیدہ جہاں کشائی، مطلع الانوار، معدن اکبر سے خلاصہ کر کے یہ کتاب بنائی گئی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳ دیباچہ از مصنف)

پر قبضہ کرلیا اور اقوام بنی اسرائیل کو جلا وطن کر کے غور، غزنی، کابل، قندہار اور کوہ فیروز کے کوہستانی علاقوں میں لا بسایا جہاں خاص کر آصف اور افغان کی اولا د رہ پڑی۔

باب سوم میں یہ بیان ہے کہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل کو شام سے نکال دیا تو آصف اور افغان کی نسل کے چند قبائل عرب میں جا گزین ہوئے۔اور عرب ان کو بنی اسرائیل اور بنی افغان کے ناموں سے نامزد کرتے تھے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۳۷و۳۸ مصنف مجمع الانساب اور مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ کے حوالہ سے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں خالد بن ولید نے ان افغانوں کی طرف دعوت اسلام کا پیغام بھیجا جو بخت نصر کے واقعہ کے بعد غور کے علاقہ ہی میں رہ پڑے تھے۔افغان سردار بسر براہی قیس جو ۳۷ پشتوں کے بعد طالوت کی اولاد تھا حاضر خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔قیس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرشید رکھا۔(اس جگہ عبدالرشید قیس کا شجرہ نسب طالوت (سال) تک دیا ہے)۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداروں کا نام پٹھان رکھا جس کے معنی سُکّان جہاز کے ہیں۔کچھ عرصہ کے بعد سردار واپس اپنے ملک میں آئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔

اور اسی کتاب مخزن افغانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے کہ بنی افغنہ یا بنی افغان ناموں کی نسبت فرید الدین احمد اپنی کتاب رسالہ انساب افغانیہ میں مفصلہ ذیل عبارت لکھتا ہے:۔”بخت نصر مجوسی جب بنی اسرائیل اور شام کے علاقوں پر مستولی ہوا اور یروشلم کو تباہ کیا تو بنی اسرائیل کو قیدی اور غلام بنا کر جلا وطن کر دیا اور اس قوم کے کئی قبیلے جو موسوی شریعت کے پابند تھے اپنے ساتھ لے گیا اور حکم دیا کہ وہ آبائی مذہب چھوڑ کر خدا کی بجائے اس کی پرستش کریں۔لیکن انہوں نے انکار کیا۔ بنا بریں بخت نصر نے نہایت عاقل اور فہیم لوگوں میں سے دو ہزار کو مار ڈالا اور باقیوں کے لئے حکم دیا کہ اس کے مقبوضات اور شام سے کہیں باہر چلے جائیں۔ان کا ایک حصہ ایک سردار کے ماتحت بخت نصر کے مقبوضات سے نکل کر کوہستانِ غور میں چلا گیا اور یہاں ان کی اولا د رہ پڑی۔دن بدن ان کی تعداد بڑھتی گئی اور لوگوں نے ان کو بنی اسرائیل بنی آصف اور بنی افغان کے ناموں سے موسوم کیا۔

صفحہ ۶۴ میں مصنف مذکور کا قول ہے کہ معتبر کتب مثلاً تاریخ افغانی، تاریخ غوری وغیرہ میں یہ دعویٰ درج ہے ''افغان بہت زیادہ حصہ تو بنی اسرائیل ہیں اور کچھ حصہ قبطی''۔ نیز ابوالفضل کا بیان ہے کہ بعض افغان اپنے آپ کو مصری الاصل سمجھتے ہیں اور یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل یروشلم سے مصر واپس گئے۔ اس فرقہ (یعنی افغان) نے ہندوستان کو نقل مقام کیا۔ اور صفحہ ۶۴ میں فرید الدین احمد افغان کے نام کی بابت یہ لکھتا ہے:۔ افغان نام کی نسبت بعض نے یہ لکھا ہے کہ (شام سے) جلاوطنی کے بعد جب وہ ہر وقت اپنے وطن مالوف کا دل میں خیال لاتے تھے تو آہ وفغان کرتے تھے لہٰذا ان کا نام افغان ہوا اور یہی رائے سر جان ملکم کی ہے دیکھو ہسٹری آف پرشیا جلد ا صفحہ ۱۰۱۔

اور صفحہ ۶۳ میں مہابت خان کا بیان ہے کہ ''چوں ایشاں از توابع ولواحق سلیمان علیہ السلام اند بنابراں ایشاں را مردم عرب سلیمانی گویند''۔

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے تقریباً تمام مشرقی مؤرخوں کی یہی تحقیقات ہے کہ افغان قوم کا اپنا یہی اعتقاد ہے کہ وہ یہودی الاصل ہیں۔ اور اس رائے کو زمانہ حال کے بعض مؤرخوں نے بھی اختیار کیا ہے یا غالباً صحیح سمجھا ہے............ اور یہ رواج کہ افغان یہودیوں کے نام اپنے نام رکھتے ہیں بیشک افغانوں کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے ہے (لیکن مترجم برنہارڈ دورن کا یہ خیال کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ پنجاب کے شمال ومغربی حصہ میں اکثر ایسی قومیں ہندی الاصل آباد ہیں جو آباد ہوگئی ہیں لیکن ان کے نام یہودی ناموں کی طرز پر ہرگز نہیں۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہو جانے سے ایک قوم میں یہودی نام داخل نہیں ہوجاتے) ''افغان کے خط وخال یہودیوں سے حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور اس بات کو ان محققوں نے بھی تسلیم کرلیا ہے جو افغانوں کے دعوائے یہودی الاصل ہونے پر کچھ التفات نہیں کرتے۔ اور یہی ایک ثبوت ہے جو اُن کے یہودی الاصل ہونے کے بارے میں مل سکتا ہے۔ سر جان ملکم کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔ ''اگرچہ افغانوں کا (یہودیوں کی) معزز نسل سے ہونے کا دعویٰ بہت مشتبہ ہے۔ لیکن ان کی شکل وظاہری خط وخال اور ان کے اکثر رسوم سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وہ

(افغان) فارسیوں، تاتاریوں اور ہندیوں سے ایک جدا قوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی بات اس بیان کو معتبر ٹھہراتی ہے جس کی مخالفت بہت سے قوی واقعات کرتے ہیں اور جس کا کوئی صاف ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ایک قوم کی دوسری قوم کے ساتھ شکل و وضع میں مشابہت رکھنے سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو کشمیری اپنے یہودیوں والے خط و خال کی وجہ سے یقیناً یقیناً یہودی الاصل ثابت ہوں گے اور اس بات کا صرف برنیر نے ہی نہیں بلکہ فارسٹر اور شاید دیگر محققوں نے ذکر کیا ہے"۔ .... اگر چہ فارسٹر برنیر کی رائے کو تسلیم نہیں کرتا تاہم وہ اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کشمیریوں میں تھا تو اس نے خیال کیا کہ وہ ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہے۔

اور کتاب ڈکشنری آف جیوگرافی مرتبہ اے کے جانسٹن کے صفحہ ۲۵۰ میں کشمیر کے لفظ کے بیان میں یہ عبارت ہے:۔ یہاں کے باشندے دراز قد، قوی ہیکل، مردانہ شباہت والے، عورتیں مکمل اندام والیں، خوبصورت، بلند خمدار بینی والے، شکل و وضع میں بالکل یہودیوں کے مشابہ ہیں۔

اور سول اینڈ ملٹری گزٹ (مطبوعہ ۲۳ ر نومبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۴) میں بعنوان مضمون سواتی اور آفریدی ❋ (اقوام) لکھا ہے کہ ہمیں ایک اعلیٰ درجہ کا قیمتی اور دلچسپ مضمون ملا ہے جو برٹش ایسوسی ایشن کے ایک حال کے جلسہ میں ایسوسی ایشن مذکورہ کی شاخ متعلقہ تاریخ طبعی نوع انسان میں پیش کیا گیا ہے اور جو کمیٹی تحقیقات تاریخ طبعی انسان کے موسم سرما کے جلسہ میں ابھی سنایا جانا ہے۔ ہم وہ مکمل مضمون ذیل میں درج کرتے ہیں۔

.... ہندوستان کی مغربی سرحد کے پٹھان یا پکٹان باشندوں کا حال قدیمی تاریخوں میں موجود ہے اور بہت سے فرقوں کا ذکر ہیروڈوٹس نے اور سکندر اعظم کے تاریخ نویسوں نے کیا ہے۔ وسطی زمانہ میں اس پہاڑ کا غیر آباد اور ویرانہ کا نام روہ تھا۔ اور اس علاقہ کے باشندوں کا نام رہیلہ تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ رہیلے یا پٹھان قوم افغانان کے نام و نشان سے پہلے ان علاقوں میں آباد تھے۔ اب سارے افغان پٹھانوں میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ پٹھانی زبان یعنی پشتو بولتے ہیں۔ لیکن وہ ان سے کسی رشتہ کا اقرار

❋ SWATIS AND AFRIDIS by Sir Thomas Holdich, The Civil and Military Gazette, Wednesday November 23 1898, page 4

نہیں کرتے۔اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم بنی اسرائیل ہیں یعنی ان فرقوں کی اولاد ہیں جن کو بخت نصر قید کر کے بابل لے گیا تھا۔مگر سب نے پشتو زبان کو اختیار کر لیا ہے۔اور سب اسی مجموعہ قوانین ملکی کو مانتے ہیں جس کا نام پکتان والی ہے اور جس کے بہت سے قواعد پرانی موسوی شریعت سے عجیب طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اقوام راجپوت کے پرانے رسم ورواج سے بھی ملتے جلتے ہیں۔

......اگر ہم اسرائیلی آثار کو زیر نظر رکھ کر دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کی قومیں دو بڑے حصوں میں منقسم ہوسکتی ہیں۔......یعنی اول وہ فرقے ہندی الاصل ہیں جیسے وزیری، آفریدی، اورک زئی وغیرہ۔دوسرے افغان جو سامی (SEMITIC) ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سرحد پر زیادہ آبادی انہی کی ہے۔اور کم سے کم یہ ممکن ہے کہ پکٹان والی جو ایک غیر مکتوب ضابطہ قواعد ملکی ہے۔سب کامل کر تیار ہوا ہے اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ موسوی احکام راجپوتی رسوم سے ملے ہوئے ہیں جن کی ترمیم اسلامی رسوم نے کی ہے۔وہ افغان جو اپنے تئیں درّانی کہلاتے ہیں اور جب سے کہ درّانی سلطنت کی بنیاد پڑی ہے یعنی ۱۵۰ سال سے اپنے تئیں درّانی ہی نامزد کرتے آئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ اصلاً اسرائیلی فرقوں کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل کش (قیس) سے جاری ہوتی ہے جس کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پٹھان کے نام سے موسوم کیا۔جس کے معنی سریانی زبان میں سُکّان کے ہیں کیونکہ اس نے لوگوں کو اسلام کی لہروں میں (کشتی کی طرح) چلاتا تھا۔

...........اگر ہم قوم افغان کا قوم اسرائیل سے کوئی قدیمی رشتہ نہ مانیں تو ان اسرائیلی ناموں کی کوئی وجہ بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے جو عام طور پر رائج ہیں۔ اور بعض رسوم مثلاً عید فصح کے تہوار کے رائج ہونے کی وجہ بیان کرنا اور بھی ہمارے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔اور قوم افغان کی یوسف زئی شاخ اگر عید فصح کی حقیقت کو سمجھ کر نہیں مناتے تو کم سے کم ان کا تہوار عید فصح کی نہایت عجیب اور عمدہ نقل ہے۔ایسا ہی اسرائیلی رشتہ نہ ماننے کی حالت میں ہم اس اصرار کی بھی کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ افغانوں کو اس روایت کے بیان کرنے اور اس پر قائم رہنے میں ہے۔اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس روایت کی صداقت کی کوئی اصلی بنیاد ضرور ہوگی۔ بلیو(BELLEW) کی رائے ہے کہ اسرائیلی رشتہ کا درحقیقت سچا ہونا ممکن ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ افغانوں کی تین بڑی شاخوں میں سے جو اپنے تئیں قیس کی اولاد بیان کرتے ہیں کم سے کم ایک شاخ سارابور کے نام سے موسوم ہے اور یہ لفظ پشتو زبان میں اس نام کا ترجمہ ہے جو پرانے زمانے میں سورج بنسی راجپوتوں کا نام تھا جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ ان کی بستیاں مہابھارت کی لڑائی میں چندر بنسی خاندان سے شکست کھا کر افغانستان میں آبسی تھیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ ممکن ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہوں جو قدیمی راجپوتوں میں مل گئے ہوں اور ہمیشہ سے میری نظر میں افغانوں کے اصل ونسل کے مسئلہ کا صحیح حل نہایت ہی اغلب طور پر یہی معلوم ہوتا رہا ہے۔ بہرنمط آج کل کے افغان روایت وتامل کی بنا پر اپنے تئیں برگزیدہ قوم یعنی ابراہیم کی اولاد میں سے شمار کرتے ہیں۔..................

ان تمام تحریرات کو جو نامی مؤلفوں کی کتابوں میں سے ہم نے لکھی ہیں یکجائی طور پر تصور میں لانے سے ایک صادق کو یقین کامل ہوسکتا ہے کہ یہ قومیں جو افغان اور کشمیری اس ملک ہندوستان اور اس کے حدود اور نواح میں پائی جاتی ہیں دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ اور ہم اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انشاء اللہ زیادہ تر تفصیل سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر دور دراز یعنی ہندوستان کے سفر کی علّت غائی یہی تھی کہ تا وہ اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں جو تمام اسرائیلی قوموں کو تبلیغ کا فرض ان کے ذمہ تھا جیسا کہ وہ انجیل میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ پس اس حالت میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان اور کشمیر میں آئے ہوں۔ بلکہ تعجب اس بات میں ہے کہ بغیر ادا کرنے اپنے فرض منصبی کے وہ آسمان پر جا بیٹھے ہوں۔ اب ہم اس حصہ کو ختم کرتے ہیں۔ وَالسّلام علٰی مَنِ اتَّبع الھُدیٰ

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 93 تا 107)

ستارہ قیصریہ (1899ء)

بہت سے قطعی دلائل اور نہایت پختہ وجوہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ خدا نے اس پاک نبی کو صلیب پر سے بچا لیا۔ اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ مر کر بلکہ زندہ ہی قبر میں غشی کی حالت میں داخل کیے گئے۔ اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلے جیسا کہ آپ نے انجیل میں خود فرمایا تھا کہ میری حالت یونس نبی کی حالت سے مشابہ ہو گی۔ آپ کی انجیل میں الفاظ یہ ہیں کہ یونس نبی کا معجزہ دکھلاؤں گا سو آپ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انجیلوں سے ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ایک بڑی خوشخبری جو ہمیں ملی ہے وہ یہ ہے کہ دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے اور یہ امر ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے۔ اور ایک مدت تک کوہِ لغمان میں رہے۔ اور پھر کشمیر میں آئے اور ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور سرینگر محلّہ خانیار میں آپ کا مزار ہے چنانچہ اس بارے میں میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے مسیح ہندوستان میں۔ یہ ایک بڑی فتح ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جلد تر یا کچھ دیر سے اس کا نتیجہ ہو گا کہ یہ دو بزرگ قومیں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جو مدت سے بچھڑی ہوئی ہیں۔ باہم شیر و شکر ہو جائیں گی۔

(ستارہ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 123 تا 124)

تریاق القلوب (1900ء)

میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے حسی بدیہی ثبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور ان کی جائے وفات اور قبر کا پتہ دے دیا ہے۔ چنانچہ جو شخص میری کتاب مسیح ہندوستان میں اوّل سے آخر تک پڑھے گا۔ گو وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی یا آریہ۔ ممکن نہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس بات کا وہ قائل نہ ہو جائے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال لغو اور

جھوٹ اور افترا ہے۔ غرض یہ ثبوت نظری حد تک محدود نہیں بلکہ نہایت صاف اور اجلیٰ بدیہیات ہے جس سے انکار کرنا نہ صرف بعید از انصاف بلکہ انسانی حیا سے دُور ہے۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 145)

تیسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ آسمانی نشانوں سے اسلام کی برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور زمین کے واقعات سے امور محسوسہ بدیہیہ کی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے بلکہ اپنی طبعی موت سے مرگئے۔ اور یہ تیسری صورت ایسی ہے کہ ایک متعصب عیسائی بھی اقرار کرسکتا ہے کہ اگر یہ بات بپایہء ثبوت پہنچ جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے تو پھر عیسائی مذہب باطل ہے اور کفارہ اور تثلیث سب باطل اور پھر اس کے ساتھ جب آسمانی نشان بھی اسلام کی تائید میں دکھلائے جائیں تو گویا اسلام میں داخل ہونے کے لئے تمام زمین کے عیسائیوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ سو یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے۔ اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ اور دُوسرے خدا کے فضل اور کرم اور رحم نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان پر چڑھے بلکہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کے ملک میں آئے اور اسی جگہ وفات پائی۔ یہ باتیں صرف قصہ کہانیوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ بہت سے کامل ثبوتوں کے ساتھ ثابت ہوگئی ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اس لئے میں زور سے اور دعوے سے کہتا ہوں کہ جس کسر صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اس کا پورا سامان مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقل سلیم گواہی دے گی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی مؤثر اور معقول صورت کسر صلیب کی نہیں۔ اب میں سوال کرتا ہوں کہ اگر میں جھوٹا ہوں اور مسیح موعود نہیں ہوں تو ہمارے مخالف علماء اسلام بتلاویں کہ جب اُن کا مسیح موعود دنیا میں ظاہر ہوگا تو وہ کسر صلیب کے لئے کیا

کارروائی کرے گا اور ہمیں معقول طور پر سمجھائیں کہ کیا وہ ایسی کارروائی ہوگی جس سے چالیس کروڑ عیسائی اپنے دین کا باطل ہونا دِلی یقین سے سمجھ سکے۔ اِس سوال کے جواب میں ہمارے گرفتار تقلید مولوی بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب ان کا مسیح آئے گا تو لوگوں کو تلوار سے مسلمان کرے گا اور ایسا سخت دل ہوگا کہ جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا۔ اس کی تقسیم اوقات یہ ہوگی کہ کچھ حصہ دِن کا تو لوگوں کو قتل کرنے میں بسر کرے گا اور کچھ حصہ دن کا جنگلوں میں جا کر سؤروں کو مارتا رہے گا۔ اب ہر ایک عقلمند موازنہ کرسکتا ہے کہ کیا وہ امور جو اشاعتِ اسلام اور کسرِ صلیب کے لئے ہم پر کھولے گئے ہیں وہ دلوں کو کھینچنے والے اور مؤثر معلوم ہوتے ہیں یا ہمارے مسلمان مخالفوں کے فرضی مسیح موعود کا یہ طریق کہ گویا وہ آتے ہی بے خبر اور غافل لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے گا۔ یاد رہے کہ عیسائی مذہب اِس قدر دنیا میں پھیل گیا ہے کہ صرف آسمانی نشان بھی اس کے زیر کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ مذہب کو چھوڑنا بڑا مشکل امر ہے۔ لیکن یہ صورت کہ ایک طرف تو آسمانی نشان دکھلائے جائیں اور دوسرے پہلو میں اُن کے مذہب اور اُن کے اصولوں کا واقعاتِ حقہ سے تمام تانا بانا توڑ دیا جائے اور ثابت کر دیا جائے کہ حضرت مسیح کا مصلوب ہونا اور پھر آسمان پر چڑھ جانا دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ طرز ثبوت ایسی ہے کہ بلا شبہ اس قوم میں ایک زلزلہ پیدا کر دے گی۔ کیونکہ عیسائی مذہب کا تمام مدار کفارہ پر ہے اور کفارہ کا تمام مدار صلیب پر اور جب صلیب ہی نہ رہی تو کفارہ بھی نہ رہا۔ اور جب کفارہ نہ رہا تو مذہب بنیاد سے گر گیا۔ ہم اپنے بعض رسالوں میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ صلیب کا عقیدہ خود ایسا ہے جس سے حضرت مسیح کسی طرح سچے نبی نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ جبکہ توریت کی رو سے مصلوب ملعون ہوتا ہے اور لعنت کا مفہوم لغت کے رو سے یہ ہے کہ کسی شخص کا دل خدا تعالیٰ سے بکلّی برگشتہ ہو جائے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا کا دُشمن ہو جائے اور خدا اُس کا دشمن ہو جائے۔ اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ سو ملعون ہو جانا اور لعنتی بن جانا جس کا مفہوم اس قدر بد ہے۔ یہ سخت تاریکی کیونکر مسیح جیسے راستباز کے دِل پر وارد ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے کفارہ کا منصوبہ بنانے

کے وقت لعنت کے مفہوم پر ذرہ غور نہیں کی اور بھول گئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لقب جو شیطان پلید کو دیا گیا ہے وہی نعوذ باللہ حضرت مسیح کو دیتے۔ نہایت ضروری ہے کہ اب بھی عیسائی صاحبان عربی اور عبرانی کی کتابوں کو غور سے دیکھ کر لعنت کے مفہوم کو سمجھ لیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ انہیں کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ لفظ صرف اس شخص پر اطلاق پاتا ہے جس کا دِل سیاہ اور ناپاک اور خدا سے دُور اور شیطان کی طرح ہوگیا ہو اور تمام تعلقات خدا تعالیٰ سے ٹوٹ گئے ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کون ایماندار یہ ناپاک لقب اس راستباز کی نسبت روا رکھ سکتا ہے جس کا نام انجیل میں نور لکھا ہے۔ کیا وہ نور کسی زمانہ میں تاریکی ہوگیا تھا؟ کیا وہ جو درحقیقت خدا سے ہے اس کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ درحقیقت شیطان سے ہے؟

ماسوا اس کے جبکہ یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ حضرت مسیح ہرگز مصلوب نہیں ہوئے اور کشمیر میں اُن کی قبر ہے تو اب راستی کے بھوکے اور پیاسے کیونکر عیسائی مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یہ سامان کسر صلیب کا ہے جو خدا نے آسمان سے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ مار مار کر لوگوں کو مسلمان بناویں۔ ہماری قوم کے علماءِ اسلام کو ذرہ ٹھہر کر سوچنا چاہیئے کہ کیا جبر سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے اور کیا جبر سے کوئی دین دِل میں داخل ہوسکتا ہے۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167 تا 170)

عیسائی مذہب پر فتح پانے کا بجز حضرت مسیح کی طبعی موت ثابت کرنے اور صلیبی موت کے خیال کے جھوٹا ثابت کرنے کے اور کوئی طریق نہیں سو یہ خدا نے بات پیدا کردی ہے نہ ہم نے کہ کمال صفائی سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح صلیب سے جان بچا کر کشمیر میں آگئے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے جیسا کہ آفتاب کا آسمان پر چمکنا۔ منہ‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 169 حاشیہ)

اور عیسائیوں کی نسبت جو اتمام حجت کیا گیا وہ بھی دو قسم پر ہے۔ ایک وہ کتابیں ہیں جو میں نے عیسائیوں کے خیالات کے ردّ میں تالیف کیں جیسا کہ براہین احمدیہ اور نور الحق اور کشف الغطاء وغیرہ۔ دوسرے وہ نشان جو عیسائیوں پر حجت پوری کرنے کے لئے میں

نے دکھلائے اور میں نے ان کتابوں میں جو عیسائیوں کے مقابل پر لکھی گئی ہیں ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیوں کا خونِ مسیح اور کفارہ کا مسئلہ ایسا غلط ہے کہ ایک دانشمند اور منصف کے لئے کافی ہے کہ اِسی مسئلہ پر غور کر کے خدا سے ڈرے اور اس مذہب سے علیحدہ ہو جائے اور میں نے ان کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی ٹھہرانے کا عقیدہ جو عیسائیوں کے مذہب کا اصل الاصول ہے ایسا صریح البطلان ہے کہ ایک سطحی خیال کا انسان بھی معلوم کرسکتا ہے کہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ایسا مذہب سچا ہو جس کی بنیاد ایسے عقیدے پر ہو جو ایک راستباز کے دل کو لعنت کے سیاہ داغ کے ساتھ ملوث کرنا چاہتا ہے کیونکہ لعنت کا لفظ جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے نہایت پلید معنے رکھتا ہے اور اس لفظ کے ایسے خبیث معنے ہیں کہ بجز شیطان کے اور کوئی اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عربی اور عبرانی کی زبان میں ملعون اس کو کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کے لئے ردّ کیا جائے۔ اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے رحمت الٰہی سے ردّ کیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں توریت سے قرآن شریف تک کسی ایسے شخص کی نسبت ملعون ہونے کا لفظ نہیں بولا گیا جس نے انجام کار خدا کی رحمت اور فضل سے حصہ لیا ہو۔ بلکہ ہمیشہ سے یہ ملعون اور لعنتی کا لفظ انہی ازلی بدبختوں پر اطلاق پاتا رہا ہے جو ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمت اور نجات اور نظرِ محبت سے بے نصیب کئے گئے اور خدا کے لطف اور مہربانی اور فضل سے ابدی طور پر دور اور مہجور ہو گئے اور ان کا رشتہ دائمی طور پر خدا تعالیٰ سے کاٹ دیا گیا اور اُس جہنم کا خلود اُن کے لئے قرار پایا جو خدا تعالیٰ کے غضب کا جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے کی اُمید نہ رہے۔ اور نبیوں کے منہ سے بھی یہ لفظ کبھی ایسے اشخاص کی نسبت اطلاق نہیں پایا جو کسی وقت خدا کی ہدایت اور فضل اور رحم سے حصہ لینے والے تھے۔ اس لئے یہودیوں کی مقدس کتاب اور اسلام کی مقدس کتاب کی رُو سے یہ عقیدہ متفق علیہ مانا گیا ہے کہ جو شخص ایسا ہو کہ خدا کی کتابوں میں اُس پر ملعون کا لفظ بولا گیا ہو۔ وہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور بے نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اِس آیت میں یہی اشارہ ہے۔ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا

وَ قُتِّلُوْ ا تَقْتِیْلًا ☆ یعنی زنا کار اور زنا کاری کی اشاعت کرنے والے جو مدینہ میں ہیں یہ لعنتی ہیں یعنی ہمیشہ کے لئے خدا کی رحمت سے ردّ کئے گئے اس لئے یہ اِس لائق ہیں کہ جہاں ان کو پاؤ قتل کر دو۔ پس اِس آیت میں اِس بات کی طرف یہ عجیب اشارہ ہے کہ لعنتی ہمیشہ کے لئے ہدایت سے محروم ہوتا ہے اور اس کی پیدائش ہی ایسی ہوتی ہے جس پر جھوٹ اور بدکاری کا جوش غالب رہتا ہے۔ اور اِسی بنا پر قتل کرنے کا حکم ہوا کیونکہ جو قابل علاج نہیں اور مرض متعدی رکھتا ہے اس کا مرنا بہتر ہے۔ اور یہی توریت میں لکھا ہے کہ لعنتی ہلاک ہوگا۔ علاوہ اِس کے ملعون کے لفظ میں یہ کس قدر پلید معنی مندرج ہیں کہ عربی اور عبرانی زبان کی رُو سے ملعون ہونے کی حالت میں ان لوازم کا پایا جانا ضروری ہے کہ شخص ملعون اپنی دِلی خواہش سے خدا تعالیٰ سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے اپنے دِلی جوش کے ساتھ دشمنی رکھے اور ایک ذرہ محبت اور تعظیم اللہ جلّ شانہٗ کی اُس کے دِل میں نہ ہو۔ اور ایسا ہی خدا تعالیٰ کے دِل میں بھی ایک ذرّہ اُس کی محبت نہ ہو یہاں تک کہ وہ شیطان کا وارث ہو نہ خدا کا۔ اور یہ بھی لعنتی ہونے کے لوازم میں سے ہے کہ شخص ملعون خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت سے بکلی بے نصیب ہو۔ اب ظاہر ہے کہ یہ لعنت اور ملعون ہونے کی حالت کا مفہوم ایسا ناپاک مفہوم ہے کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ایماندار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس کو منسوب کیا جائے کیونکہ ملعون ہونے سے مراد وہ سخت دلی کی تاریکی ہے جس میں ایک ذرہ خدا کی معرفت کا نور خدا کی محبت کا نور خدا کی تعظیم کا نور باقی نہ ہو۔ پس کیا روا ہے کہ ایسے مردار کی سی حالت ایک سیکنڈ کے لئے بھی مسیح جیسے راستباز کی طرف منسوب کی جائے۔ کیا نور اور تاریکی دونوں جمع ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب کے یہ عقائد سراسر باطل ہیں۔ نیک دِل انسان ایسی نجات سے بیزار ہوگا جس کی اوّل شرط یہی ہو کہ ایک پاک اور معصوم اور خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ ملعون ہوگیا اور اُس کا دِل عمداً خدا سے برگشتہ ہوگیا اور اس کے سینہ میں سے خدا شناسی کا نور جاتا رہا اور وہ شیطان کی طرح خدا تعالیٰ کا دشمن ہوگیا۔ اور خدا سے بیزار ہوگیا

☆ الاحزاب:62

اور شیطان کا وارث ہوگیا اور اُس کا سارا دِل سیاہ ہوگیا۔ اور لعنت کی زہرناک کیفیت سے اُس کا دِل اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان اور اس کے تمام خیالات بھر گئے۔ اور اس کی پلید زمین میں بجز لعنتی درختوں کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ کیا ایسے اصولوں کو کوئی ایماندار اور شریف انسان اپنی نجات کا ذریعہ ٹھہرا سکتا ہے اگر نجات کا یہی ذریعہ ہے تو ہر ایک پاک دل شخص کا کانشنس یہی گواہی دے گا کہ ایسی نجات سے ہمیشہ کا عذاب بہتر ہے۔ تمام انسانوں کا اِس سے مرنا بہتر ہے کہ لعنت جیسا سڑا ہوا مُردار جو شیطان کی خاص وراثت ہے مسیح جیسے پاک اور پاک دِل کے مُنہ میں ڈالیں اور اِس مردار کا اس کے دِل کو ذخیرہ بناویں اور پھر اس مکروہ عمل سے اپنی نجات اور رہائی کی اُمید رکھیں۔ غرض یہ وہ عیسائی تعلیم ہے جس کو ہم نے سراسر ہمدردی اور خیر خواہی کی راہ سے اپنی کتابوں میں ردّ کیا ہے اور صرف اِسی قدر نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کر کے دکھلایا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی ملنا ہی جھوٹ ہے۔ انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ وہ سُولی نہیں ملے۔ اور پھر خود حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے اس واقعہ کی مثال حضرت یونس کے واقعہ سے منطبق کی ہے اور یہ کہا ہے کہ میرا قبر میں داخل ہونا اور قبر سے نکلنا یونس نبی کے مچھلی کے نشان سے مشابہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہ مردہ داخل ہوا تھا اور نہ مردہ نکلا تھا۔ بلکہ زندہ داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ پھر اگر حضرت مسیح قبر میں مُردہ داخل ہوا تھا تو اس کے قصے کو یونس نبی کے قصے سے کیا مشابہت۔ اور ممکن نہیں کہ نبی جھوٹ بولے اِس لئے یہ اِس بات پر یقینی دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے اور اگر موجودہ انجیلیں تمام وکمال اِس واقعہ کے مخالف ہوتیں تب بھی کوئی سچا ایماندار قبول نہ کرتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی پر مرجانے کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ اس سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح اپنی اس مشابہت قرار دینے میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور مشابہت سراسر غلط ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اُن بیلوں گدھوں کی طرح لعنتی بھی ہوگئے جن کی نسبت توریت میں مار دینے کا حکم تھا اور نعوذ باللہ اُن کے دِل میں لعنت کی وہ زہر سرایت کرگئی جس نے

شیطان کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کیا ہے۔لیکن موجودہ انجیلوں میں سے وہ انجیلیں بھی اب تک موجود ہیں جیسا کہ انجیل برنباس جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے سولی ملنے سے انکار کیا گیا ہے اوران چارانجیلوں کو دوسری انجیلوں پر کچھ ترجیح نہیں کیونکہ یہ سب انجیلیں حواریوں کے زمانہ کے بعد بعض یونان کے لوگوں نے بے سروپا روایات کی بناپر لکھیں ہیں اوران میں حضرت مسیح کے ہاتھوں کی کوئی انجیل نہیں بلکہ حواریوں کے ہاتھوں کی بھی کوئی انجیل نہیں اور یہ بات قبول کی گئی ہے کہ انجیل کا عبرانی نسخہ دنیا سے مفقود ہے۔ ماسوااِس کے یہ چاروں انجیلیں جو چوسٹھ انجیلوں میں سے محض تحکم کے طور پر اختیار کی گئی ہیں اُن کے بیانات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا۔ چنانچہ ہم اپنے رسالہ ’’مسیح ہند میں‘‘ میں اس بحث کو صفائی سے طے کر چکے ہیں۔ اوران انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک باغ میں اپنی رہائی کے لئے تمام رات دعا کرتے رہے اوراس غرض اور مدعا سے کہ کسی طرح سولی سے بچ جائیں ساری رات رونے اور گڑگڑانے اورسجدہ کرنے میں گذری۔اور یہ غیرممکن ہے کہ جس نیک انسان کو یہ توفیق دی جائے کہ تمام رات دردِدل سے کسی بات کے ہوجانے کے لئے دعا کرے اوراُس دعا کے لئے اس کو پوراجوش عطا کیا جائے اور پھر وہ دعا نا منظوراورنا مقبول ہو۔ جب سے کہ دنیا کی بنیاد پڑی اُس وقت سے آج تک اِس کی نظیر نہیں ملی۔اورخدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں بالاتفاق یہ گواہی پائی جاتی ہے کہ راستبازوں کی دعا قبول ہوتی ہے اوراُن کے کھٹکھٹانے پر ضرور کھولا جاتا ہے۔ پھر مسیح کی دعا کو کیاروک پیش آئی کہ باوجود ساری رات کی گریہ وزاری اورشوروغوغا کے ردّی کی طرح پھینک دی گئی اور قبول نہ ہوئی۔ کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اِس واقعہ کی کوئی اورنظیر بھی ہے کہ کوئی مسیح جیسا راستباز یا اس سے کمتر تمام رات رو روکر اور جگر پھاڑ کر دعا کرے اور بیقراری سے بے ہوش ہوتا جائے اورخود اقرار کرے کہ میری جان گھٹ رہی ہے اور میرا دل گرا جاتا ہے اور پھر ایسی دردناک دعا قبول نہ ہو؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگرخدا تعالیٰ ہماری کوئی دعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اِطلاع بخشتا ہے اوراُس دردناک حالت تک ہمیں نہیں پہنچاتا جس میں اس کا قانونِ قدرت یہی

واقع ہے کہ اس درجہ پر وفادار بندوں کی دعا پہنچ کر ضرور قبول ہو جایا کرتی ہے۔ پھر مسیح کی دعا کو کیا بلا پیش آئی کہ نہ تو وہ قبول ہوئی اور نہ انہیں پہلے ہی سے اطلاع دی گئی کہ یہ دعا قبول نہیں ہوگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بقول عیسائیوں کے خدا کی اس خاموشی سے مسیح سخت حیرت میں پڑا یہاں تک کہ جب صلیب پر چڑھایا گیا تو بے اختیار عالم نومیدی میں بول اُٹھا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ غرض میں نے اپنی کتابوں سے حق کے طالبوں کو اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ پہلے اِس بات کو ذہن میں رکھ کر کہ مقبولوں کی اوّل علامت مستجاب الدعوات ہونا ہے خاص کر اس حالت میں جب کہ اُن کا درد دِل نہایت تک پہنچ جائے پھر اس بات کو سوچیں کہ کیونکر ممکن ہے کہ باوجودیکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مارے غم کے بے جان اور ناتوان ہو کر ایک باغ میں جو پھل لانے کی جگہ ہے بکمال درد ساری رات دعا کی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دیا جائے مگر پھر بھی باایں ہمہ سوز و گداز اپنی دعا کا پھل دیکھنے سے نامراد رہا۔ یہ بات عارفوں اور ایمانداروں کے نزدیک ایسی جھوٹ ہے جیسا کہ دِن کو کہا جائے کہ رات ہے یا اُجالے کو کہا جائے کہ اندھیرا ہے یا چشمہ شیریں کو کہا جائے کہ تلخ اور شور ہے۔ جس دعا میں رات کے چار پہر برابر سوز و گداز اور گریہ وزاری اور سجدات اور جانکاہی میں گذریں کبھی ممکن نہیں کہ خدائے کریم و رحیم ایسی دعا کو نامنظور کرے۔ خاص کر وہ دعا جو ایک مقبول کے منہ سے نکلی ہو۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دعا قبول ہوگئی تھی اور اِسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی نجات کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے تھے جو اُس کی رہائی کے لئے قطعی اسباب تھے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے خواب میں کہا کہ اگر یسوع سولی پر مر گیا تو اِس میں تمہاری تباہی ہے اور اِس بات کی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خواب میں فرشتہ کہے کہ اگر ایسا کام نہیں کرو گے تو تم تباہ ہو جاؤ گے اور پھر فرشتہ کے کہنے کا ان کے دِلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہو اور وہ کہنا رائگاں جائے۔ اور اِسی طرح یہ بات بھی سراسر فضول اور جھوٹ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تو یہ پختہ ارادہ ہو کہ وہ

یسوع مسیح کو سولی دے اور اِس طرح پر لوگوں کو عذاب ابدی سے بچاوے اور فرشتہ خواہ نخواہ یسوع مسیح کے بچانے کے لئے تڑپتا پھرے۔ کبھی پیلاطوس کے دِل میں ڈالے کہ مسیح بے گناہ ہے اور کبھی پیلاطوس کے سپاہیوں کو اس پر مہربان کرے اور ترغیب دے کہ وہ اس کی ہڈی نہ توڑیں اور کبھی پیلاطوس کی بیوی کے خواب میں آوے اور اس کو یہ کہے کہ اگر یسوع مسیح سولی پر مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا اور فرشتہ کا باہم اختلاف رائے ہو اور پھر رہائی کے اسباب میں سے جو اِن چار انجیلوں میں مرقوم ہیں ایک یہ بھی سبب ہے کہ یہودیوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ قدیم دستور کے موافق پانچ چھ روز تک حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا رکھتے تا بھوک اور پیاس اور دُھوپ کے اثر سے مر جاتا اور نہ دستور قدیم کے موافق اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں جیسا کہ چوروں کی توڑی گئیں۔ اگرچہ یہ رعایت مخفی طور پر پیلاطوس کی طرف سے تھی کیونکہ رعبناک خواب نے اس کی بیوی کا دِل ہلا دیا تھا لیکن آسمان سے بھی یہی ارادہ زور مار رہا تھا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ عین صلیب دینے کے وقت سخت آندھی آتی اور زمین پر سخت تاریکی چھا جاتی اور ڈرانے والا زلزلہ آتا۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہودیوں کے دِل ڈر جائیں اور نیز ان پر وقت مشتبہ ہو کر سبت کے توڑنے کا فکر بھی ان کو دامنگیر ہو جائے کیونکہ جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور قریباً دوپہر کے بعد تین بجے تھے۔ اور یہودیوں کو سخت ممانعت تھی کہ کوئی مصلوب سبت کے دن یا سبت کی رات جو جمعہ کے بعد آتی ہے صلیب پر لٹکا نہ رہے اور یہودی قمری حساب کے پابند تھے اس لئے وہ سبت کی رات اُس رات کو سمجھتے تھے کہ جب جمعہ کے دن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس آندھی اور سخت تاریکی کے پیدا ہونے سے یہودیوں کے دِلوں میں یہ کھٹکا شروع ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لاشوں کو سبت کی رات میں صلیب پر رکھ کر سبت کے مجرم ہوں اور مستحق سزا ٹھہریں اور دوسرے دن عید فسح بھی تھی جس میں خاص طور پر صلیب دینے کی ممانعت تھی۔ پس جبکہ آسمان سے یہ اسباب پیدا ہو گئے اور نیز یہودیوں کے دِلوں پر الٰہی رعب بھی غالب آ گیا تو اُن کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اس تاریکی میں سبت کی رات

آ جائے لہٰذا مسیح اور چوروں کو جلد صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور سپاہیوں نے یہ چالا کی کی کہ پہلے چوروں کی ٹانگوں کو توڑنا شروع کردیا اور ایک نے اُن میں سے یہ مکر کیا کہ مسیح کی نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے اب اس کی ٹانگیں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور پھر یوسف نام ایک تاجر نے ایک بڑے کوٹھے میں اُن کو رکھ دیا اور وہ کوٹھا ایک باغ میں تھا اور یہودی مُردوں کے لئے ایسے وسیع کوٹھے کھڑکی دار بھی بنایا کرتے تھے۔ غرض حضرت مسیح اِس طرح بچ گئے اور پھر چالیس دن تک مرہم عیسیٰ سے اُن کے زخموں کا علاج ہوتا رہا جیسا کہ کتاب ''مسیح ہند میں'' میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مرہم عیسیٰ کے استعمال سے شفا ہوگئی اور تمام صلیبی زخم اچھے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس ملک سے انہوں نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی جیسا کہ سنت انبیاء ہے۔ اور اس ہجرت میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ تا خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی سنت ادا ہو جائے کیونکہ اب تک وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں ہی پھرتے تھے اور ہجرت کی تلخی نہیں اُٹھائی تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی ہجرت کی طرف اشارہ بھی کیا تھا جیسا کہ انجیل میں اُن کا یہ قول ہے کہ ''نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں'' الغرض پھر آپ پیلاطوس کے ملک سے گلیل کی طرف پوشیدہ طور پر آئے اور اپنے حواریوں کو گلیل کی سڑک پر ملے۔ اور ایک گاؤں میں اُن کے ساتھ اکٹھے رات رہے اور اکٹھے کھانا کھایا اور پھر جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''مسیح ہند میں'' میں ثابت کیا ہے کئی ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے۔ اور نصیبین سے افغانستان میں پہنچے اور ایک مُدت تک اس جگہ جو کوہ لغمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے اور اس کے بعد پنجاب میں آئے اور پنجاب کے مختلف حصوں کو دیکھا اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے پھر پنجاب کی طرف لوٹ کے کشمیر کا قصد کیا اور بقیہ عمر سری نگر میں گذاری اور وہیں فوت ہوئے اور سری نگر محلّہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے اور اب تک وہ قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر کہلاتی ہے اور سرینگر میں یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر ہے اور اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس

بتلاتے ہیں اور عوام اور خواص میں یہ روایت بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔

غرض یہ دلائل اور حقائق اور معارف ہیں جو عیسائی مذہب کے باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ثابت کئے جن کو میں نے اپنی تالیفات میں بڑے بسط سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ ان روشن دلائل کے بعد نہ عیسائی مذہب قائم رہ سکتا ہے اور نہ اُس کا کفارہ ٹھہر سکتا ہے بلکہ اس ثبوت کے ساتھ یہ عمارت یکدفعہ گرتی ہے کیونکہ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب ہونا ہی ثابت نہ ہوا تو کفارہ کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں ۔اور یہ وہ فتح عظیم ہے جو حدیث کسر صلیب کی منشاء کو کامل طور پر پورا کرتی ہے اور وہ کام جو مسیح موعود کو کرنا چاہیئے یہی کام تھا کہ ایسے دلائل واضح سے عیسائی مذہب کو گرادے نہ یہ کہ تلواروں اور بندوقوں سے لوگوں کو قتل کرتا پھرے۔

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 236 تا 245)

اور میں چونکہ مسیحِ موعود ہوں ۔اس لیے حضرت مسیح کی عادت کا رنگ مجھ میں پایا جانا ضروری ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے گو خدا کے رحم نے اُن کو بچا لیا۔اور مرہم عیسٰی نے اُن کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں اُن کو پہنچا دیا۔سو انہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اُس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے سو ایسا ہی میں بھی مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچا لیا اور ان کی تمام رات کی دعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے مُلک میں ہوتے ہوئے کوہ نغمان میں پہنچے اور جیسا کہ اُس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدّت تک کوہ نغمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مُدت تک عبادت

کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک اُن کی یادگار کا کوہِ سلیمان پر کتبہ موجود تھا آخر سرینگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلّہ کے قریب آپ کا مُقدس مزار ہے۔

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 498 تا 499)

مرہم عیسیٰ ایک نہایت مبارک مرہم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخم اچھے ہوئے تھے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے سولی سے نجات پائی تو صلیب کی کیلوں کے جو زخم تھے جن کو آپ نے حواریوں کو بھی دکھلایا تھا وہ اسی مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔ یہ مرہم طب کی ہزار کتاب میں درج ہے اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے اور رومیوں اور یونانیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں غرض تمام فرقوں کے طبیبوں نے اِس مرہم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ منہ

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 498 حاشیہ)

تحفہ غزنویہ (1900ء)

اور انجیل میں خود تراشیدہ نشان مانگنے والوں کو صاف لفظوں میں حضرت مسیح مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرام کار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو بجز یونس نبی کے نشان کے اور کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا یعنی نشان یہ ہوگا کہ باوجود دشمنوں کی سخت کوشش کے جو مجھے سولی پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں مَیں یونس نبی کی طرح قبر کے پیٹ میں جو مچھلی سے مشابہ ہے زندہ ہی داخل ہوں گا اور زندہ ہی نکلوں گا اور پھر یونس کی طرح نجات پا کر کسی دوسرے ملک کی طرف جاؤں گا۔ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جیسا کہ اُس حدیث سے ثابت ہے کہ جو کنز العمال میں ہے یعنی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پا کر ایک سرد ملک کی طرف بھاگ گئے تھے یعنی کشمیر جس کے شہر سری نگر میں ان کی قبر موجود ہے۔

(تحفہ غزنویہ۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 540)

تحفہ گولڑویہ (1900ء)

غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی موت قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ اور اکابر ائمہ اربعہ اور اہل کشوف کے کشوف سے ثابت ہے اور اس کے سوا اور بھی دلائل ہیں۔ جیسا کہ مرہم عیسیٰ جو ہزار طبیب سے زیادہ اس کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں جن کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کے لئے نہایت مفید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک ہی صلیب کا حادثہ اُن کو پیش آیا تھا کسی اور سقطہ یا ضربہ کا واقعہ نہیں ہوا پس بلاشبہ وہ مرہم انہی زخموں کے لئے تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے شفا پائی اور پھر اس جگہ وہ حدیث جو کنز العمال میں لکھی ہے حقیقت کو اور بھی ظاہر کرتی ہے۔ یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کو اس ابتلا کے زمانہ میں جو صلیب کا ابتلا تھا حکم ہوا کہ کسی اور ملک کی طرف چلا جا کہ یہ شریر یہودی تیری نسبت بد ارادے رکھتے ہیں اور فرمایا کہ ایسا کر جو ان ملکوں سے دُور نکل جا تا تجھ کو شناخت کر کے یہ لوگ دُکھ نہ دیں۔ اب دیکھو کہ اس حدیث اور مرہم عیسیٰ کا نسخہ اور کشمیر کے قبر کے واقعہ کو باہم ملا کر کیسی صاف اصلیت اس مقولہ کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کتاب سوانح یوز آسف جس کی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ ایک نبی یوز آسف کے نام سے مشہور تھا اور اس کی کتاب کا نام انجیل تھا اور پھر اُسی کتاب میں اُس نبی کی تعلیم لکھی ہے اور وہ تعلیم مسئلۂ تثلیث کو الگ رکھ کر بعینہٖ انجیل کی تعلیم ہے۔ انجیل کی مثالیں اور بہت سی عبارتیں اُس میں بعینہٖ درج ہیں چنانچہ پڑھنے والے کو کچھ بھی اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ انجیل اور اس کتاب کا مؤلف ایک ہی ہے اور طرفہ تر یہ کہ اس کتاب کا نام بھی انجیل ہی ہے۔ اور استعارہ کے رنگ میں یہودیوں کو ایک ظالم باپ قرار دے کر ایک لطیف قصہ بیان کیا ہے جو عمدہ نصائح سے پُر ہے اور مدّت ہوئی کہ یہ کتاب یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور

یورپ کے ایک حصہ میں یوز آسف کے نام پر ایک گرجا بھی طیار کیا گیا ہے اور جب میں نے اس قصہ کی تصدیق کے لئے ایک معتبر مرید اپنا جو خلیفہ نورالدین کے نام سے مشہور ہیں کشمیر سری نگر میں بھیجا تو انہوں نے کئی مہینے رہ کر بڑی آہستگی اور تدبر سے تحقیقات کی۔ آخر ثابت ہو گیا کہ فی الواقع صاحب قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہے جس کے معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھے کرنے والا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کشمیر کے بعض باشندے اس قبر کا نام عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ اور اُن کی پُرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ جس کو قریباً اُنیس ۱۹۰۰ سو برس آئے ہوئے گذر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اُس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جس کے یہ لفظ تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ نام اس کا یوز ہے۔ پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد میں محض تعصب اور عناد سے مٹایا گیا اب وہ الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اور وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے اور بیت المقدس کی طرف مُنہ ہے اور قریباً سرینگر کے پانسو آدمی نے اس محضر نامہ پر بدیں مضمون دستخط اور مہریں لگائیں کہ کشمیر کی پُرانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی نبی تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آ گیا تھا اور بہت بڈھا ہو کر فوت ہوا اور اُس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسف بھی۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے میں کسر کیا رہ گئی اور اگر باوجود اس بات کے کہ اتنی شہادتیں قرآن اور حدیث اور اجماع اور تاریخ اور نسخہ مرہم عیسیٰ اور وجود قبر سرینگر میں اور معراج میں بزمرۂ اموات دیکھے جانا اور عمر ایک سو بیس سال مقرر ہونا اور حدیث سے ثابت ہونا کہ واقعہ صلیب کے بعد وہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے تھے اور اسی سیاحت کی وجہ سے اُن کا نام نبی سیاح مشہور تھا۔ یہ تمام شہادتیں اگر ان کے مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 99 تا 101)

یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور اُن کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے سے جو تواتر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اوائل حال میں تو بے شک یہودی ایک مسیح کے منتظر تھے تا وہ ان کو غیر قوموں کی حکومت سے نجات بخشے اور جیسا کہ ان کی کتابوں کی پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے داؤد کے تخت کو اپنی بادشاہی سے پھر قائم کرے چنانچہ اس انتظار کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح میں ہوں اور میں ہی داؤد کے تخت کو دوبارہ قائم کروں گا۔ سو یہودی اس کلمہ سے اوائل حال میں بہت خوش ہوئے اور صدہا عوام الناس بادشاہت کی اُمید سے آپ کے معتقد ہو گئے اور بڑے بڑے تاجر اور رئیس بیعت میں داخل ہوئے لیکن کچھ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ میری بادشاہت اِس دنیا کی نہیں ہے اور میری بادشاہت آسمان کی ہے۔ تب اُن کی وہ سب اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص دوبارہ تخت داؤد کو قائم نہیں کرے گا بلکہ وہ کوئی اور ہوگا۔ پس اسی دن سے بغض اور کینہ ترقی ہونا شروع ہوا اور ایک جماعت کثیر مرتد ہو گئی پس ایک تو یہی وجہ یہودیوں کے ہاتھ میں تھی کہ یہ شخص نبیوں کی پیشگوئی کے موافق بادشاہ ہو کر نہیں آیا۔ پھر کتابوں پر غور کرنے سے ایک اور وجہ یہ بھی پیدا ہوئی کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا تھا کہ مسیح بادشاہ جس کی یہودیوں کو انتظار تھی وہ نہیں آئے گا جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے چنانچہ انہوں نے یہ عذر حضرت مسیح کے سامنے پیش بھی کیا لیکن آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس جگہ ایلیا سے مراد مثیل ایلیا ہے یعنی یحییٰ۔ افسوس کہ اگر جیسا کہ اُن کی نسبت احیاءِ موتیٰ کا گمان باطل کیا جاتا ہے وہ حضرت ایلیا کو زندہ کر کے دکھلا دیتے تو اس قدر جھگڑا نہ پڑتا اور نص کے ظاہری الفاظ کی رُو سے حجت پوری ہو جاتی۔ غرض یہودی اُن کے بادشاہ نہ ہونے کی وجہ سے اُن کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے اور ملاکی نبی کی کتاب کی رو سے یہ دوسرا شک پیدا ہوا پھر کیا تھا سب کے سب تکفیر اور گالیوں پر آ گئے اور یہودیوں کے علماء نے اُن کے لئے ایک کُفر کا فتویٰ طیّار کیا اور ملک کے تمام علماءِ کرام اور

صوفیہ عظام نے اس فتوے پر اتفاق کر لیا اور مہریں لگا دیں مگر پھر بھی بعض عوام الناس میں سے جو تھوڑے ہی آدمی تھے حضرت مسیح کے ساتھ رہ گئے۔ اُن میں سے بھی یہودیوں نے ایک کو کچھ رشوت دے کر اپنی طرف پھیر لیا اور دن رات یہ مشورے ہونے لگے کہ توریت کے نصوصِ صریحہ سے اس شخص کو کافر ٹھہرانا چاہئے تا عوام بھی یکدفعہ بیزار ہو جائیں اور اس کے بعض نشانوں کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاویں۔ چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ کسی طرح اس کو صلیب دی جائے پھر کام بن جائے گا۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے یعنی وہ شیطان کی طرف جاتا ہے نہ خدا کی طرف۔ سو یہودی لوگ اس تدبیر میں لگے رہے اور جو شخص اس ملک کا حاکم قیصر روم کی طرف سے تھا اور بادشاہ کی طرح قائم مقام قیصر تھا اس کے حضور میں جھوٹی مخبریاں کرتے رہے کہ یہ شخص درپردہ گورنمنٹ کا بد خواہ ہے۔ آخر گورنمنٹ نے مذہبی فتنہ اندازی کے بہانہ سے پکڑ ہی لیا مگر چاہا کہ کچھ تنبیہ کر کے چھوڑ دیں مگر یہود صرف اس قدر پر کب راضی تھے۔ انہوں نے شور مچایا کہ اِس نے سخت کفر بکا ہے قوم میں بلوا ہو جائے گا مفسدہ کا اندیشہ ہے اس کو ضرور صلیب ملنی چاہئے۔ سو رومی گورنمنٹ نے یہودیوں کے بلوہ سے اندیشہ کر کے اور کچھ مصلحت ملکی کو سوچ کر حضرت مسیح کو اُن کے حوالہ کر دیا کہ اپنے مذہب کے رو سے جو چاہو کرو اور پیلاطوس گورنر قیصر جس کے ہاتھ میں یہ سب کارروائی تھی اس کی بیوی کو خواب آئی کہ اگر یہ شخص مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اِس لئے اس نے اندرونی طور پر پوشیدہ کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا مگر یہود اپنی حماقت سے یہی سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ حالانکہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ کا حکم پا کر جیسا کہ کنز العمال کی حدیث میں ہے اس ملک سے نکل گئے اور وہ تاریخی ثبوت جو ہمیں ملے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین سے ہوتے ہوئے پشاور کی راہ سے پنجاب میں پہنچے اور چونکہ سرد ملک کے باشندے تھے اس لئے اس ملک کی شدّت گرمی کا تحمل نہ کر سکے لہٰذا کشمیر میں پہنچ گئے اور سری نگر کو اپنے وجود باجود سے شرف بخشا اور کیا تعجب کہ انہی کے زمانہ میں یہ شہر آباد بھی ہوا ہو۔ بہرحال سری نگر کی زمین مسیح کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ غرض حضرت مسیح تو سیاحت

کرتے کرتے کشمیر پہنچ گئے۔ لیکن یہودی اسی زعم باطل میں گرفتار رہے کہ گویا حضرت مسیح بذریعہ صلیب قتل کئے گئے کیونکہ جس طرز سے حضرت مسیح صلیب سے بچائے گئے تھے اور پھر مرہم عیسیٰ سے زخم اچھے کئے گئے تھے اور پھر پوشیدہ طور پر سفر کیا گیا تھا یہ تمام امور یہودیوں کی نظر سے پوشیدہ تھے۔ ہاں حواریوں کو اس راز کی خبر تھی اور گلیل کی راہ میں حواری حضرت مسیح سے ایک گاؤں میں اکٹھے ہی رات رہے تھے اور مچھلی بھی کھائی تھی بااین ہمہ جیسا کہ انجیل سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے حواریوں کو حضرت مسیح نے تاکید سے منع کر دیا تھا کہ میرے اس سفر کا حال کسی کے پاس مت کہو سو حضرت مسیح کی یہی وصیت تھی کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور کیا مجال تھی کہ وہ اس خبر کو افشا کر کے نبی کے راز اور امانت میں خیانت کرتے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت مسیح کا نام سیاحت کرنے والا نبی رکھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے اکثر حصہ دنیا کا سیر کیا ہے اور یہ حدیث کتاب کنز العمال میں موجود ہے اور اسی بنا پر لُغتِ عرب کی کتابوں میں مسیح کی وجہ تسمیہ بہت سیاحت کرنے والا بھی لکھا ہے (دیکھو **لسان العرب مسح** کے لفظ میں۔منہ)۔ غرض یہ قولِ نبوی کہ مسیح سیاح نبی ہے تمام سربستہ راز کی کُنجی تھی اور اسی ایک لفظ سے آسمان پر جانا اور اب تک زندہ ہونا سب باطل ہوتا تھا مگر اس پر غور نہیں کی گئی۔ اور اس بات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ جبکہ عیسیٰ مسیح نے زمانۂ نبوت میں یہودیوں کے ملک سے ہجرت کر کے ایک زمانہ دراز اپنی عمر کا سیاحت میں گذارا تو آسمان پر کس زمانہ میں اُٹھائے گئے اور پھر اتنی مدت کے بعد ضرورت کیا پیش آئی تھی؟ عجیب بات ہے یہ لوگ کیسے پیچ میں پھنس گئے ایک طرف یہ اعتقاد ہے کہ صلیبی فتنہ کے وقت کوئی اور شخص سولی مل گیا اور حضرت مسیح بلا توقف دوسرے آسمان پر جا بیٹھے اور دوسری طرف یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ صلیبی حادثہ کے بعد وہ اسی دنیا میں سیاحت کرتے رہے اور بہت سا حصہ عمر کا سیاحت میں گذارا۔ عجب اندھیر ہے کوئی سوچتا نہیں کہ پیلاطوس کے ملک میں رہنے کا زمانہ تو بالاتفاق ساڑھے تین برس تھا۔ اور دُور دراز ملکوں کے یہودیوں کو بھی دعوت کرنا مسیح کا ایک فرض تھا۔ پھر وہ اس فرض کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلے

گئے کیوں ہجرت کر کے بطور سیاحت اس فرض کو پورا نہ کیا؟ عجیب تر امر یہ ہے کہ حدیثوں میں جو کنز العمال میں ہیں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ یہ سیر و سیاحت اکثر ملکوں کا حضرت مسیح نے صلیبی فتنہ کے بعد ہی کیا ہے اور یہی معقول بھی ہے کیونکہ ہجرت انبیاء علیہم السلام میں سنّت الٰہی یہی ہے کہ وہ جب تک نکالے نہ جائیں ہرگز نہیں نکلتے اور بالاتفاق مانا گیا ہے کہ نکالنے یا قتل کرنے کا وقت صرف فتنۂ صلیب کا وقت تھا۔ غرض یہودیوں نے بوجہ صلیبی موت کے جو اُن کے خیال میں تھی حضرت مسیح کی نسبت یہ نتیجہ نکالا کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہو کر شیطان کی طرف گئے نہ خدا کی طرف۔ اور اُن کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا بلکہ شیطان کی طرف ہبوط ہوا۔ کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے۔ ایک خدا کی طرف اور وہ اونچی ہے جس کا مقام انتہائے عرش ہے اور دوسری شیطان کی اور وہ بہت نیچی ہے اور اس کا انتہا زمین کا پاتال ہے۔ غرض یہ تینوں شریعتوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مومن مر کر خدا کی طرف جاتا ہے۔ اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ آیت اِرۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ [1] اس کی شاہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت **لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ** [2] اس کی گواہ ہے۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت۔ اِن دونوں لفظوں میں تقابل اضداد ہے۔ نادان لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر رفع کے معنے مع جسم اٹھانا ہے تو اس کے مقابل کا لفظ کیا ہوا۔ جیسا کہ رفع رُوحانی کے مقابل پر لعنت ہے۔ یہود نے خوب سمجھا تھا مگر بوجہ صلیب حضرت مسیح کے ملعون ہونے کے قائل ہو گئے اور نصاریٰ نے بھی لعنت کو مان لیا مگر یہ تاویل کی کہ ہمارے گناہوں کے لئے مسیح پر لعنت پڑی اور معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے لعنت کے مفہوم پر توجہ نہیں کی کہ کیسا ناپاک مفہوم ہے جو رفع کے مقابل پر پڑا ہے جس سے انسان کی رُوح پلید ہو کر شیطان کی طرف جاتی ہے اور خدا کی طرف نہیں جاسکتی۔ اِسی غلطی سے انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔ اور کفارہ کے پہلو کو اپنی طرف سے تراش کر یہ پہلو اُن کی نظر سے چھپ گیا کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ نبی کا دل ملعون ہو کر خدا کو ردّ کر

۱۔ الفجر:29 ۲۔ الاعراف:41

دے اور شیطان کو اختیار کرے۔ مگر حواریوں کے وقت میں یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ اُن کے بعد عیسائیت کے بگڑنے کی یہ پہلی اینٹ تھی۔ اور چونکہ حواریوں کو تاکیداً یہ وصیت کی گئی تھی کہ میرے سفر کا حال ہرگز بیان مت کرو اس لئے وہ اصل حقیقت کو ظاہر نہ کر سکے اور ممکن ہے کہ توریہ کے طور پر انہوں نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ وہ تو آسمان پر چلے گئے تا یہودیوں کا خیال دوسری طرف پھیر دیں۔ غرض انہی وجوہ سے حواریوں کے بعد نصاریٰ صلیبی اعتقاد سے سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے مگر ایک گروہ اُن میں سے اِس بات کا مخالف بھی رہا اور قرائن سے انہوں نے معلوم کر لیا کہ مسیح کسی اور ملک میں چلا گیا صلیب پر نہیں مرا اور نہ آسمان پر گیا (اِس گروہ کا ایک فرقہ اب تک نصاریٰ میں پایا جاتا ہے جو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے سے منکر ہیں۔ منہ)۔ بہرحال جبکہ یہ مسئلہ نصاریٰ پر مشتبہ ہو گیا اور یہودیوں نے صلیبی موت کی عام شہرت دے دی تو عیسائیوں کو چونکہ اصل حقیقت سے بے خبر تھے وہ بھی اس اعتقاد میں یہودیوں کے پیرو ہو گئے مگر قدر قلیل، اِس لئے اُن کا بھی یہی عقیدہ ہو گیا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے اور اس عقیدہ کی حمایت میں بعض فقرے انجیلوں میں بڑھائے گئے جن کی وجہ سے انجیلوں کے بیانات میں باہم تناقض پیدا ہو گیا چنانچہ انجیلوں کے بعض فقروں سے تو صاف سمجھا جاتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور بعض میں لکھا ہے کہ مر گیا۔ اِسی سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے یہ فقرے پیچھے سے ملا دیئے گئے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 104 تا 110)

ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے اور مسیح نے بھی اپنی ہجرت کی طرف انجیل میں اشارہ فرمایا ہے اور کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں مگر افسوس کہ ہمارے مخالفین اس بات پر بھی غور نہیں کرتے کہ حضرت مسیح نے کب اور کس ملک کی طرف ہجرت کی بلکہ زیادہ تر تعجب اِس بات سے ہے کہ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح نے مختلف ملکوں کی بہت سیاحت کی ہے بلکہ ایک وجہ تسمیہ اسم مسیح کی یہ بھی لکھتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ وہ کشمیر میں بھی گئے تھے تو اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جس

حالت میں انہوں نے مان لیا کہ حضرت مسیح نے اپنے نبوت کے ہی زمانہ میں بہت سے ملکوں کی سیاحت بھی کی تو کیا وجہ کہ کشمیر جانا اُن پر حرام تھا؟ کیا ممکن نہیں کہ کشمیر میں بھی گئے ہوں اور وہیں وفات پائی ہو اور پھر جب صلیبی واقعہ کے بعد ہمیشہ زمین پر سیاحت کرتے رہے تو آسمان پر کب گئے؟ اس کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ منہ

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 106 تا 107 حاشیہ)

منجملہ گواہوں کے ایک یہ بھی زبردست گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت ہر ایک پہلو سے اس زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں یہاں تک کہ یہ ثبوت بھی نہایت قوی اور روشن دلائل سے مل گیا کہ آپ کی قبر سری نگر علاقہ کشمیر خان یار کے محلّہ میں ہے یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کے رُو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ منہ

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 264 حاشیہ)

ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر پائی ہے۔ لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اُس وقت حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا جبکہ آپ کی عمر صرف تینتیس ۳۳ برس اور چھ مہینے کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ باقی ماندہ عمر بعد نزول پوری کر لیں گے تو یہ دعویٰ حدیث کے الفاظ سے مخالف ہے ماسوا اس کے حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا تو اس طرح پر تینتیس ۳۳ برس ملانے سے کل تہتّر ۷۳ برس ہوئے نہ ایک سو بیس ۱۲۰ برس۔ حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک سو بیس برس اُن کی عمر ہوئی۔ اور اگر یہ کہو کہ ہماری طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں مسیح نے خود اپنی آمد ثانی کو الیاس نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دی ہے۔ جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ماسوا اس کے عیسائیوں میں

سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی.ایف سٹراس میں یہ عبارت ہے:-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

Crucifiction they maintain, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It kills therefore only very slowly by convulsions produced by the straining of the limbs or by gradual starvation. So if Jesus supposed indeed to be dead,had been taken down from the cross after about six hours, there is every probability of his supposed death having been only a death-like swoon from which after the descent from the cross Jesus recovered again in the cool cavern covered as he was with healing ointments and strongly scented spices. On this head it is usual to appeal to an account in Josephus, who says that on one occasion, when he was returning from a military recognizance, on which he had been sent, he found several Jewish prisoners who had been crucified. He saw among them three acquaintances whom he begged Titus to give to him. They were

immediately taken down and carefully attended to, one was really saved, but two others could not be recovered.

(A new life of Jesus by D. F. Strauss. Vol I. page 410)

ترجمہ:- ''وہ یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں میں میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب ۶ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اُس کی بیہوشی دُور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ مَیں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس مَیں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُن کے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور اُن کو فوراً اتار کر اُن کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔''

اور کتاب ''ماڈرن ڈاوٹ اینڈ کرسچن بیلیف☆'' کے صفحہ ۴۵۵, ۴۵۷, ۳۴۷ میں یہ عبارت ہے:-

The former of these hypotheses that of apparent death, was employed by the old Rationalists, and more recently by Schleiermacher in his life of Christ Schleiermacher's supposition. That Jesus

☆ Modern Doubt and Christian Belief by Theodore Christlieb.D.D.

afterwards lived for a time with the disciples and then retired into entire solitude for his second death.

ترجمہ:- ”شلیر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہراً موت کی سی حالت ہوگئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کی موت سے بچنے کے متعلق ایک پیشگوئی یسعیاہ باب ۵۳ میں اس طرح پر ہے:-

וא ת - דור ו מ י ישוחח כי נגזר

و ایت - دورو می یسوحیح کی نجزار

اور اس کے بقائے عمر کی جو بات ہے سو کون سفر کر کے جائے گا کیونکہ وہ

מארץ חיים: ויתן את רשעים

مے ایریض حییم ویثین ایت رشاعیم

علیحدہ کیا گیا ہے قبائل کی زمین سے اور کی گئی شریروں کے درمیان اس کی قبر

כברו ואת עשיר במתיו

قبرو وایت عاسیر بمو تایو

پر وہ دولتمندوں کے ساتھ ہوا اپنے مرنے میں☆

אם - תשים אשם נפשו

ام تاسیم آشام نفشو

جب کہ تو گناہ کے بدلے میں اس کی جان کو دے گا (تو وہ بچ جائے گا)

יראה זרע יאריך ימים

یرایه زیرع یے اریک یا میم

اور صاحب اولاد ہوگا۔ اس کی عمر لمبی کی جائے گی

מעמ נפשו יראה ישבע

مے عمل نفشو یرایه یسباع

وہ اپنی جان کی نہایت سخت تکلیف دیکھے گا (یعنی صلیب پر بیہوشی) پر وہ پوری عمر پائے گا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 311 تا315)

☆ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ صلیب سے اتار کر مسیح کو سزا یافتہ مردوں کی طرح قبر میں رکھا جاوے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مُردہ نہیں ہوگا اس لئے اس قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی اور یہی بات ظہور میں آئی کیونکہ سری نگر محلّہ خان یار میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اس موقعہ پر قبر ہے جہاں بعض سادات کرام اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ منہ

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 314 حاشیہ)

چنانچہ ہم اُن محقق عیسائیوں کا ذیل میں ایک قول نقل کرتے ہیں تا مسلمانوں کو معلوم ہو کہ اُن کی طرف سے تو مسیح کے نزول کے بارے میں اس قدر شورانگیزی ہے کہ اس فضول خیال کی حمایت میں تیس ہزار مسلمان کو کافر ٹھہرا رہے ہیں مگر وہ لوگ جو مسیح کو خدا جانتے ہیں اُن میں سے یہ فرقہ بھی ہے جو بہت سے دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب سے نجات پا کر کسی اور ملک کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ چنانچہ سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲ میں اس بارے میں جو عبارت ہے اس کو ہم مع ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

The first explanation adopted by some able critics is that Jesus did not really die on the cross but

being taken down alive and his body being delivered to friends, he subsequently revived. In support of this theory it is argued that Jesus is represented by Gospels as expiring after having been but three or six hours upon the cross which would have been but unprecedentedly rapid death. It is affirmed that only the hands and not the feet were nailed to the cross. The crucifragian not usually accompanying crucifixion is dismissed as unknown to the three synoptits and only inserted by the fourth evangelist for dogmatic reasons and of course the lance disappears with the leg- breaking. Thus the apparent death was that profound faintness which might well fall upon an organization after some hours of physical and mental agony on the cross, following the continued strain and fatigue of the previous night. As soon as he had sufficiently recovered it is supposed that Jesus visited his disciples a few times to re-assure them, but with pre-caution on account of the Jews, and was by them believed to have risen from the dead, as indeed he himself may likewise have supposed, reviving as he had done from the faintness of death. Seeing however that his death had set the

crown upon his work the master withdrew into impenetrable obscurity and was heard no more.Gfrorer who maintains the theory of Scheintod with great ability thinks that Jesus had believers amongst the rulers of the Jews who although they could not shield him from the opposition against him still hoped to save him from death. Joseph, a rich man, found the means of doing so. He prepared the new sepulchre close to the place of execution to be at hand, begged the body from Pilate - the immense quantity of spices bought by Nicomedus being merely to distract the attention of the Jesus being quickly carried to the sepulchre was restored to life by their efforts.He interprets the famous verse John xx : 17 curiously, The expression "I have not yet ascended to my father." He takes as meaning simply the act of dying "going to heaven" and the reply of Jesus is I am not yet dead, Jesus sees his desciples only a few times mysteriously and believing that he had set the final seal to the truth of his work by his death he then retires into impenetrable gloom Das Heiligthum and die Wabrhcit p 107 p 231

(Pp. 523 of the Supernatural religion)

پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔ اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کیئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا چھ گھنٹہ رہ کر فوت ہوا۔ لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقع نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں پر میخیں ماری گئی تھیں۔ اور پاؤں پر میخیں نہیں لگائی گئی تھیں۔ چونکہ یہ عام قائدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جائے اس واسطے تین انجیل نویسوں نے تو اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ اور چوتھے نے بھی صرف اپنے طرز بیان کی تکمیل کی خاطر اس امر کا بیان کیا اور جہاں ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی کالعدم ہو جاتا ہے پس ظاہراً موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹہ کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد اس کے جسم پر پڑی کیونکہ گذشتہ شب بھی متواتر تکلیف اور تھکاوٹ میں گذری تھی جب اُسے کافی صحت پھر حاصل ہوگئی۔ تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ ملا۔ لیکن یہودیوں کے سبب نہایت احتیاط کی جاتی تھی۔ حواریوں نے اس وقت یہ سمجھا کہ یہ مر کر زندہ ہوا ہے۔ اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچ کر وہ پھر بحال ہوا اس واسطے ممکن ہے کہ اُس نے آپ بھی دراصل یہی سمجھا ہو کہ میں مر کر پھر زندہ ہوا ہوں اب جب اُستاد نے دیکھا کہ اس موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول اور نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر ہوگیا۔ گفرورر جس نے شنٹود کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اس کو اگرچہ اس مخالفت سے بچا نہیں سکتے تھے تاہم ان کو اُمید تھی کہ ہم اس کو مرنے سے بچالیں گے۔ یوسف ایک دولتمند آدمی تھا۔ اور اُسے مسیح کے بچانے کے وسائل مل گئے۔ نئی قبر بھی اس مقام صلیب کے قریب ہی اُس نے طیّار کرالی اور جسم بھی پلاطوس سے مانگ لیا۔ اور نکومیڈس جو بہت سے مصالح خرید لایا تھا تو وہ صرف یہود کی توجہ ہٹانے کے واسطے تھے اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا۔ اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا۔

گفرورر نے یوحنا باب ۲۰۔ آیت ۱۷ کی مشہور آیت کی عجیب تفسیر کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مسیح کا جو یہ فقرہ ہے کہ میں ابھی اپنے باپ کے پاس نہیں گیا اس فقرہ میں آسمان پر جانے سے مراد صرف مرنا ہے اور یسوع نے جو یہ کہا کہ مجھے نہ چھوؤ کیونکہ میں ابھی تک گوشت اور خون ہوں۔ اس میں گوشت اور خون ہونے سے بھی یہی مراد ہے کہ میں ابھی مرا نہیں۔ یسوع اس واقعہ کے بعد پوشیدہ طور پر کئی دفعہ اپنے حواریوں کو ملا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ اس موت نے اُس کے کام کی صداقت پر آخری مہر لگادی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول تنہائی میں چلا گیا۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۳۔

اور یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے مسئلہ کو مسلمان عیسائیوں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں اُس کی موت کا بار بار ذکر ہے۔ لیکن بعض نادانوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ اس آیت قرآن شریف میں یعنی **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** ☆ میں لفظ **شُبِّهَ** سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ کسی اور کو سولی دیا گیا اور وہ خیال نہیں کرتے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے پس اگر کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ کی جگہ صلیب دیا جاتا تو صلیب دینے کے وقت ضرور وہ شور مچاتا کہ میں تو عیسیٰ نہیں ہوں۔ اور کئی دلائل اور کئی امتیازی اسرار پیش کر کے ضرور اپنے تئیں بچا لیتا نہ یہ کہ بار بار ایسے الفاظ مُنہ پر لاتا جن سے اس کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا۔ رہا لفظ **شُبِّهَ لَهُمْ** ۔ سو اس کے وہ معنے نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور نہ ان معنوں کی تائید میں قرآن اور احادیث نبویہ سے کچھ پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ موت کا وقوعہ یہودیوں پر مشتبہ کیا گیا وہ یہی سمجھ بیٹھے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے حالانکہ مسیح قتل ہونے سے بچ گیا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت میں **شُبِّهَ لَهُمْ** کے یہی معنے ہیں اور یہ سنت اللہ ہے۔ خدا جب اپنے محبوبوں کو بچانا چاہتا ہے تو ایسے ہی دھوکا میں مخالفین کو ڈال دیتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے **شُبِّهَ لَهُمْ** سے خدا نے کام لیا یعنی مخالفین کو اس دھوکا میں ڈال دیا کہ انہوں نے خیال کیا کہ اِس غار کے مُنہ پر عنکبوت نے اپنا جالا بُنا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں۔ پس کیونکر ممکن

☆ النساء:158

ہے کہ اس میں آدمی داخل ہو سکے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں جو قبر کی مانند تھی تین ۳ دن رہے جیسا کہ حضرت مسیح بھی اپنی شامی قبر میں جب غشی کی حالت میں داخل کیئے گئے تین دن ہی رہے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یُونس پر بزرگی مت دو یہ بھی اشارہ اس مماثلت کی طرف تھا کیونکہ غار میں داخل ہونا اور مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا یہ دونوں واقعہ باہم ملتے ہیں۔ پس نفی تفصیل اس وجہ سے ہے نہ کہ ہر ایک پہلو سے۔ اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف یُونس سے بلکہ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 333 تا 338)

الھدی و التبصرۃ لمن یری (1902ء)

یقولون إن اللہ یحطّ عیسی من مقامہ. ویُکدّر صفو أیّامہ. ویُعیدہ إلی دار المحن من غیر احترامہ. وما ھذا الا بھتان. وما عندھم علیھا من برھان. بل توفّاہ اللہ وأدخلہ فی الجِنان. کما ذکرہ فی القرآن. وقبرہ قریب من ھذہ البلدان. وإن طلبتم المزید من البیان. فتعالوا أقص علیکم قِصّتہ الثابتۃ عند المسلمین وأھل الصلبان. ولیس ھی من مُسلّمات فرقۃ دون الأخری. بل أمرٌ اتفق علیہ کل من کان من أولی النھی. وما کان حدیثًا یُفتری. وإنّا رأیناھا بنظر أقصٰی. وما زاغ البصر وما طغٰی. وثبت بثبوت قطعی أن عیسٰی ھاجر إلی مُلک کشمیر. بعد ما نجاہ اللّٰہ من الصلیب بفضل کبیر. ولبث فیہ إلی مدّۃ طویلۃ حتی مات. ولحق الأموات. وقبرہ موجود إلی الآن فی بلدۃ ”سِرِیُ نَگرُ“ التی ھی من أعظم أمصار ھذہ الخطّۃ. وانعقد علیہ إجماع سکان تلک الناحیۃ. وتواتر علی لسان أھلھا أنہ قبر نبی کان ابن ملکٍ وکان من بنی إسرائیل. وکان اسمہ”یوزآسف“ فلیسألھم من یطلب الدلیل. واشتھر بین عامّتھم أن

اسمه الأصلى ”عيسى صاحب“ وكان من الأنبياء. وهاجر إلى كشمير فى زمان مضى عليه من نحو ١٩٠٠ سنة. واتفقوا على هذه الأنباء بل عندهم كتب قديمة توجد فيها هذه القصص فى العربية والفارسية. ومنها كتاب سُمّى ”إكمال الدين“ وكتب أخرى كثيرة الشهرة. وقد رأيت فى كتب المسيحيين أنهم يزعمون أن يوز آسف كان تلميذا من تلامذة المسيح. وقد كتبوا هذا الأمر بالتصريح. ولايوجد قوم من اقوامهم الّا وهم ترجموا هذه القصة فى لسانهم وعمّروا بيعة على اسمه فى بعض بلدانهم. ولا شكّ أن زعم كونه تلميذًا باطل بالبداهة. فإن أحدًا من تلامذة عيسى ما كان ابن ملك وما سمع منهم دعوى النبوّة. ثم مع ذالک كان يوز آسف سَمّى كتابه الإنجيل. وما كان صاحب الإنجيل الا عيسى. فخذ ما حصحص من الحق واترک الأقاويل. وإن كنتَ تطلب التفصيل. فاقرأ كتابا سُمّى بإكمال الدين تجد فيه كل ما تسكن الغليل. ثم هو من مؤيّدات هذا القول أن كثيرا من مدائن كشمير سُمّى بأسماء المدن القديمة. أعنى مُدُنًا كانت فى أرض بعث المسيح وما لحقها من القرى القريبة. كحمص. وجلجات. واسكردو. وغيرها التى تركناها خوف الإطالة. وهذا المقام ليس كمقام تمرّ عليه كغافلين. بل هو المنبع للحقيقة المخفيّة التى سُمّيت النصارى لها الضّٰلِيْن. ولقد سمّاهم الله بهذا الاسم فى سورة الفاتحة. ليشير إلى هذه الضلالة. وليشير إلى ان عقيدة حياة المسيح أمّ ضلالا تهم كمثل أمّ الكتاب من الصحف المطهّرة. فإنهم لو لم يرفعوه إلى السماء بجسمه العنصرى لما جعلوه من الآلهة. وما كان لهم أن يرجعوا لى التوحيد من غير أن يرجعوا من هذه العقيدة. فكشف الله هذه العقدة رُحمًا على هذه الأمّة. وأثبت بثبوت بيّن واضح أن عيسى ما صُلب. وما رُفع إلى السماء. وما كان

رفعه أمرًا جديدا مخصوصا به بل كان رفع الروح فقط كمثل رفع اخوانه من الأنبياء. وأمّا ذكر رفعه بالخصوصية فى القرآن. فكان لذبّ ما زعم اليهود وأهل الصلبان. فإنهم ظنوا أنه صُلب ولُعن بحكم التوراة. واللعن يُنافى الرفع بل هو ضدّه كما لا يخفَى على ذوى الحصاة. فردّالله على هاتين الطائفتين بقوله بَلۡ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ☆ والمقصود منه أنه ليس بملعون بل من الذين يُرفعون ويُكرمون أمام عينيه. وما كان انكار اليهود الا من الرفع الروحانى الذى لا يستحقّه المصلوب. وليس عندهم رفع الجسم مدار النجاة فالبحث عنه لغو لا يلزم منه اللعن والذنوب. فإن إبراهيم وإسحاق ويعقوب وموسٰى. ما رُفع أحدٌ منهم إلى السماء بجسمه العنصرى كما لا يخفَى. ولا شك أنهم بعدوا من اللعنة وجُعلوا من المقرّبين. ونجوا بفضل الله بل كانوا سادة الناجين. فلو كان رفع الجسم إلى السماء من شرائط النجاة. لكان عقيدة اليهود فى أنبيائهم أنهم رُفعوا مع الجسم إلى السماوات. فالحاصل أن رفع الجسم ما كان عند اليهود من علامات أهل الإيمان. وما كان إنكارهم الا من رفع روح عيسى وكذٰلك يقولون إلى هذا الزمان. فإن فرضنا أن قوله تعالٰى بَلۡ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ☆ كان لبيان رفع جسم عيسى إلى السماء. فأين ذكر رفع روحه الذى فيه تطهيره من اللعنة وشهادة الإبراء. مع أن ذكره كان واجبا لرد ما زعم اليهود والنصارى من الخطاء. وكفاك هذا إن كنت من أهل الرشد والدهاء. أتظن أن الله ترك بيان رفع الروح الذى يُنجّى عيسى مما أُفتِىَ عليه فى الشريعة الموسوية. وتصدّى لذكر رفع الجسم الذى لا يتعلّق بأمر يستلزم اللعنة عند هذه الفرقة؟ بل امر لغو اشتهر بين زُمع النصارىٰ والعامة. وليس تحته شىء من الحقيقة. وما حمل النصارى على ذالك الا طعن اليهود بالإصرار. وقولهم أن عيسى ملعون بما

☆ النساء:159

صُلب كالأشرار. والمصلوب ملعون بحكم التوراة وليس ههنا سعة الفرار. فضاقت الأرض بهذا الطعن على النصارى. وصاروا في أيدى اليهود كالأسارى. فنحتوا من عند أنفسهم حيلة صعود عيسٰى إلى السماء. لعلّهم يُطهّروه من اللعنة بهذا الافتراء. وما كان مفرّ من تلك الحادثة الشهيرة التى اشتهرت بين الخواص والعوام. فإن الصليب كان موجبا للّلعنة باتّفاق جميع فرق اليهود وعلمائهم العظام. فلذالك نُحِتت قصة صعود المسيح مع الجسم حيلة للابراء. فما قُبِلت لعدم الشهداء. فرجعوا مضطرّين إلى قبول إلزام اللعنة. وقالوا حملها المسيح تنجيةً للأمّة. وما كانت هذه المعاذير الا كخبط عشواء. ثم بعد مدّة اتّبعوا الأهواء. وجعلوا متعمّدين ابن مريم لله كشركاء. وصار صعود المسيح وحمله اللعنة عقيدة بعد ثلاث مائة سنة عند المسيحيين. ثم تبع بعض خيالاتهم بعد القرون الثلا ثة الفيج الأعوج من المسلمين.واعلم أرشدك الله أن رسولناصلعم ما رأى عيسى ليلة المعراج الا فى أرواح الأموات. وإنّ فى ذالك لآية لذوى الحصاة. وكل مؤمن يُرفع روحه بعد الموت وتُفتح له أبواب السماوات. فكيف وصل المسيح إلى الموتى ومقاماتهم مع أنه كان فى ربقة الحياة؟ فاعلم أنه زور لا صدق فيه. وقد نُسج عند استهزاء اليهود ولعنهم بنص التوراة. لا يُقال أن عيسى لقى الموتى كما لقيهم نبيّنا ليلة المعراج. فإن المعراج على المذهب الصحيح كان كشفا لطيفا مع اليقظة الروحانية كما لا يخفَى على العقل الوهّاج. وماصعد إلى السماء الا روح سيدنا ونبيّنا مع جسم نورانى الذى هو غير الجسم العنصرى الذى ما خُلق من التُربة. وما كان لجسمٍ أرضىّ أن يُرفع إلى السماء. وعدٌ من اللّٰه ذى الجبروت والعزّة وإن كنتَ فى ريب فاقرأ اَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتاً. أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا. ☆

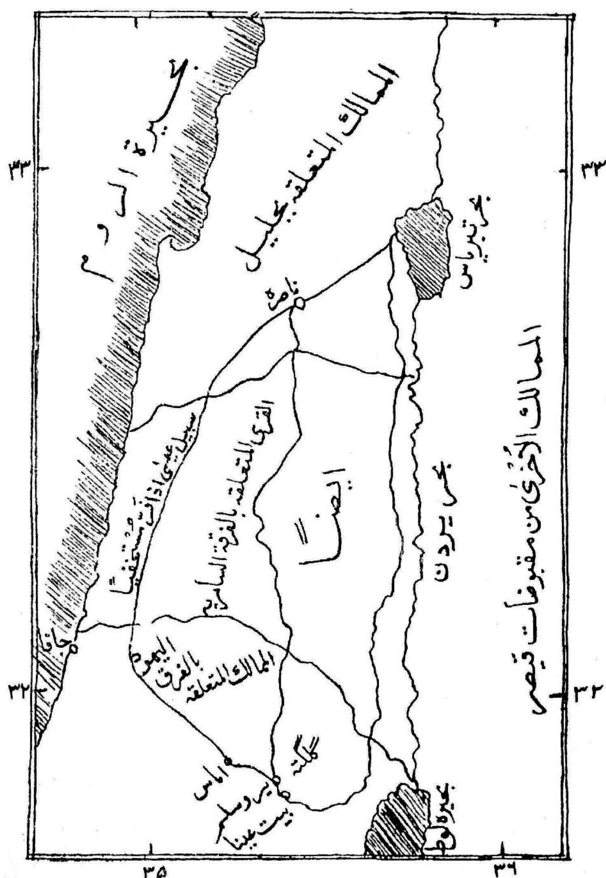
☆ المرسلات:26,27

فانظر أ تُكذّب القرآن لابن مريم و اتّق الله تُقاتا. وانظر فى قوله فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] ولا تؤذ ربك كما آذيتنى. وقد سأل المشركون سيدنا صلى الله عليه وسلم أن يرقى فى السماء إن كان صادقا مقبولا. فقيل قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [2]فما ظنّك أليس ابن مريم بشرا كمثل خير المرسلين؟ أو تفترى على الله وتُقدّمه على أفضل النبيين؟ ألا إنه ما صعد إلى السماء. ألا ان لعنة الله على الكاذبين. وشهد الله أنه قد مات ومن أصدق من اللّٰه رب العالمين؟ ألا تُفكّر فى قوله عز اسمه وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل[3] أو على قلبك القُفل؟ وقد انعقد الإجماع عليه قبل كل إجماع من الصحابة. ورجع الفاروق من قوله بعد سماع هذه الآية. فما لك لا ترجع من قولك وقد قرأنا عليك كثيرا من الآيات؟ أ تكفر بالقرآن أو نسيت يوم المجازات؟ وقد قال اللّٰه فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ .[4] فكيف عاش عيسى إلى الألفين فى السماء. ما لكم لا تُفكّرون؟فالحق والحق أقول. إن عيسى مات. ورُفع روحه ولحِق الأموات. وأمّا المسيح الموعود فهو منكم كما وعد الله فى سورة النور. وهو أمر واضح وليس كالسرّ المستور. وإنّه "إمامُكم منكم" كما جاء فى حديث البخارى والمسلم. ومن كفر بشهادة القرآن وشهادة الحديث فهو ليس بمسلم. وقد أخبرنا التاريخ الصحيح الثابت أن عيسى ما مات على الصليب. وهذا أمر قد وُجِد مثله قبله وليس من الأعاجيب. وشهدت الأناجيل كلها أن الحواريين رأوه بعد ما خرج من القبر وقصد الوطن والإخوان. ومشوا معه إلى سبعين فرسخ وباتوا معه وأكلوا معه اللحم والرغفان. فيا حسرة عليك إن كنتَ بعد ذالك تطلب البرهان. أتظن أن سلّم السماء ما كان الا على سبعين ميل من مقام الصليب؟ فاضطر عيسى إلى أن يفرّ ويبلّغ نفسه إلى سلمها العجيب؟ بل

۱۔المائدہ:118 ۲۔ بنی اسرائیل:94 ۳۔ آل عمران:145 ۴۔الاعراف:26

فـرّ مهـاجـرا عـلـى سُنّة الأنبياء. خوفا من الأعداء. وكان يخاف استقصاء خبـره. واستبـانة سـرّه. فـلـذالک اختـار طـريـقـا مـنكرًا مجهولا عسير الـمعرفة. الذى كان بين القرى السامرية. فـإن اليهود كانوا يُعافونها ولا يـمشـون عـليها من العيافة والنفرة. فانظر فى صورة سبل موامى اقتحمها عـلـى قـدم الخيفة. وإنّا سنرسم صورتها ههنا لتزداد فى البصيرة. ولتعلم أن صـعـود عيسـى إلـى السـمـاء تُهـمة عليه ومن أشنع الفرية. أكـان فى السـمـاء قبيـلة من بنى إسرائيل فدلف إليهم لإتمام الحجّة؟ ولما لم يكن الأمـر كـذالک فأى ضرورة نقل أقدامه إلى السماء ؟ وما العذر عنده إنه لِمَ لـم يُبـلّـغ دعـوتـه إلـى قـومـه الـمـنتشرين فى البلاد والمحتاجين إلى الاهتـداء ؟والـعـجـب كل العجب أن الناس يُسمّونه نبيّا سيّاحًا وقالوا إنه سلک فى سيره مسالک لم يرضها السيرُ ولا اهتدت إليه الطيرُ. وطوى كـل الأرض أو أكثـرها ووطأ حمى الأمن وغير الأمن. ورأى كل ما كان مـوجودًا فى الزمن. ومـع ذالک يـقولون أنه رُفع عند واقعة الصليب من غيـر تـوقّفٍ إلـى السـمـاء. ومـا بـرح أرض وطـنـه حتى دُعِىَ إلى حضرة الـكـبـريـاء. فـمـا هـذه التـناقض أتفهمون؟ وما هذه الاختلاف أ توفّقون؟ فـالـحـق والـحـق أقـول. إن القول الآخر صحيح. وأمّا القول بالرفع فهو مـردود قبيـح. فـإن الـصـعـود إلى السماء قبل تكميل الدعوة إلى القبائل كـلهـم كـانـت مـعصية صريحة. وجريمة قبيحة. ومـن الـمـعلوم أن بنى إسـرائيـل فـى عهـد عيسـى عليه السلام كانوا متفرّقين منتشرين فى بلاد الهـنـد وفارس وكشمير. فكان فرضه أن يُدركهم ويُلاقيهم ويهديهم إلى صـراط الـرب الـقـديـر. وتـرک الـفـرض مـعـصية. والإعراض عن قوم مـنـتـظـريـن ضالين جريمة كبيرة. تعالى شأن الأنبياء المعصومين من هذه الـجـرائـم. التـى هى أشنع الذمائم. ثـم بـعـد ذالک نكتب صورة سبيل

اختارها المسیح عند هجرته وهی هذه.



فـحـاصل الکلام إنه لا شک ولا شُبهة ولا ریب أن عیسی لمّا منّ اللّٰه علـیـه بتـخـلیـصـه مـن بـلیّة الـصـلیب. هاجر مع أمّه وبعض صحابته إلی کشـمیـر وربـوتـه التی کانت ذات قرار ومعین ومجمع الأعاجیب. وإلیه أشـار ربـنا ناصر النبیین. ومعین المستضعفین. فی قوله: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ ءَايَةً وَءَاوَيْنَاهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ. ☆ ولا شک أن الإیواء لا یـکـون الا بـعد مصیبة. وتعب وکربة. ولا یُستعمل هذا اللفظ الا بهذا الـمـعـنـی. وهـذا هو الحق من غیر شک وشُبهَة. ولا یتحقق هذه الحالة الـمُـقَـلـقِـلة فی سوانح المسیح الا عند واقعة الصلیب. ولیست ربوة فی

☆ المؤمنون:51

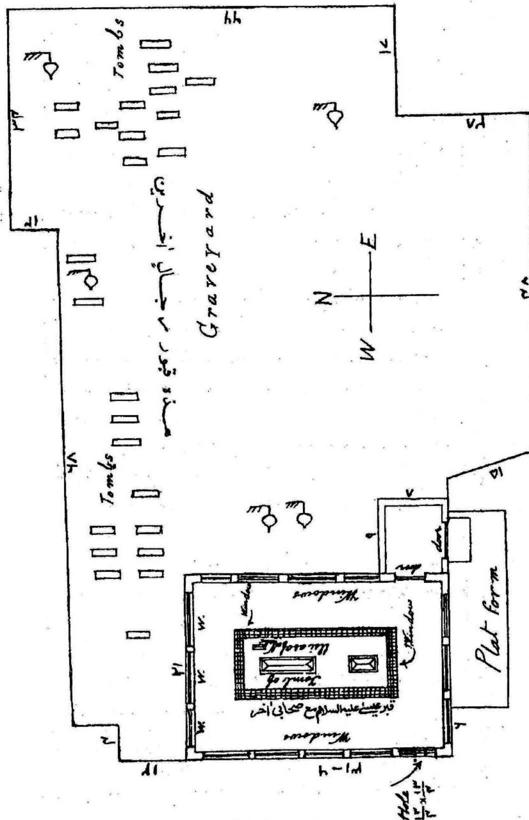
الارتفاع فى جميع الدنيا من البعيد والقريب. كمثل ارتفاع جبال كشمير وكمثل ما يتعلّق بشعبها عند العليم الأريب. ولا يسع لك تخطئة هذا الكلام من غير التصويب. وأمّا لفظ "القرار "فى الآية فيدل على الاستقرار فى تلك الخطة بالأمن والعافية. من غير مزاحمة الكفرة الفجرة. ولا شك أن عيسى عليه السلام ما كان له قرار فى أرض الشام. وكان يخرجه من أرض إلى أرض اليهود الذين كانوامن الأشقياء واللئام. فما رأى قرارًا الا فى خطّة كشمير. وإليه أشارفى هذه الآية ربنا الخبير. وأمّا الماء المعين فهى إشارة إلى عيون صافية وينابيع منفجرة توجد فى هذه الخطّة. ولذالك شبّه الناس تلك الأرض بالجنّة. ولا يوجد لفظ صعود المسيح إلى السماء فى إنجيل متى ولا فى إنجيل يوحنّا. ويوجد سَفَره إلى جليل بعد الصليب وهذا هو الحق وبه آمنّا. وقد أخفَى الحواريون هذا السفر خوفا من تعاقب اليهود. وأظهروا أنّه رُفع إلى السماء ليكون جوابا لفتوى اللعنة وليصرف خيال العدوّ الحسود. ثم خلف من بعدهم خلف كثير الإطراء قليل الدهاء. وحسبوا هذه التورية حقيقة كما هى سيرة الجهلاء. وجعلوا ابن مريم إلهًا بل أجلسوه على عرش حضرة الكبرياء. وما كان الأمر الا من حِيَل الإخفاء. وما كان معه مقدار شبر من الارتقاء. وقد سمعتَ أنه مات فى أرض كشمير. وقبره معروف عند صغير وكبير. فلا تجعلوا الموتٰى إلهًا واستغفروا لهم ووحّدوا ربكم الجليل القدير. تكاد السّماوات تتفطّرن من هذا الزور. ووالله إنّه ميّت فا تّقوا الله ويوم النشور. وصلّوا على محمّدِانِ لذى جاء كم بالنور. وكان على النور ومن النور. وقد ذكرنا أن المسلمين يقولون أن القبر المذكور قبر عيسى. وإن النصارى يقولون إن

هـذا الـقبر قبر أحد من تلاميذه فالأمر محصور فى الشقين كما ترى. ولا سبيـل إلـى الشق الثانى. وليس هو الا كالأهواء والأمانى. فإن الحواريين مـا كـانـوا الا تـلامـذة المسيح ومن صحابته المخصوصين. ومن أنصاره المنتخبين. ومـا سُـمّـىَ أحد منهم ابن ملك ولا نبيّا وما كانوا الا خُدّام الـمسيـح. فتـقرر أنه قبر نبى الله عيسى وأى دليل تطلب بعدهذا الثبوت الـصـريـح؟ فـاسأل قومًا رفعوه إلى السماء وينتظرون رجوعه كالحمقى. والـموت خير للفتى من جهالة هى أظهر وأجلى. فاليوم ظهر صدق قول الله عزّ وجل فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى.☆ وبطل ماكانوا يفترون. فسبحان الذى أحق الـحق وأبـطـل البـاطـل وأظهـر مـا كانوا يكتمون. تـوبـوا إلـى اللّٰـه أيها المعتدون. وبـأىّ حـديـث بعد ذالک تتمسّكون؟ولستُ أريد أن أطوّل هذا البحث فى هذه الرسالة الموجزة. وقد كتبنا لک بقدر الكفاية. فإن شـئـتَ فاقرأ كتبى المطوّلة فى العربية. ولـكنى أرى أن أُزيد علمک فى مـعـنـى اسـم يوزآسف الذى هو اسم ثانى لصاحب القبر عند سكان هذه الـخـطّة. وعـنـد النصارى كلهم من غير الاختلاف والتفرقة. فـاعلم أنها كـلـمة عبرانية مركّبة من لفظ يسوع ولفظ آسف. ومعنى يسوع النجاة. ويستـعـمـل فـى الذى نجا من الحوادث والعواصف. وأمّـا لفظ "آسف" فـمـعـنـاه جـامع الفرق المنتشرة. وهو اسم المسيح فى الإنجيل. كما لا يـخفى على ذوى العلم والخبرة. وكـذالک جاء فى بعض صحف أنبياء بـنـى إسـرائيـل. وهـذا أمـر مُسَلّمٌ عند النصارى. فلا حاجة إلى أن نذكر الأقاويل. فثبـت مـن هذا المقام أن عيسى لم يمت مصلوبًا. بل نجّاه الله مـن الصليب وما تركه معتوبًا. ثـم هاجر عيسى ليستقرىَ ويجمع شتات قبـائـل مـن بـنـى إسـرائيل وشعوبًا. فبلغ كشمير وألقى عصا التسيار فى

☆ المائدہ:118

تلك الخطّة. إلى أن مات ودُفن فى محلّة خان يار مع بعض الأحبّة. وإنْ تُحقق أن رسم الكتبة لتعريف القبور كان فى زمن المسيح. ولا أخال الا كذالك بالعلم الصحيح. لافتَى العقل أن قبره عليه السلام لا يخلو من هذه الآثار. وإنْ كُشِفَ لظهر كثير من الشواهد وبيّنات من الأسرار. فندعو الله أن يجعل كذالك ويقطع دابر الكفّار. وإنّا أخذنا عكس قبر المسيح فكان هكذا ومن رآه فكأنه رأى قبر عيسى.

زیارت نبی ۔ بمقام خانیار۔ سری نگر۔ کشمیر



ثم بعد ذالك نكتب أسماء رجال ثقاة من سُكّان تلك البلدة. الذين شهدوا أنه قبر نبى الله عيسى يوز آسف من غير الشك و الشبهة.

وهم هؤلاء.

١ مولوی واعظ رسول صاحب میر واعظ کشمیر ابن محمد یحیی صاحب مرحوم.
٢ مولوی أحمد الله واعظ برادر واعظ رسول میر واعظ کشمیر.
٣ واعظ محمد سعد الدین عتیق عفی عنه برادر میر واعظ.
٤ عزیز الله شاه محله کاچ گری.
٥ حاجی نور الدین وکیل عرف عیدگاهی.
٦ عزیز میر نمبر دار قصبه پانپور. ذیلدار.
٧ مهر منشی عبد الصمد وکیل عدالت ساکن فتح کدل.
٨ مهر حاجی غلام رسول تاجر ساکن محله ملک پوره ضلع زینه کدل.
٩ مهر عبد الجبّار. خانیار.
١٠ مهر أحمد خان تاجر. إسلام أباد.
١١ مهر محمد سلطان میررجوری کدل.
١٢ ممه جیوصراف کدل.
١٣ حکیم مهدی صاحب أمامیه ساکن باغبان پوره ضلع سنگین دروازه.
١٤ حکیم جعفر صاحب أمامیه -أیضا.
١٥ محمد عظیم صاحب أمامیه -أیضا.
١٦ میرزا محمد بیگ صاحب ٹھیکه دار امامیه ساکن محله مدینه صاحب.
١٧ أحمد کله.مندی بل ضلع نوشهره امامیه.
١٨ حکیم علی نقی صاحب امامیه.
١٩ حکیم عبد الرحیم صاحب امامیه تحصیلدار.
٢٠ مولوی حیدر علی صاحب ابن مصطفٰی صاحب امامیه.سندیافته کربلاء معلّٰی مجتهد فرقه امامیه.
٢١ مهر مفتی مولوی شریف الدین صاحب. ابن مولوی مفتی عزیز الدین مرحوم.
٢٢ مهر مفتی مولوی ضیاء الدین صاحب.
٢٣ مولوی صدر الدین مدرس مدرسه همدانیه امام مسجد وازه پوره.
٢٤ مهر عبد الغنی کلاشپوری إمام مسجد.
٢٥ حبیب الله جلد ساز متصل جامع مسجد.
٢٦ عبد الخالق کهانڈی پوره تحصیل هری پور.
٢٧ مهری عبد الله شیخ محلّه وڈی کدل اصل ترکه وان گامی.
٢٨ حبیب بیگ نمبردار میوه فروشان حبه کدل سری نکر.
٢٩ أحمد جیو زینه کدل -کشمیر.
٣٠ مهر غلام محی الدین زرکر محله کچه بل قلعه خانیار.
٥١ مهر مجید شاه پیراندرواری.
٥٢ مهر پیر مجید بابا أندرواری.

۳۱ عبدالله جيوتاجرميوه جات باغات سركارى سرينگر.
۳۲ محمد خضر ساكن عالى كدل.سرينگر.
۳۳ عبد الغفار بن موسٰى جيوهنڈو -نروره.
۳۴ مهر عبلى وانى ولد صديق وانى -بوٹه كدل.
۳۵ مهر غلام نبى شاه حسينى.
۳۶ مهر عبد الرحيم إمام مسجد كهنموه تحصيل ترال.
۳۷ مهر أحمد شاه سرى نگر.
۳۸ يوسف شاه نروره. سرينگر.
۳۹ مهر أمير بابا -گرگرى محله سرينگر.
۴۰ عبد العلى واعظ چمر دورى سرينگر.
۴۱ مير راج محمد -كرناه وزارت پهاڑ.
۴۲ لسه جيو حافظ ٹينكى پوره سرينگر.
۴۳ خضر جيوتار فروش.
۴۴ مهر عبد الله جيوفرزند أكبر صاحب درويش خواجه بازار.
۴۵ محمد شاه ولد عمر شاه محله ڈيڈى كدل.
۴۶ نبه شاه إمام مسجد گاؤكدل.
۴۷ مهدى خالق شاه خادم درگاه حضرت شيخ نور الدين نورانى چرار شريف.
۴۸ غلام محمد حكيم متصل ڈل حسن محله.
۴۹ عبد الغنى نايد كدل.
۵۰ مهر قمر الدين دوكاندار زينه كدل.
۵۳ اسمعال جيوڈوبى أيضا.
۵۴ سيف الله شاه خادم درگاه اندروارى.
۵۵ قادر دوبى أيضا.
۵۶ مهر مولوى غلام محى الدين كيموه تحصيل هرى پور.
۵۷ محمد صدّيق پاپوش فروش محله شمس وارى.
۵۸ محمد اسكندر أيضا.
۵۹ محمد عمر أيضا.
۶۰ لسه بٹ أيضا.
۶۱ مولوى عبد الله شاه أيضا.
۶۲ حاجى محمد -كلال دورى.
۶۳ محمد اسماعيل مير مسگر محله درى بل.
۶۴ عبد القادر كيموه - تحصيل هرى پور.
۶۵ أحمد جيو چيٹ گر - محله كلال دورى.
۶۶ محمد جيو زرگر ولد رسول جيو- فتح كدل.
۶۷ عبد العزيز مسگر ولد عبد الغنى محله اندروارى.
۶۸ احمد جيو مسگر ولد رمضان جيو - درى بل.
۶۹ محمد جيو مير.محله درى بل.
۷۰ اسد جيو مير- محله زينه كدل.
۷۱ پيرنور الدين قريشى محله بٹه مالو صاحب إمام مسجد.
۷۲ مهر غلام حسن بن نور الدين مرجان پورى صفا كدل.

(الہدی۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 360 تا 374)

قَدْرَئينَاقَرِيْبًامن الف مجلدات من الكتب الطبيّة فوجدنافيها نسخة مباركةً يُسَمّٰى مرهم عيسٰى عند هٰذه الفرقة.وثبت بشهادات اطباء

الرومیّین والیونانیین والیهود والنصاریٰ وغیرهم من الحاذقین ان هذه النسخة من ترکیب الحواریین. وکتب کلهم فی کتبهم انها صنعت لجراحات عیسٰی. وکذالک کتب فی قانون الشیخ ابی علی سینا. فانظروا یا اولی النهٰی. هذا هوالذی رُفِع الی السّمٰوات العُلٰی. منه

(الہدیٰ۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 361 حاشیہ)

اعلم ان لفظ الایواء باحدٍ من مشتقاته قدجاء فی کثیرٍ من مواضع القراٰن. وکلهاذکرفی محل العصم من البلاء بطریق الامتنان. کماقال الله تعالٰی . أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَآوَى.[1] وما اراد منه الا الاراحة بعد الاذی. وقال فی مقام اٰخر. إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِيْ الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ ۔[2] فانظروا کیف صرح حقیقة الایواء و بها داواکم. وقال حکایة عن ابن نوح: سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ.[3] فماکان قصده جبلا رفیعا الا بعد رؤیة البلاء. فبینوا لنا ایّ بلاءٍ نزل علی ابن مریم ومعه علی امّه اشد من بلاء الصلیب. ثم ایّ مکان اٰواهما اللّٰه الیه من دون ربوة کشمیر بعد ذالک الیوم العصیب. أ تکفرون بما اظهره اللّٰه وان یوم الحساب قریب. منه

(الہدیٰ۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 368 حاشیہ)

کان من عادة الیهود انهم یسمون اطفالهم یسوع اعنی النجاة علی سبیل التفاول وطلب العصمة. من امراض الجدری وخروج الاسنان والحصبة. خوفًا من موت الاطفال بهذه الامراض المخوفة. فکذالک سمّت مریم ابنه یسوع اعنی عیسٰی. وتمنّت ان یعیش ولایموت بالجدری وامراض اُخری. والذین یقولون ان معنی یسوع المنجّی فهم کذّابون دجّالون. یکتمون الحق ویفترون. ویضلون الناس ویخدعون. فاسئل اهل اللسان ان کنت من الذین یرتابون. منه

(الہدیٰ۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 371 حاشیہ)

ا۔ الضحیٰ:7 ۲۔ الانفال:27 ۳۔ ہود:44

کشتی نوح (1902ء)

وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دورنگی نہیں آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ (عیسائی محققوں نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۳۹ دیکھ لو۔ منہ)

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 16)

قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اس کی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَ آوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ ☆ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا سو اس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اٰوٰی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اُس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گزرا جس سے پناہ دی جاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اُس کی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اُس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 17 حاشیہ)

جب مولوی محمد حسین جو سردار کاہن کی طرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تھا مجھے کرسی پر بیٹھا

☆ المؤمنون:51

ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے کے لئے میری نسبت اُس کی آنکھ شوق رکھتی تھی اُس ذلت کو اُس نے نہ دیکھا تب مساوات کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اُس پیلاطوس سے کرسی کا خواہشمند ہوا مگر اُس پیلاطوس نے اُسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی ہمارے دفتر میں تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔ اب یہ فرق بھی غور کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے یہودیوں سے ڈر کر ان کے بعض معزز گواہوں کو کرسی دے دی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تھے کھڑا رکھا حالانکہ وہ سچے دل سے مسیح کا خیر خواہ تھا بلکہ مریدوں کی طرح تھا اور اس کی بیوی مسیح کی خاص مرید تھی جو ولی اللہ کہلاتی ہے لیکن خوف نے اس سے یہاں تک حرکت صادر کرائی کہ ناحق بے گناہ مسیح کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تھا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تھا لیکن وہ رومی پیلاطوس دل کا قوی نہ تھا اس بات کو سن کر ڈر گیا کہ قیصر کے پاس اُس کی شکایت کی جائے گی۔ اور پھر ایک اور مماثلت پہلے پیلاطوس اور اس پیلاطوس میں یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے اس وقت جو مسیح ابن مریم عدالت میں پیش کیا گیا یہودیوں کو کہا تھا کہ میں اس شخص میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری پیلاطوس کے روبرو پیش ہوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مہلت دینی چاہئے کہ مجھ پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے تب اس آخری پیلاطوس نے کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا یہ دونوں قول دونوں پیلاطوسوں کے بالکل باہم مشابہ ہیں اگر فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پہلا پیلاطوس اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکا اور جب اس کو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کریں گے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عمداً خونخوار یہودیوں کے حوالہ کر دیا گو وہ اس سپردگی سے غمگین تھا اور اس کی عورت بھی غمگین تھی۔ کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے لیکن یہودیوں کا سخت شور وغوغا دیکھ کر بزدلی اُس پر غالب آ گئی ہاں البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے اور اس سعی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا مگر بعد اس کے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آ گیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ بہرحال

پیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیاں باب ۵ آیت ۷۔ بعد اس کے مسیح اُس زمین سے پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آ گیا اور وہیں فوت ہوا اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلّہ خان یار میں اُس کی قبر ہے یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تھا لیکن تا ہم اُس پہلے پیلاطوس کی کاروائی بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی نہ تھی اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کر کے کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا مسیح کو چھوڑ دیتا تو اس پر کچھ مشکل نہ تھا اور وہ چھوڑنے پر قادر تھا مگر وہ قیصر کی دوہائی سن کر ڈر گیا۔ لیکن یہ آخری پیلاطوس پادریوں کے ہجوم سے نہ ڈرا حالانکہ اس جگہ بھی قیصرہ کی بادشاہی تھی لیکن یہ قیصرہ اُس قیصر سے بدرجہا بہتر تھی اس لئے کسی کے لئے ممکن نہ تھا کہ حاکم پر دباؤ ڈالنے کے لئے اور انصاف چھڑانے کے لئے قیصرہ سے ڈراوے بہر حال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شور اور منصوبہ اُٹھایا گیا تھا اور میرے مخالف اور ساری قوموں کے سرگروہ جمع ہو گئے تھے مگر آخری پیلاطوس نے سچائی سے پیار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھلایا کہ جو اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں تم پر خون کا الزام نہیں لگاتا سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بَری کیا اور پہلے پیلاطوس نے مسیح کو بچانے کے لئے حیلوں سے کام لیا مگر اس پیلاطوس نے جو کچھ عدالت کا تقاضا تھا اُس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا جس میں بزدلی کا رنگ نہ تھا۔ جس دن میں بَری ہوا اُس دن اس عدالت میں مکتی فوج کا ایک چور بھی پیش ہوا یہ اس لئے وقوع میں آیا کہ پہلے مسیح کے ساتھ بھی ایک چور تھا لیکن اس آخری مسیح کے ساتھ کے چور کو جو پکڑا گیا اُس پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتھ پکڑا گیا صلیب پر نہیں چڑھایا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 56 تا 58)

مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ بجز یونس کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائے گا پس مسیح نے اپنے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جس طرح یونس زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا ایسا ہی میں بھی زندہ ہی قبر میں داخل ہوں گا اور زندہ ہی

نکلوں گا سو یہ نشان بجز اس کے کیونکر پورا ہوسکتا تھا کہ مسیح زندہ صلیب سے اُتارا جاتا اور زندہ قبر میں داخل ہوتا اور یہ جو حضرت مسیح نے کہا کہ کوئی اور نشان نہیں دکھایا جائے گا اس فقرہ میں گویا مسیح ان لوگوں کا ردّ کرتا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ مسیح نے یہ نشان بھی دکھلایا کہ آسمان پر چڑھ گیا۔ منہ

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 57 حاشیہ)

جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اُس وقت وہ پولوس بھی مکفرین کی جماعت میں داخل تھا جس نے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت دشمن تھا جس قدر حضرت مسیح کے نام پر انجیلیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک میں بھی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ میرے بعد پولوس توبہ کر کے رسول بن جائے گا اس شخص کے گزشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جب تک وہ اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دے دی اور انجیلی عقیدہ میں تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بُت پرست خوش ہو جائیں۔ منہ

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 65 حاشیہ)

بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو! اے نادانوں مَیں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی

گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی اور ان کا شکر کرنا ہمیں اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے ملک میں۔ یہ خدا کی طرف سے حکمت تھی کہ مجھے اس ملک میں پیدا کیا پس کیا میں خدا کی حکمت کی کسر شان کروں اور جیسا کہ قرآن شریف کی آیت وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ☆ میں اللہ تعالیٰ یہ بات ہمیں سمجھاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہم نے عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دے کر اس کو اور اس کی ماں کو ایک ایسے اونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی کہ وہ آرام کی جگہ تھی اور اس میں چشمے جاری تھے یعنی سری نگر کشمیر۔ اسی طرح خدا نے مجھے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلے پر جہاں مفسدین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اور اس ملک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے۔ منہ

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 75 حاشیہ)

ایک یہودی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ قبر واقعہ سری نگر یہودیوں کے انبیاء کی قبروں کی طرح بنی ہوئی ہے۔ دیکھو پرچہ علیحدہ حاشیہ۔ منہ

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 76 حاشیہ)

کریئر ڈلاسیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے۔

''۱۳ر جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمی کورمرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا اس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان کے حوالہ دولاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے انیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکّوں میں تھے اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصے سے رہتا تھا۔ روپے کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند

☆ المؤمنون: 51

عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے جب ان کو پڑھا گیا تو ان میں یہ عبارت تھی۔

''پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اِس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے'' اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

''میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوے ۹۰ سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے''۔

ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح سے امتحان کرانے کے بعد بائبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسوع ابن مریم کی دعا ان دونو پر سلام ہو۔ اس نے کہا۔

''اے میرے خدا میں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آ سکوں جس کو میں بُرا سمجھتا ہوں نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور میں نہیں۔ لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔ اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے دشمنوں کے لئے الزام کا سبب ہوں نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلّط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر تو جو اُن سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجت مند ہیں۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 77)

شهد شاهد من بنی اسرائیل

(ایک اسرائیلی عالم توریت کی شہادت دربارہ قبر مسیح)

[illegible]

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا ایک نقشہ پاس مرزا غلام احمد

[illegible]

صاحب قادیانی اور تحقیق وہ صحیح ہے قبر بنی اسرائیل کی قبروں میں سے

[illegible]

اور وہ ہے نبی اسرائیل کے اکابر کی قبروں میں سے

[illegible]

میں نے دیکھا یہ نقشہ آج کے دن جب لکھی

[illegible]

میں نے یہ شہادت بماہ انگریزی جون ۱۲ ۱۸۹۹ء

[illegible] 1899 [illegible]

سلمان یوسف یسحاق تاجر

[illegible]

سلمان یہودی نے میرے رو برو

ריבדו יה שהדת לכי מפתי מחמד צדק

یہ شہادت لکھی ۔ مفتی محمد صادق بھیروی

כרוי כלרך דפתר אכונתנת גנרל לחר

کلرک دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور

اشهد بالله ان هذا الكتاب كتبه سلمان ابن يوسف وانه رجل من اكابر بنی اسرائیل. دستخط: سید عبد الله بغدادی

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 78)

تحفۃ الندوۃ (1902ء)

تمام مُسلمانوں اور تمام سچائی کے بھوکوں

اور

پیاسوں کے لئے ایک بڑی خوشخبری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی خارق عادت زندگی اور خلاف نصوص قرآنیہ مع جسم آسمان پر چلے جانا اور باوجود وفات یافتہ نہ ہونے کے پھر وفات یافتہ نبیوں کی روحوں میں جو ایک رنگ سے بہشت میں داخل ہو چکے داخل ہو جانا یہ تمام ایسی باتیں تھیں کہ درحقیقت سچے مذہب کے لئے ایک داغ تھا اور نیز مدت دراز سے مغربی مخلوق پرستوں کا موحّدین اہلِ اسلام کے ذمہ ایک قرضہ چلا آتا تھا اور نادان مسلمانوں نے بھی اس قرضہ کا اقرار کر کے اپنے ذمہ ایک بڑی سودی رقم عیسائیوں کی بڑھادی تھی جس کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس ملک ہند میں ارتداد کا جامہ پہن کر عیسائیوں کے ہاتھ میں گرو پڑ گئے تھے اور کوئی صورت ادائے قرضہ کی نظر نہ آتی تھی۔ جب عیسائی کہا کرتے تھے کہ ربّنا یسوع مسیح آسمان پر زندہ مع جسم چڑھ گیا بڑی طاقت دکھلائی خدا جو تھا مگر تمہارا نبی تو ہجرت کرنے کے بعد مدینہ تک بھی پرواز کر کے نہ جا سکا غار ثور میں ہی تین دن تک چھپا رہا آخر بڑی مشکل سے مدینہ تک پہنچا اور پھر بھی عمر نے وفا نہ کی دس برس کے بعد فوت ہو گیا اُور اب وہ قبر میں اور زیرِ زمین ہے مگر یسوع مسیح زندہ آسمان پر ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور وہی دوبارہ آسمان سے اُتر کر دنیا کا انصاف کرے گا۔ ہر ایک جو اس کو خدا نہیں جانتا وہ پکڑا جائے گا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔

اس کا جواب مسلمانوں کو کچھ بھی نہیں آتا نہایت شرمندہ اور ذلیل ہوتے تھے اب یسوع مسیح کی خوب خدائی ظاہر ہوئی۔ آسمان پر چڑھنے کا سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اوّل تو ہزار نسخہ سے زیادہ ایسی طبی کتابیں جن کو پُرانے زمانہ میں رومیوں یونانیوں مجوسیوں عیسائیوں اور سب سے بعد مسلمانوں نے بھی ان کا ترجمہ کیا تھا پیدا ہو گئیں جن میں ایک

نسخہ مرہم عیسیٰ کا لکھا ہے اور ان کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے یعنی اُن کے صلیبی زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ ازاں بعد کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی پیدا ہوگئی۔ پھر اس کے بعد عربی اور فارسی میں پُرانی کتابیں پیدا ہوگئیں جو بعض ان میں سے ہزار برس کی تصنیف ہیں اور حضرت عیسیٰ کی وفات کی گواہی دیتی اور قبر اُن کی کشمیر میں بتلاتی ہیں اور پھر سب کے بعد جو آج ہمیں خبر ملی یہ تو ایک ایسی خبر ہے کہ گویا آج اس نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن چڑھا دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حال میں بمقام یروشلم پطرس حواری کا دستخطی ایک کاغذ پُرانی عبرانی میں لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے جس کو کتاب کشتی نوح کے ساتھ شامل کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے تخمیناً پچاس برس بعد اسی زمین پر فوت ہو گئے تھے اور وہ کاغذ ایک عیسائی کمپنی نے اڑھائی لاکھ روپیہ دے کر خرید لیا ہے کیونکہ یہ فیصلہ ہوگیا ہے کہ وہ پطرس کی تحریر ہے اور ظاہر ہے کہ اِس قدر ثبوتوں کے جمع ہونے کے بعد جو زبردست شہادتیں ہیں پھر اِس بیہودہ اعتقاد سے جو عیسیٰ زندہ ہے باز نہ آنا ایک دیوانگی ہے امور محسوسہ مشہودہ سے انکار نہیں ہو سکتا سو مسلمانوں تمہیں مبارک ہو آج تمہارے لئے عید کا دِن ہے اُن پہلے جھوٹے عقائد کو دفع کرو اور اب قرآن کے مطابق اپنا عقیدہ بنالو۔ مکرر یہ کہ یہ آخری شہادت حضرت عیسیٰ کے سب سے بزرگ تر حواری کی شہادت ہے یہ وہ حواری ہے کہ اپنی تحریر میں جو برآمد ہوئی ہے خود اس شہادت کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ مَیں ابن مریم کا خادم ہوں اور اب مَیں نوے ۹۰ سال کی عمر میں یہ خط لکھتا ہوں جبکہ مریم کے بیٹے کو مَرے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں لیکن تاریخ سے یہ امر ثابت شدہ ہے اور بڑے بڑے مسیحی علماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ پطرس اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش قریب قریب وقت میں تھی اور واقعہ صلیب کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر قریباً ۳۳ سال اور حضرت پطرس کی عمر اُس وقت تیس چالیس سال کے درمیان تھی (دیکھو کتاب سمتھس ڈکشنری جلد ۳ صفحہ ۲۴۴۶ و موٹی ٹیولس نیو ٹسٹیمنٹ ہسٹری و دیگر کتب تاریخ) اور اس خط کے متعلق اکابر علماء مذہب عیسوی نے بہت تحقیقات کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ صحیح ہے اور اس کیلئے بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے اور جیسا

کہ ہم لکھ چکے ہیں ایسی عزت سے یہ تحریر دیکھی گئی ہے کہ ایک رقم کثیر اس کے عوض میں وارثان اُس مقدس راہب کو دی گئی ہے جس کے کتب خانہ سے بعد وفات یہ کاغذ برآمد ہوا اور ہمارے نزدیک اس کاغذ کی صحت پر ایک اور قوی دلیل ہے کہ ایسے شخص کے کتب خانہ سے یہ کاغذ نکلا ہے جو رومن کیتھولک عقیدہ رکھتا تھا اور نہ صرف حضرت عیسیٰ کی خدائی کا قائل تھا بلکہ حضرت مریم کی خدائی کا بھی قائل تھا یہ کاغذات اُس نے محض ایک پُرانے تبرکات میں رکھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ پُرانی عبرانی تھی اور طرز تحریر بھی پُرانی تھی اس لئے وہ اس کے مضمون سے محض نا آشنا تھا۔ یہ ایک نشان ہے ماسوا اس نئی شہادت کے جو حضرت پطرس کے خط میں سے نکلی ہے۔ متقدمین میں بھی عیسائیوں کے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر سے ایک موت کی سی سخت بیہوشی میں اُتارے گئے تھے اور ایک غار کے اندر تین دن کے علاج معالجہ سے تندرست ہو کر کسی اور طرف چلے گئے جہاں مدّت تک زندہ رہے ان عقائد کا ذکر انگریزی کتابوں میں مفصل درج ہے جن میں سے کتاب نیو لائف آف جیزس مصنفہ سٹراس اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلیف اور کتاب سوپر نیچرل ریلیجن کی بعض عبارتیں ہم نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج کی ہیں۔

(تحفۃ الندوۃ۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 102 تا 104)

مواہب الرحمٰن (1903ء)

ثم من الدلائل الوقائعُ التاریخیة والشواھد التی جمعتھا

بازمنجملہ دلائل برموت عیسیٰ واقعات تاریخیہ اند ونیز آن شواہد کہ در کتب

الکتب الطبّیّة .ومن تصفّح تلک الکتب التی زادت عِدتُّھا علی الألف،

طبیہ کہ زائد از ہزار خواہند بود جمع کردہ شدہ اند و این کتب ہا از زمان پیشینیان تا این وقت مسلّم و

وھی مشھورۃ مسلَّمة من السلف إلی الخلف، فلا بد له أن یشھد أن مرھم عیسیٰ

مشہور اند پس کسیکہ این صدہا کتب را جستجو کردہ مطالعہ بکند بضرورت گواہی خواہد داد کہ برائے

قد صُنع لجراحة إلٰهِ أهل الصلبان، وهذه واقعة لا يختلف فيها اثنان .وهى من
معالجہ زخم صلیبی خدائے ترسایان مرہم عیسیٰ تیارکردہ شدہ بوودرین امرکسے راختلاف نیست۔واین
المراهم المشهورة المقبولة، ويوجد ذكرها فى كتب زهاء ألف من هذه الصناعة .
مرہم عیسیٰ کہ تخمیناً درہزار کتب مذکوراست۔ازمرہم ہائے مقبولہ ومتداولہ اطباء است
وكذالك اطّلعنا على قبره الذى قد وقع قريبًا من هذه الخِطّة، وثبت أن ذالك
وعلاوہ برین این ست کہ مااطلاع یافتہ ایم برقبرعیسیٰ کہ قریب این خطہ پنجاب درسرینگرکشمیرواقع است ۔واز
القبر هو قبر عيسٰى من غير الشك والشبهة .ولا يُضعِف الحقائقَ الثابتة إنكارُ
دلائل قاطعہ ماراثابت شدہ است کہ ایں قبر قبرعیسیٰ است۔ وثبوت حقائق ثابت شدہ راانکار
العلماء الحاسدين، فإنهم لا يتكلمون إلا مستكبرين، ولا يدخلون علينا إلا منكرين .
ملایان حاسدومتکبر کہ تکذیب پیشہ ایشاں است ضعیف نمی تواندکرد
ونجدهم متكبرين كبير الاحتقار، قليل الفهم كثير الإنكار .ثم يقال لهم قدوة الأُمّة
و مے بینم ایشان راکوتاہ فہم کہ غیرخودرابسیارحقیر دانستن عادت شان است۔معہذا عوام ایشان راپیشوائے امت
ونُجوم الملّة ! ماتت الروحانية، وغلبت الدنيا الفانية .ما لهم لا يفهمون
وستارہ ہائے دین وملت میگویندو روحانیت دریشان مردہ شدہ است۔وحُبِّ دنیائے دون برایشان غالب است چہ شدایشان را
أن رفع عيسٰى كان لرفع تهمة اللعنة؟ فمن رُفع جسمه إلى السماء فقط فإنه
کہ نمی فہمند کہ رفع عیسیٰ برائے رفع کردن تہمت لعنت است۔لیکن برفع جسدِعنصری براءت ازتہمت ملعونیت
لا يبرأ من هذه التهمة .ثم لما كان عيسٰى قد أُرسل إلى قبائل اليهود كلهم وكل من
نمی تواندشد۔باز میگوئیم کہ عیسیٰ برائے ہدایت کل قبائل یہود از بنی اسرائیل
كان من بنى إسرائيل، وكانت القبائل منتشرة فى الأرض كما روى وقيل،
مبعوث شدہ بود۔ وقبائل بنی اسرائیل بسبب آمدن ابتلاء ات ازبادشاہ وقت دراطراف زمین
كان من فرائضه أن يسير ويختار السياحة، ويستقرى قبائل أخرى .
منتشرشدہ بودندچنانچہ درکتب تواریخ مذکوراست پس فرض منصبی حضرت عیسیٰ ہمین بودکہ قبائل منتشررابسیروسیاحت

فکیف صعد إلی السّماء قبل تأدیة فرضه وتکمیل دعوته؟ هذا باطل عند

جستجو نمودہ ہدایت بکند۔ پس قبل ازادائے این فرض منصبی وتکمیل دعوت خود برآسمان چگونہ صعود نمود کہ عند العقل

النُّهٰی.

محض باطل است۔

(مواہب الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 298 تا 300)

تذکرۃ الشہادتین (1903ء)

یہ وہ باتیں تھیں جو میں نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب سے کیں اور وہ امر جو آخر میں ان کو سمجھایا وہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رُو سے سولہ ۱۶ خصوصیتیں ہیں (۱) اوّل یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے ایک موعود نبی تھا جیسا کہ اس پر اسرائیلی نبیوں کے صحیفے گواہ ہیں۔ (۲) دوسری یہ کہ مسیح ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ یہودی اپنی سلطنت کھو چکے تھے یعنی اس ملک میں یہودیوں کی کوئی سلطنت نہیں رہی تھی گو ممکن تھا کہ کسی اور ملک میں جہاں بعض فرقے یہود کے چلے گئے تھے کوئی حکومت ان کی قائم ہو گئی ہو جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کہ افغان اور ایسا ہی کشمیری بھی یہود میں سے ہیں جن کا اسلام قبول کرنے کے بعد سلاطین میں داخل ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ بہر حال حضرت مسیح کے ظہور کے وقت اس حصہ ملک سے یہود کی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ رومی سلطنت کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے اور رومی سلطنت کو انگریزی سلطنت سے بہت مشابہت تھی (۳) تیسری یہ کہ وہ ایسے وقت میں آیا تھا کہ جبکہ یہودی بہت سے فرقوں پر منقسم ہو چکے تھے اور ہر یک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف تھا اور ان سب میں باہم سخت عناد اور خصومتیں پیدا ہو گئی تھیں اور توریت کے اکثر احکام بباعث ان کے کثرت اختلافات کے مشتبہ ہو گئے تھے صرف وحدانیّتِ الٰہی میں وہ باہم اتفاق رکھتے تھے باقی اکثر مسائل جزئیہ میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور کوئی واعظ ان میں باہم صلح نہیں کرا سکتا تھا اور

نہ ان کا فیصلہ کرسکتا تھا۔اس صورت میں وہ ایک آسمانی حَـکَـم یعنی فیصلہ کنندہ کے محتاج تھے جو خدا سے جدید وحی پا کر اہلِ حق کی حمایت کرے اور قضاء وقدر سے ایسی ضلالت کی ملونی ان کے کل فرقوں میں ہوگئی تھی جو خالص طور پر ان میں ایک بھی اہلِ حق نہیں کہلا سکتا تھا۔ ہر ایک فرقہ میں کچھ نہ کچھ جھوٹ اور افراط وتفریط کی آمیزش تھی۔پس یہی وجہ پیدا ہوگئی تھی کہ یہود کے تمام فرقوں نے حضرت مسیح کو دشمن پکڑ لیا تھا۔اور ان کی جان لینے کی فکر میں ہو گئے تھے کیونکہ ہر یک فرقہ چاہتا تھا کہ حضرت مسیح پورے طور پر ان کا مصدق ہو اور ان کو راستباز اور نیک چلن خیال کرے اور ان کے مخالف کو جھوٹا کہے اور ایسا مداہنہ خدا تعالیٰ کے نبی سے غیر ممکن تھا۔(۴) چہارم یہ کہ مسیح ابن مریم کے لئے جہاد کا حکم نہ تھا اور حضرت موسیٰؑ کا مذہب یونانیوں اور رومیوں کی نظر میں اِس وجہ سے بہت بدنام ہو چکا تھا کہ وہ دین کی ترقی کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے گو کسی بہانہ سے۔ چنانچہ اب تک ان کی کتابوں میں موسیٰؑ کے مذہب پر برابر یہ اعتراض ہیں کہ کئی لاکھ شیر خوار بچے اس کے حکم اور نیز اس کے خلیفہ یشوع کے حکم سے جو اس کا جانشین تھا قتل کئے گئے اور پھر داؤدؑ اور دوسرے نبیوں کی لڑائیاں بھی اس اعتراض کو چمکاتی تھیں پس انسانی فطرتیں اس سخت حکم کو برداشت نہ کرسکیں اور جب یہ خیالات غیر مذہب والوں کے انتہا تک پہنچ گئے تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ایک ایسا نبی بھیج کر جو صرف صلح اور امن سے مذہب کو پھیلائے توریت پر سے وہ نکتہ چینی اُٹھادے جو غیر قوموں نے کی تھی۔سو وہ صلح کا نبی عیسیٰؑ ابن مریم تھا(۵) پانچویں یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں یہودیوں کے علماء کا عموماً چال چلن بہت بگڑ چکا تھا اور اُن کا قول اور فعل باہم مطابق نہ تھا۔ان کی نمازیں اور ان کے روزے محض ریا کاری سے پُر تھے اور وہ جاہ طلب علماء رومی سلطنت کے نیچے ایسے دنیا کے کیڑے ہو چکے تھے کہ تمام ہمتیں ان کی اسی میں مصروف ہوگئی تھیں کہ مکر سے یا خیانت سے یا دغا سے یا جھوٹی گواہی سے یا جھوٹے فتووں سے دنیا کماویں۔ان میں بجز زاہدانہ لباس اور بڑے بڑے جُبّوں کے ایک ذرہ روحانیت باقی نہیں رہی تھی۔وہ رومی سلطنت کے حکام سے بھی عزت پانے کے بہت خواہاں تھے اور طرح طرح کے جوڑ توڑ اور جھوٹی خوشامد سے سلطنت سے عزت اور کسی

قدر حکومت حاصل کر لی تھی اور چونکہ ان کی دنیا ہی دنیا رہ گئی تھی اس لئے وہ اس عزت سے جو توریت پر عمل کرنے سے آسمان پر مل سکتی تھی بالکل لا پروا ہو کر دنیا پرستی کے کیڑے بن گئے تھے اور تمام فخر دنیا کی وجاہت میں ہی سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے گورنر پر جو رومی سلطنت کی طرف سے تھا کسی قدر ان کا دباؤ بھی تھا کیونکہ ان کے بڑے بڑے دنیا پرست مولوی دور دراز سفر کر کے قیصر کی ملاقات بھی کرتے تھے اور سلطنت سے تعلقات بنا رکھے تھے اور کئی لوگ ان میں سے سلطنت کے وظیفہ خوار بھی تھے اسی بنا پر وہ لوگ اپنے تئیں سلطنت کے بڑے خیر خواہ جتلاتے تھے اس لئے وہ اگرچہ ایک نظر سے زیر نگرانی بھی تھے مگر خوشامدانہ طریقوں سے انہوں نے قیصر اور اس کے بڑے حکام کو...... اپنی نسبت بہت نیک ظن بنا رکھا تھا۔ انہیں چال بازیوں کی وجہ سے علماء ان میں سے سلطنت کے حکام کی نظر میں معزز سمجھے جاتے تھے اور کرسی نشین تھے۔ لہٰذا وہ غریب گلیل کا رہنے والا جس کا نام یسوع بن مریم تھا۔ ان شریر لوگوں کے لئے بہت کوفتہ خاطر کیا گیا۔ اس کے منہ پر نہ صرف تھوکا گیا بلکہ گورنر کے حکم سے اس کو تازیانے بھی مارے گئے۔ وہ چوروں اور بدمعاشوں کے ساتھ حوالات میں دیا گیا۔ حالانکہ اس کا ایک ذرہ قصور نہ تھا۔ صرف گورنمنٹ کی طرف سے یہودیوں کی ایک دل جوئی تھی کیونکہ سلطنت کی حکمت عملی کا یہ اصول ہے کہ گروہ کثیر کی رعایت رکھی جائے سو اس غریب کو کون پوچھتا تھا۔ یہ عدالت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ یہودیوں کے مولویوں کے سپرد ہوا اور انہوں نے اس کو صلیب پر چڑھا دیا ایسی عدالت پر خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے لعنت کرتا ہے مگر افسوس ان حکومتوں پر جن کی آسمان کے خدا پر نظر نہیں۔ یوں بگفتن پیلاطوس جو اس ملک کا گورنر تھا مع اپنی بیوی کے حضرت عیسٰیؑ کا مرید تھا اور چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دے مگر جب زبردست یہودیوں کے علماء نے جو قیصر کی طرف سے بباعث اپنی دنیاداری کے کچھ عزت رکھتے تھے اس کو یہ کہہ کر دھمکایا کہ اگر تو اس شخص کو سزا نہیں دے گا تو ہم قیصر کے حضور میں تیرے پر فریاد کریں گے تب وہ ڈر گیا کیونکہ بزدل تھا۔ اپنی ارادت پر قائم نہ رہ سکا۔ یہ خوف اس لئے اس کے دامن گیر ہوا کہ بعض معزز علماء یہود نے قیصر تک اپنی رسائی بنا رکھی

تھی اور پوشیدہ طور پر حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ مخبری کرتے تھے کہ یہ مفسد اور درپردہ گورنمنٹ کا دشمن ہے اور اپنی ایک جمعیت بنا کر قیصر پر حملہ کرنا چاہتا ہے بظاہر یہ مشکلات بھی پیش تھیں کہ اس سادہ اور غریب انسان کو قیصر اور اس کے حکام سے کچھ تعلق نہ تھا اور ریاکاروں اور دنیا طلبوں کی طرح ان سے کچھ تعارف نہ تھا اور خدا پر بھروسہ رکھتا تھا اور اکثر علمائے یہود اپنی دنیا پرستی اور چالبازی اور خوشامدانہ وضع سے سلطنت میں دھنس گئے تھے وہ سلطنت کے درحقیقت دوست نہ تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت اس دھوکے میں ضرور آ گئی تھی کہ وہ دوست ہیں اس لئے ان کی خاطر سے ایک بے گناہ خدا کا نبی ہر ایک طرح سے ذلیل کیا گیا مگر وہ جو آسمان سے دیکھتا اور دلوں کا مالک ہے وہ تمام شرارت پیشہ اس کی نظر سے مجوب نہ تھے آخر انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیئے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچا لیا اور ان کی وہ دُعا منظور کر لی جو انہوں نے درد دِل سے باغ میں کی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ یہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھے نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دُعا کی کہ یا الٰہی اگر تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس جگہ عربی انجیل میں یہ عبارت لکھی ہے. **فبکیٰ بد موع جاریۃ و عبرات متحدّرۃ فسُمِع لتقواہ** یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دُعا کرتے کرتے اس کے منہ پر آنسو رواں ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اُس کے رخساروں پر بہنے لگے اور وہ سخت رویا اور سخت دردناک ہوا تب اُس کے تقویٰ کی وجہ سے اس کی دُعا سنی گئی اور خدا کے فضل نے کچھ اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتارا گیا اور پھر پوشیدہ طور پر باغبانوں کی شکل بنا کر اس باغ سے جہاں وہ قبر میں رکھا گیا تھا باہر نکل آیا اور خدا کے حکم سے دوسرے ملک کی طرف چلا گیا اور ساتھ ہی اس کی ماں گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **آوَیْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ** .☆ یعنی اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اونچی تھی اور صاف پانی تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی۔اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد

☆ المؤمنون:51

عیسیٰؑ ابن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جاملا اور دوسرے عالم میں پہنچ کر یحییٰؑ کا ہم نشین ہوا کیونکہ اس کے واقعہ اور یحییٰ نبی کے واقعہ کو باہم مشابہت تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے خدا کہنا کفر ہے۔ لاکھوں انسان دنیا میں ایسے گزر چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا (٦) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر روم کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے۔ (٧) ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ رومی سلطنت کو مذہب عیسوی سے مخالفت تھی مگر اخیری نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب عیسائی قیصری قوم میں گھس گیا یہاں تک کہ کچھ مدت کے بعد خود قیصر روم عیسائی ہو گیا۔ (٨) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کے وقت میں جس کو اہل اسلام عیسیٰؑ کہتے ہیں ایک نیا ستارہ نکلا تھا (٩) نویں خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا (١٠) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی (١١) گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اس پر مذہبی تعصب سے مقدمہ بنایا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ سلطنت روم کا مخالف اور بغاوت پر آمادہ ہے (١٢) بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا (١٣) تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ پیلاطوس کے سامنے سزائے موت کے لئے پیش کیا گیا تو پیلاطوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا۔ (١٤) چودھویں خصوصیت یہ کہ اگرچہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر ان کے سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ (١٥) پندرھویں خصوصیّت یہ کہ یسوع بن مریم کے وقت میں جو قیصر تھا اس کے عہد میں بہت سی نئی باتیں رعایا کے آرام اور ان کے سفر وحضر کی سہولت کے لئے نکل آئی تھیں۔ سڑکیں بنائی گئی تھیں اور سرائیں تیار کی گئی تھیں اور عدالت کے نئے طریقے وضع کئے گئے تھے جو انگریزی عدالت سے مشابہ تھے (١٦) سولہویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ پیدا ہونے میں آدم سے مشابہ تھے۔ یہ سولہ خصوصیتیں ہیں جو موسوی سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں رکھی گئی تھیں۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے موسوی سلسلہ کو ہلاک کر کے محمدی سلسلہ قائم کیا جیسا کہ نبیوں کے صحیفوں میں وعدہ دیا گیا تھا تو اس حکیم وعلیم نے چاہا کہ اس سلسلہ کے اوّل اور آخر دونوں میں مشابہت تامہ پیدا کرے تو پہلے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر مثیل موسیٰؑ قرار دیا جیسا کہ آیت إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا۔ ☆ سے ظاہر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کافروں کے مقابل پر تلوار اُٹھائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت جبکہ مکہ سے نکالے گئے اور تعاقب کیا گیا مسلمانوں کی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھائی۔ ایسا ہی حضرت موسیٰؑ کی نظر کے سامنے سخت دشمن ان کا جو فرعون تھا غرق کیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سخت دشمن آپ کا جو ابوجہل تھا ہلاک کیا گیا۔ ایسا ہی اور بہت سی مشابہتیں ہیں جن کا ذکر کرنا موجب طول ہے۔ یہ تو سلسلہ کے اوّل میں مشابہتیں ہیں مگر ضروری تھا کہ سلسلہ محمدیؐ کے آخری خلیفہ میں بھی سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ سے مشابہت ہو۔ تا خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ سلسلہ محمدیہ باعتبار امام سلسلہ اور خلفاء سلسلہ کے سلسلہ موسویہ سے مشابہ ہے ٹھیک ہو اور ہمیشہ مشابہت اوّل اور آخر میں دیکھی جاتی ہے اور درمیانی زمانہ جو ایک طویل مدت ہوتی ہے گنجائش نہیں رکھتا کہ پوری پوری نظر سے اس کو جانچا جائے مگر اوّل اور آخر کی مشابہت سے یہ قیاس پیدا ہو جاتا ہے کہ درمیان میں بھی ضرور مشابہت ہوگی گو نظر عقلی اس کی پوری پڑتال سے قاصر رہے اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رو سے سولہ خصوصیتیں تھیں جن کا اسلام کے آخری خلیفہ میں پایا جانا ضروری ہے تا اس میں اور حضرت عیسیٰؑ میں مشابہت تامہ ثابت ہو۔ پس اوّل موعود ہونے کی خصوصیّت ہے۔ اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گزرے ہیں۔ مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیحؑ کے نام پر آنے والا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف مسیحؑ موعود تھا۔ دوم۔ خصوصیّت سلطنت کے برباد ہو چکنے کی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے کچھ دن پہلے اس ملک سے اسرائیلی سلطنت جاتی رہی تھی ایسا ہی اس

☆ المزمل:16

آخری مسیح کی پیدائش سے پہلے اسلامی سلطنت بباعث طرح طرح کی بدچلنیوں کے ملک ہندوستان سے اُٹھ گئی تھی اور انگریزی سلطنت اس کی جگہ قائم ہوگئی تھی۔سوم۔خصوصیت جو پہلے مسیحؑ میں پائی گئی وہ یہ ہے کہ اس کے وقت میں یہود لوگ بہت سے فرقوں پر منقسم ہوگئے تھے اور بالطبع ایک حَکَم کے محتاج تھے تا ان میں فیصلہ کرے ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں مسلمانوں میں کثرت سے فرقے پھیل گئے تھے۔چہارم خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے کہ وہ جہاد کے لئے مامور نہ تھا۔ایسا ہی آخری مسیح جہاد کے لئے مامور نہیں ہے اور کیونکر مامور ہو زمانہ کی رفتار نے قوم کو متنبہ کر دیا ہے کہ تلوار سے کوئی دل تسلی نہیں پا سکتا اور اب مذہبی اُمور کے لئے کوئی مہذب تلوار نہیں اُٹھاتا۔اور اب زمانہ جس صورت پر واقع ہے خود شہادت دے رہا ہے کہ مسلمانوں کے وہ فرقے جو مہدی خونی یا مسیح خونی کے منتظر ہیں وہ سب غلطی پر ہیں۔اور ان کے خیالات خدا تعالیٰ کی منشاء کے برخلاف ہیں اور عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ مسلمان دین کے لئے جنگ کریں تو موجودہ وضع کی لڑائیوں کے لئے سب سے فائق مسلمان ہوتے وہی توپوں کی ایجاد کرتے وہی نئی نئی بندوقوں کے موجد ٹھہرتے اور انہیں کو فنون حرب میں ہر یک پہلو سے کمال بخشا جاتا۔یہاں تک کہ آئندہ زمانہ کے جنگوں کے لئے انہیں کو غبارہ بنانے کی سوجھتی اور وہی آب دوز کشتیاں جو پانی کے اندر چوٹیں کرتی ہیں بناتے اور دنیا کو حیران کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔بلکہ دن بدن عیسائی ان باتوں میں ترقی کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ لڑائیوں کے ذریعہ سے اسلام پھیلے ہاں عیسائی مذہب دلائل کے رُو سے دن بدن سست ہوتا جاتا ہے اور بڑے بڑے محقق تثلیث کے عقیدہ کو چھوڑتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جرمن کے بادشاہ نے بھی اس عقیدہ کے ترک کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ...... محض دلائل کے ہتھیار سے عیسائی تثلیث کے عقیدہ کو زمین پر سے نابود کرنا چاہتا ہے۔یہ قاعدہ ہے کہ جو پہلو ہونہار ہوتا ہے پہلے سے اس کے علامات شروع ہو جاتے ہیں۔سو مسلمانوں کے لئے آسمان سے حربی فتوحات کی کچھ علامات ظاہر نہیں ہوئیں۔البتہ مذہبی دلائل کی علامات

ظاہر ہوئی ہیں۔اور عیسائی مذہب خود بخود پگلتا جاتا ہے۔اور قریب ہے کہ جلد تر صفحہ دنیا سے نابود ہو جائے۔(۵) پنجم خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں یہودیوں کا چال چلن بگڑ گیا تھا۔بالخصوص اکثر ان کے جو علماء کہلاتے تھے وہ سخت مکّار اور دنیا پرست اور دنیا کے لالچوں میں اور دنیوی عزتوں کی خواہشوں میں غرق ہو گئے تھے۔ ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں عام لوگوں اور اکثر علماء اسلام کی حالت ہو رہی ہے مفصل لکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔(۶) چھٹی خصوصیت یعنی یہ کہ حضرت مسیح قیصر روم کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے سو اس خصوصیت میں آخری مسیح کا بھی اشتراک ہے۔کیونکہ میں بھی قیصر کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوا ہوں یہ قیصر اس قیصر سے بہتر ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھا۔کیونکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب قیصر روم کو خبر ہوئی کہ اس کے گورنر پیلاطوس نے حیلہ جوئی سے مسیح کو اس سزا سے بچالیا ہے کہ وہ صلیب پر مارا جائے اور روپوش کر کے کسی طرف فراری کر دیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہ مخبری یہودیوں کے مولویوں نے ہی کی تھی کہ پیلاطوس نے ایک قیصر کے باغی کو مفرور کرا دیا ہے تو اس مخبری کے بعد فی الفور پیلاطوس قیصر کے حکم سے جیل خانہ میں ڈالا گیا اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جیل خانہ میں ہی اس کا سر کاٹا گیا اور اس طرح پر پیلاطوس مسیح کی محبت میں شہید ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ اہل حکم اور سلطنت اکثر دین سے محروم رہ جاتے ہیں۔اس نادان قیصر نے یہودیوں کے علماء کو بہت معتبر سمجھا اور ان کی عزت افزائی کی اور اُن کی باتوں پر عمل کیا اور حضرت مسیح کے قتل کئے جانے کو مصلحت ملکی قرار دیا مگر جہاں تک میرا خیال ہے اب زمانہ بہت بدل گیا ہے اس لئے ہمارا قیصر بمراتب اس قیصر سے بہتر ہے جو ایسا جاہل اور ظالم تھا۔(۷) ساتویں خصوصیت یہ کہ مذہب عیسائی آخر قیصری قوم میں گھس گیا۔سو اس خصوصیت میں بھی آخری مسیح کا اشتراک ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں میرے دعویٰ اور دلائل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے اور ان لوگوں نے خود بخود صدہا اخبار میں میرے دعویٰ اور دلائل کو شائع کیا ہے اور میری تائید اور تصدیق میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ ایک عیسائی کے قلم سے ایسے الفاظ کا نکلنا مشکل ہے یہاں تک کہ

بعض نے صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ یہ شخص سچا معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح کو خدا بنانا ایک بھاری غلطی ہے۔ اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت مسیح موعود کا دعویٰ عین وقت پر ہے اور وقت خود ایک دلیل ہے۔ غرض اُن کے اِن تمام بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ میرے دعوے کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور ان ملکوں میں سے دن بدن عیسائی مذہب خود بخود برف کی طرح پگلتا جاتا ہے۔ (۸) آٹھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ اُس کے وقت میں ایک ستارہ نکلا تھا۔ اِس خصوصیت میں بھی میں آخری مسیح بننے میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ وہی ستارہ جو مسیح کے وقت میں نکلا تھا دوبارہ میرے وقت میں نکلا ہے۔ اس بات کی انگریزی اخباروں نے بھی تصدیق کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مسیح کے ظہور کا وقت نزدیک ہے (۹) نویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا سو اس واقعہ میں بھی خدا نے مجھے شریک کیا ہے کیونکہ جب میری تکذیب کی گئی تو اس کے بعد نہ صرف سورج بلکہ چاند کو بھی ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ تھا گرہن لگا تھا اور نہ ایک دفعہ بلکہ حدیث کے مطابق دو دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ ان دونوں گرہنوں کی انجیلوں میں بھی خبر دی گئی ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ خبر ہے اور حدیثوں میں بھی جیسا کہ دار قطنی میں (۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کو دُکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی سو میرے وقت میں بھی سخت طاعون پھیل گئی (۱۱) گیارہویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ یہودیوں کے علماء نے کوشش کی کہ وہ باغی قرار پاوے اور اس پر مقدمہ بنایا گیا اور زور لگایا گیا کہ اُس کو سزائے موت دی جائے سو اس قسم کے مقدمہ میں بھی قضاء وقدر الٰہی نے مجھے شریک کر دیا کہ ایک خون کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں مجھے باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس میں فریق ثانی کی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی گواہ بن کر آئے تھے (۱۲) بارھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اُس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا تھا سو اس واقعہ میں بھی میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ

جس دن مجھ کو خون کے مقدمہ سے خداتعالیٰ نے رہائی بخشی۔ اور اس پیشگوئی کے موافق جو مَیں خدا سے وحی یقینی پاکر صدہا لوگوں میں شائع کر چکا تھا مجھ کو بَری فرمایا اس دن میرے ساتھ ایک عیسائی چور بھی عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ چور عیسائیوں کی مقدس جماعت مکتی فوج میں سے تھا جس نے کچھ روپیہ چُرا لیا تھا۔ اس چور کو صرف تین مہینہ کی سزا ملی۔ پہلے مسیح کے رفیق چور کی طرح سزائے موت اس کو نہیں ہوئی (۱۳) تیرھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ پیلاطوس گورنر کے سامنے پیش کیا گیا اور سزائے موت کی درخواست کی گئی تو پیلاطوس نے کہا کہ مَیں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا جس سے یہ سزا دوں۔ ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب ضلع مجسٹریٹ نے میرے ایک سوال کے جواب میں مجھ کو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔

میرے خیال میں ہے کہ کپتان ڈگلس اپنی استقامت اور عادلانہ شجاعت میں پیلاطوس سے بہت بڑھ کر تھا کیونکہ پیلاطوس نے آخر کار بزدلی دکھائی اور یہودیوں کے شریر مولویوں سے ڈر گیا۔ مگر ڈگلس ہرگز نہ ڈرا۔ اس کو مولوی محمد حسین نے کرسی مانگ کر کہا کہ میرے پاس صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر کی چٹھیاں ہیں مگر کپتان ڈگلس نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور میں باوجودیکہ ملزم تھا مجھے کُرسی دی اور اس کو کُرسی کی درخواست پر جھڑک دیا اور کُرسی نہ دی اگرچہ آسمان پر کُرسی پانے والے زمین کی کُرسی کے کچھ محتاج نہیں ہیں مگر یہ نیک اخلاق اس ہمارے وقت کے پیلاطوس کے ہمیشہ ہمیں اور ہماری جماعت کو یاد رہیں گے اور دنیا کے اخیر تک اس کا نام عزّت سے لیا جائے گا۔

(۱۴) چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر بااینہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا۔ جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں۔ (۱۵) پندرھویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ اُن کے عہد میں دنیا کی وضع جدید ہوگئی تھی۔ سڑکیں ایجاد ہوگئی

تھیں۔ ڈاک کا عمدہ انتظام ہو گیا تھا۔ فوجی انتظام میں بہت صلاحیت پیدا ہو گئی تھی اور مسافروں کے آرام کے لئے بہت کچھ باتیں ایجاد ہو گئی تھیں اور پہلے کی نسبت قانون معدلت نہایت صاف ہو گیا تھا۔ ایسا ہی میرے وقت میں دنیا کے آرام کے اسباب بہت ترقی کر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ریل کی سواری پیدا ہو گئی جس کی خبر قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ باقی امور کو پڑھنے والا خود سمجھ لے۔ (۱۶) سولہویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے وہ مشابہ تھے ایسا ہی مَیں بھی توام پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے مشابہ ہوں اور اس قول کے مطابق جو حضرت محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء صینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے اور وہ جوڑہ یعنی توام پیدا ہوگا۔ پہلے لڑکی نکلے گی بعد اس کے وہ پیدا ہوگا۔ ایک ہی وقت میں اسی طرح میری پیدائش ہوئی کہ جمعہ کی صبح کو بطور توام میں پیدا ہوا۔ اوّل لڑکی اور بعدہٗ میں پیدا ہوا۔ نہ معلوم کہ یہ پیشگوئی کہاں سے ابن عربی صاحب نے لی تھی جو پوری ہو گئی۔ ان کی کتابوں میں اب تک یہ پیشگوئی موجود ہے۔

یہ سولہ مشابہتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو مجھ میں اور مسیح ابن مریم میں اس قدر مشابہت ہرگز نہ ہوتی۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 25 تا 35)

وإن مرهم عیسٰی آیةٌ بیّنة علٰی موته، فما لهم لا یفکرون فی هٰذه الآیة ولا به ینتفعون؟

(علامات المقربین، تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 124)

لیکچر سیالکوٹ (1904ء)

پھر ماسوائے اس کے اگر یہ بات صحیح ہے کہ آیت **بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ**☆ کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانِ دوم کی طرف اُٹھائے گئے تو پھر پیش کرنا چاہئے کہ اصل متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ کس آیت میں بتلایا گیا ہے۔ یہودی جواب تک زندہ اور موجود ہیں وہ تو حضرت مسیح

☆ النساء: 159

کے رفع کے انہیں معنوں سے منکر ہیں کہ وہ نعوذ باللہ مومن اور صادق نہ تھے اور ان کی روح کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا اور شک ہو تو یہودیوں کے علماء سے جا کر پوچھ لو کہ وہ صلیبی موت سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ اِس موت سے روح معہ جسم آسمان پر نہیں جاتی۔ بلکہ وہ بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے وہ ملعون ہے۔اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰؑ کی صلیبی موت سے انکار کیا اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1] اور صَلَبُوْهُ کے ساتھ آیت میں قَتَلُوْهُ کا لفظ بڑھا دیا۔تا اس بات پر دلالت کرے کہ صرف صلیب پر چڑھایا جانا موجب لعنت نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ صلیب پر چڑھایا بھی جائے اور بہ نیت قتل اس کی ٹانگیں بھی توڑی جائیں اور اس کو مارا بھی جائے تب وہ موت ملعون کی موت کہلائے گی مگر خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اس موت سے بچا لیا۔ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر صلیب کے ذریعہ سے ان کی موت نہیں ہوئی۔ ہاں یہود کے دلوں میں یہ شُبہ ڈال دیا کہ گویا وہ صلیب پر مر گئے ہیں اور یہی دھوکا نصاریٰ کو بھی لگ گیا۔ ہاں انہوں نے خیال کیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں لیکن اصل بات صرف اتنی تھی کہ اس صلیب کے صدمہ سے بے ہوش ہو گئے تھے اور یہی معنی شُبِّهَ لَهُمْ کے ہیں۔اِس واقعہ پر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ایک عجیب شہادت ہے جو صدہا سال سے عبرانیوں اور رومیوں اور یونانیوں اور اہل اسلام کی قرابادینوں میں مندرج ہوتا چلا آیا ہے جس کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے واسطے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔غرض یہ خیالات نہایت قابلِ شرم ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح کو معہ جسم آسمان پر اٹھا لے گیا تھا۔ گویا یہودیوں سے ڈرتا تھا کہ کہیں پکڑ نہ لیں۔جن لوگوں کو اصل تنازعہ کی خبر نہ تھی انہوں نے ایسے خیالات پھیلائے ہیں اور ایسے خیالات میں آنحضرت صلعم کی ہجو ہے کیونکہ آپ سے کُفّارِ قریش نے بتمام تر اصرار یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ آپ ہمارے رُوبرو آسمان پر چڑھ جائیں اور کتاب لے کر آسمان سے اُتریں تو ہم سب ایمان لے آویں گے اور ان کو یہ جواب ملا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [2] یعنی مَیں ایک بشر ہوں اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے

[1] النساء:158 [2] بنی اسرائیل:94

کہ وعدہ کے برخلاف کسی بشر کو آسمان پر چڑھاوے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ تمام بشر زمین پر ہی اپنی زندگی بسر کریں گے۔ لیکن حضرت مسیح کو خدا نے آسمان پر معہ جسم چڑھا دیا اور اس وعدہ کا کچھ پاس نہ کیا۔ جیسا کہ فرمایا تھا فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُونَ. ☆

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 219 تا 220)

لیکچر لدھیانہ (1905ء)

پھر دوسری احادیث میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ یا ۱۲۵ برس کی قرار دی ہے۔ ان سب امور پر ایک جائی نظر کرنے کے بعد یہ امر تقویٰ کے خلاف تھا کہ جھٹ پٹ یہ فیصلہ کر دیا جاتا کہ مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا ہے اور پھر اس کی کوئی نظیر بھی نہیں۔ عقل بھی یہی تجویز کرتی تھی مگر افسوس ان لوگوں نے ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور خدا ترسی سے کام نہ لے کر فوراً مجھے دجّال کہہ دیا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ کیا یہ تھوڑی سی بات تھی؟ افسوس!

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 267)

چشمہ مسیحی (1906ء)

اور ان دنوں میں مَیں نے ایک ہندو کا رسالہ دیکھا ہے جس نے یہ کوشش کی ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے اور بدھ کی اخلاقی تعلیم کو پیش کر کے اس کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ بدھ لوگوں میں وہی قصہ شیطان کا مشہور ہے جو اس کو آزمانے کے لئے کئی جگہ لئے پھرا۔ پس ہر ایک کو یہ خیال دل میں لانے کا حق ہے کہ تھوڑے سے تغیر سے وہی قصہ انجیل میں بھی بطور سرقہ داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسٰی علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسٰیؑ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے معترضین کو اور

☆ الاعراف:26

بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا خیال کریں کہ اناجیل موجودہ درحقیقت بدھ مذہب کا ایک خاکہ ہے۔ یہ شہادتیں اس قدر گزر چکی ہیں کہ اب مخفی نہیں ہوسکتیں۔ ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آسف کی قدیم کتاب (جس کی نسبت اکثر محقق انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے) جس کے ترجمے تمام ممالک یورپ میں ہو چکے ہیں انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی عبارتیں باہم ملتی ہیں اور جو انجیلوں میں بعض مثالیں موجود ہیں وہی مثالیں انہیں الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ اگر ایک شخص ایسا جاہل ہو کہ گویا اندھا ہو وہ بھی اس کتاب کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ انجیل اُسی میں سے چورائی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اوّل سنسکرت میں تھی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں۔ مگر اس بات کے ماننے سے انجیل کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ اپنی تمام تعلیم میں چور ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب موجود ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔ مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰؑ کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت عیسیٰؑ کی انجیل ہے اور دوسری انجیلوں سے زیادہ پاک وصاف ہے۔ مگر وہ بعض محقق انگریز جو اس کتاب کو بدھ کی کتاب ٹھہراتے ہیں وہ اپنے پاؤں پر آپ تبر مارتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سارق قرار دیتے ہیں۔

(چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 339 تا 340)

اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنہوں نے طبعی اور فلسفہ پڑھ کر ڈبو دیا ایک طرف تو آسمانوں کے منکر ہیں اور ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر بٹھاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو ان کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً سچے مسیح موعود کیلئے جس کا حضرت عیسیٰؑ کو دعویٰ ہے ملاکی نبی کی کتاب کے رُو سے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے الیاسؑ نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ مگر الیاسؑ تو اب تک نہ

آیا۔ درحقیقت یہودیوں کی طرف سے یہ بڑی حجت ہے جس کا جواب حضرت عیسیٰؑ صفائی سے نہیں دے سکے۔ یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰؑ پر احسان ہے جو اُن کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰؑ نے آپ ردّ کر دیا ہے جبکہ کہا کہ میری یونسؑ نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو اُن کو یونسؑ سے کیا مشابہت اور یونسؑ کو ان سے کیا نسبت؟ اس تمثیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر مرے نہیں صرف یونسؑ کی طرح بے ہوش ہو گئے تھے اور نسخہ مرہم عیسیٰ جو قریباً تمام طبّی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰؑ کیلئے طیار کیا گیا تھا یعنی اُن کی چوٹوں کے لئے جو صلیب پر آئی تھیں۔ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است۔

(چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 358)

براہینِ احمدیہ حصہ پنجم (1905ء)

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے بلکہ وہ صلیب سے بچ کر پوشیدہ طور پر ایران اور افغانستان کا سیر کرتے ہوئے کشمیر میں پہنچے اور ایک لمبی عمر وہاں بسر کی۔ آخر فوت ہو کر سری نگر محلّہ خانیار میں مدفون ہوئے اور اب تک آپ کی وہیں قبر ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ اور صلیب پر آپ فوت نہیں ہوئے۔ کچھ زخم بدن پر آئے تھے جن کا مرہم عیسیٰ کے ساتھ علاج کیا گیا تھا۔ اور اس مرہم کا نام اسی وجہ سے مرہم عیسیٰ رکھا گیا۔ منہ

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 262 حاشیہ)

مولوی سیّد محمد عبدالواحد صاحب کے بعض شبہات کا اِزالہ

(یہ مولوی صاحب مقام برہمن بڑیہ ضلع ٹپارہ ملک بنگالہ میں مدرس سکول و قاضی ہیں۔ منہ)

قولہ۔ آیت کریمہ میں یہ شبہ باقی ہے کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ☆ کے اگر یہ معنے ہیں کہ

☆ النساء:158

صلیب کے ذریعہ سے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک نہیں کیا تھا تو اس تقدیر میں مَا قَتَلُوْہُ کا لفظ جو اُس پر مقدّم ہے محض بیکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ مَا قَتَلُوْہُ کے لفظ کو اس لئے بڑھایا گیا ہے تا کہ دلالت کرے اس بات پر کہ بہ نیّت قتل ٹانگیں ان کی نہیں توڑی گئیں تھیں تو بر تقدیر تسلیم اس بات کے بھی لفظ مَا قَتَلُوْہُ کا بعد لفظ مَاصَلَبُوْہُ کے واقع ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ٹانگیں بعد صلیب سے اتارے جانے کے توڑی جاتی ہیں۔ پس وجہ تقدیم مَا قَتَلُوْہ کی اوپر مَاصَلَبُوْہُ کے کیا ہے؟ ارشاد فرماویں۔

اقول۔ یاد رہے کہ قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں جن میں مذکورہ بالا ذکر ہے وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا. بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيمًا[1] الجزو نمبر ۶ سورۃ النساء ترجمہ۔ اور ان کا (یعنی یہود کا) یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب دیا بلکہ یہ امر اُن پر مشتبہ ہو گیا۔ اور جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں (یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو ہلاک کر دیا) یہ دونوں گروہ محض شک میں پڑے ہوئے ہیں حقیقت حال کی اُن کو کچھ بھی خبر نہیں اور صحیح علم اُن کو حاصل نہیں محض اٹکلوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یعنی نہ عیسیٰ آسمان پر گیا جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اور نہ یہودیوں کے ہاتھوں سے ہلاک کیا گیا جیسا کہ یہودیوں کا گمان ہے بلکہ صحیح بات ایک تیسری بات ہے کہ وہ مخلصی پا کر ایک دوسرے ملک میں چلا گیا اور خود یہودی یقین نہیں رکھتے کہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا بلکہ خدا نے اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا اور خدا غالب اور حکمتوں والا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان آیات کے سر پر یہ قول یہودیوں کی طرف سے منقول ہے کہ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ.[2] یعنی ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا۔ سو جس قول کو خدا تعالیٰ نے یہودیوں کی طرف سے بیان فرمایا ہے ضرور تھا کہ پہلے اسی کو ردّ کیا

۱۔ النساء:158, 159 ۲۔ النساء:158

جاتا اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قتلوا کے لفظ کو صلبُوا کے لفظ پر مقدّم بیان کیا۔ کیونکہ جو دعویٰ اس مقام میں یہودیوں کی طرف سے بیان کیا گیا ہے وہ تو یہی ہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ.☆

پھر بعد اس کے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں کہ کس طرح ان کو ہلاک کیا یہودیوں کے مذہب قدیم سے دو ہیں۔ ایک فرقہ تو کہتا ہے کہ تلوار کے ساتھ پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا اور پھر ان کی لاش کو لوگوں کی عبرت کے لئے صلیب پر یا درخت پر لٹکایا گیا۔ اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ اُن کو صلیب دیا گیا تھا اور پھر بعد صلیب ان کو قتل کیا گیا۔ اور یہ دونوں فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ پس چونکہ ہلاک کرنے کے وسائل میں یہودیوں کو اختلاف تھا۔ بعض ان کی ہلاکت کا ذریعہ اوّل قتل قرار دے کر پھر صلیب کے قائل تھے اور بعض صلیب کو قتل پر مقدم سمجھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ دونوں فرقوں کا رد کر دے۔ مگر چونکہ جس فرقہ کی تحریک سے یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہ وہی ہیں جو قبل از صلیب قتل کا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے قتل کے گمان کا ازالہ پہلے کر دیا گیا اور صلیب کے خیال کا ازالہ بعد میں۔

افسوس کہ یہ شبہات دلوں میں اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ عموماً اکثر مسلمانوں کو نہ یہودیوں کے فرقوں اور ان کے عقیدہ سے پوری واقفیت ہے اور نہ عیسائیوں کے عقیدوں کی پوری اطلاع ہے۔ لہٰذا میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس جگہ مَیں یہودیوں کی ایک پُرانی کتاب میں سے جو قریباً انیس سو برس کی تالیف ہے اور اس جگہ ہمارے پاس موجود ہے ان کے اس عقیدہ کی نسبت جو حضرت مسیح کے قتل کرنے کے بارے میں ایک فرقہ ان کا رکھتا ہے بیان کر دوں۔ اور یاد رہے کہ اس کتاب کا نام تولیدُوت یشوع ہے جو ایک قدیم زمانہ کی ایک عبرانی کتاب مصنفہ بعض علماء یہود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے۔ ’’پھر وہ (یعنی یہودی لوگ) یسوع کو باہر سزا کے میدان میں لے گئے اور اس کو سنگسار کر کے مار ڈالا اور جب وہ مر گیا تب اس کو کاٹھ پر لٹکا دیا تا کہ اس کی لاش کو جانور کھائیں اور اس طرح مردہ کی ذلّت ہو۔ اس قول کی تائید انجیل کے اس قول سے بھی ہوتی

☆ النساء:158

ہے جہاں لکھا ہے کہ ’’یسوع جسے تم نے قتل کر کے کاٹھ پر لٹکایا‘‘۔ دیکھو اعمال باب ۵ آیت ۳۰۔

انجیل کے اس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے قتل کیا پھر کاٹھ پر لٹکایا۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ پادریوں کی عادت ہے انجیلوں کے بعض اردو ترجمہ میں اس فقرہ کو بدلا کر لکھ دیا گیا ہے مگر انگریزی انجیلوں میں اب تک وہی فقرہ ہے جو ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔ بہر حال یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہودیوں کے حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں دو مذہب ہیں۔

جن میں سے ایک یہ ہے کہ اوّل قتل کیا اور پھر صلیب دیا۔ پس اِس مذہب کا بھی رد کرنا ضروری تھا اور ایسے خیال کے لوگوں کا پہلی آیت میں ذکر بھی ہے۔ یعنی اس آیت میں کہ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ☆ پس جب کہ دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا۔ تو ضرور تھا کہ پہلے اسی دعویٰ کو رد کیا جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے رد کو مکمل کرنے کے لئے دوسرے فرقہ کا بھی اس جگہ رد کر دیا جو کہتے تھے کہ ہم نے پہلے صلیب دیا ہے۔ پس اس کے رد کے لئے مَا صَلَبُوهُ فرما دیا اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ☆ ترجمہ:۔ یعنی عیسیٰ نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا بلکہ ان لوگوں پر حقیقت حال مشتبہ کی گئی۔ اور یہود و نصاریٰ جو مسیح کے قتل یا رفع روحانی میں اختلاف رکھتے ہیں محض شک میں مبتلا ہیں۔ اُن میں سے کسی کو بھی علمِ صحیح حاصل نہیں محض ظنّوں اور شکوک میں گرفتار ہیں اور وہ خود یقین نہیں رکھتے کہ سچ مچ عیسیٰ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے یعنی یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بلکہ درحقیقت وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ جو وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح دوبارہ آئے گا اس آمد ثانی سے مراد ایک ایسے آدمی کا آنا ہے کہ جو عیسیٰ مسیح کی خُو اور خُلق پر ہوگا نہ یہ کہ عیسیٰ خود آجائے گا۔ چنانچہ کتاب ’’نیو لائف آف جیزس‘‘ جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنّفہ ڈی ایف سٹراس میں اس کے

☆ النساء:158

متعلق ایک عبارت ہے جس کو مَیں اپنی کتاب ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ کے صفحہ ۱۲۷ میں درج کر چکا ہوں اور اس جگہ اس کے ترجمہ پر کفایت کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

’’اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی۔ اور جب شفا دینے والی مَرہمیں اور نہایت خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اُس کی بیہوشی دُور ہوئی۔ اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ مَیں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُن کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر اُن کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔‘‘

اور کتاب ’’ماڈرن دوٹ اینڈ کرسچن بیلیف‘‘ کے صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۷ و ۳۴۷ میں انگریزی میں ایک عبارت ہے جس کو ہم اپنی کتاب ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔ ترجمہ اس کا ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:۔

’’شلیر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہراً موت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مُدّت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا‘‘۔

اور یسعیا نبی کی کتاب باب ۵۳ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی دعا بھی جو انجیل میں موجود ہے یہی ظاہر کر رہی ہے جیسا کہ اُس میں لکھا ہے۔ دَعَا بِدُمُوْعٍ جَارِيَةٍ وَعَبَرَاتٍ مُتَحَدِّرَةٍ فَسُمِعَ لِتَقْوَاهُ۔ یعنی عیسیٰ نے بہت

گریہ وزاری سے دُعا کی اور اُس کے آنسو اُس کے رخساروں پر پڑتے تھے پس بوجہ اُس کے تقویٰ کے وہ دُعا منظور ہوگئی۔اور کریئرڈ لاسیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے ''۱۳۔ جولائی ۱۸۷۹ءکو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمی کورمرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا۔اُس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی۔ اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے اُن کے حوالے دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے اُنیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکّوں میں تھے۔اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔ روپیہ کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پُرانی عبرانی زبان میں تھے۔ جب ان کو پڑھا گیا تو اُن میں یہ عبارت تھی۔ ''پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے۔'' اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

''مَیں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوّے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مقام میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

ان فاضلوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔لنڈن بائیبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح امتحان کرانے کے بعد بائیبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسوع ابن مریم کی دعا۔ان دونوں پر سلام ہو۔اُس نے کہا۔اے میرے خدا مَیں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جس کو مَیں بُرا سمجھتا ہوں۔ نہ مَیں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور مَیں نہیں۔لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بُری حالت میں کوئی

شخص نہیں ہے۔اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔اے خدا ایسا نہ کر کہ مَیں اپنے دشمنوں کے لئے الزام کا سبب ہوں۔نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے۔ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر۔تُو ان سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجت مند ہیں۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 336 تا 345)

یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اس قول سے یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ عیسیٰ کا مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے۔پس خدا نے اس کا جواب دیا کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوا بلکہ ایمانداروں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اس کا رفع ہوا۔منہ

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 337 حاشیہ)

یہودی فاضل جو اب تک موجود ہیں اور بمبئی اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے ہیں عیسائیوں کے اِس قول پر کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے نادان ہیں جنہوں نے اصل بات کو سمجھا نہیں۔کیونکہ قدیم یہودیوں کا تو یہ دعویٰ تھا کہ جو شخص صلیب دیا جائے وہ بے دین ہوتا ہے اور اس کی رُوح آسمان پر اٹھائی نہیں جاتی۔اس دعویٰ کے رد کرنے کے لئے عیسائیوں نے یہ بات بنائی کہ گویا حضرت عیسیٰ مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تا وہ داغ جو مصلوب ہونے سے حضرت عیسیٰ پر لگتا تھا وہ دُور کر دیں مگر اس منصوبہ میں انہوں نے نہایت نادانی ظاہر کی کیونکہ یہودیوں کا یہ تو عقیدہ نہیں کہ جو شخص مع جسم آسمان پر نہ جاوے وہ بے دین اور کافر ہوتا ہے اور اس کی نجات نہیں ہوتی۔کیونکہ بموجب عقیدہ یہودیوں کے حضرت موسیٰ بھی مع جسم آسمان پر نہیں گئے۔یہودیوں کی حجت تو یہ تھی کہ بموجب حکم توریت کے جو شخص کاٹھ پر لٹکایا جائے اس کی رُوح آسمان پر اُٹھائی نہیں جاتی کیونکہ صلیب جرائم پیشہ لوگوں کے

ہلاک کرنے کا آلہ ہے۔ پس خدا اس سے پاک تر ہے کہ ایک مطہر اور راستباز مومن کو صلیب کے ذریعہ ہلاک کرے سو توریت میں یہی حکم لکھ دیا گیا کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے وہ مومن نہیں اور اس کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوتا اور جب کہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے ہلاک ہو گیا تو اس سے نعوذ باللہ بقول یہود ثابت ہو گیا کہ وہ ایمان دار نہ تھا۔ اور اس کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں گئی۔ پس اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ مسیح مع جسم آسمان پر چلا گیا یہ حماقت ہے اور ایسے بیہودہ جواب سے یہودیوں کا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ ان کا اعتراض رفع روحانی کے متعلق ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہو نہ رفع جسمانی کے متعلق جو آسمان کی طرف ہو۔ اور قرآن شریف جو اختلاف نصاریٰ اور یہود کا فیصلہ کرنے والا ہے اس نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[1] یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی طرف رُوح اٹھائی جاتی ہے نہ جسم۔ خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ بل رفعه اللّٰه الی السماء بلکہ فرمایا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[1] اور اِس مقام میں خدا تعالیٰ کا صرف یہ کام تھا جو یہودیوں کا اعتراض دُور کرتا جو رفع رُوحانی کے انکار میں ہے اور نیز عیسائیوں کی غلطی کو دُور فرماتا۔ پس خدا تعالیٰ نے ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جس سے دونوں فریق کی غلطی کو ثابت کر دیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ صرف یہی ثابت نہیں کرتا کہ مسیح کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا اور وہ مومن ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آسمان کی طرف اس کا رفع نہیں ہُوا کیونکہ خدا تعالیٰ جو تجسّم اور جہات اور احتیاج مکان سے پاک ہے اس کی طرف رفع ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ جسمانی رفع نہیں بلکہ جس طرح اور تمام مومنوں کی رُوحیں اُس کی طرف جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح بھی اُس کی طرف گئی۔ ہر ایک ذی علم جانتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب مومن فوت ہوتا ہے اس کی رُوح خدا کی طرف جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِىْٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ. وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ[2] یعنی اے رُوح اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلی آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی۔ اور

[1] النساء: 159 [2] الفجر: 28, 29

میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔ اور یہی یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ مومن کی رُوح کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور بے دین اور کافر کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر اور بے دین سمجھتے تھے کہ اس شخص نے خدا پر افتراء کیا ہے اور یہ سچا نبی نہیں ہے۔ اور اگر سچا ہوتا تو اُس کے آنے سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ اسی لئے وہ لوگ یہی عقیدہ رکھتے تھے اور اب تک رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی رُوح مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں گئی بلکہ نعوذ باللہ شیطان کی طرف گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہود کو جھوٹا ٹھہرایا اور ساتھ ہی عیسائیوں کو بھی دروغ گو قرار دیا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بڑے بڑے افتراء کئے ہیں۔ ایک جگہ طالمود میں جو یہودیوں کی حدیثوں کی کتاب ہے لکھا ہے کہ یسوع کی لاش کو جب دفن کیا گیا تو ایک باغبان نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا لاش کو قبر سے نکال کر ایک جگہ پانی کے روکنے کے واسطے بطور بندھ کے رکھ دیا۔ یسوع کے شاگردوں نے جب قبر کو خالی پایا تو شور مچا دیا کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا تب وہ لاش ملکہ ہَیلنیا کے روبرو سب کو دکھائی گئی اور یسوع کے شاگرد سخت شرمندہ ہوئے (لعنة اللّٰہ علی الکاذبین) دیکھو جیوئش انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۷۲ جلد نمبر ۷۔ یہ انسائیکلو پیڈیا یہودیوں کی ہے۔ منہ

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 338 تا 342 حاشیہ)

قولہ۔ آپ کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ پس اوّل تو اُس زمانہ میں کشمیر تک پہنچنا کچھ آسان امر نہ تھا۔ خصوصاً خفیہ طور پر اور پھر یہ اعتراض ہے کہ حواری اُن کے پاس کیوں جمع نہ ہوئے اور حضرت عیسیٰ زندہ درگور کی طرح مخفی رہے۔

اقول۔ جس خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کشمیر کی طرف جانے کی ہدایت کی تھی وہی ان کا رہنما ہو گیا تھا۔ پس نبی کے لئے یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ کس طرح وہ کشمیر پہنچ گیا اور اگر ایسا ہی تعجب کرنا ہے تو ایک بے دین اس بات سے بھی تعجب کر سکتا ہے کہ کیونکر

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت باوجود اس کے کہ کفّار عین غار ثور کے سر پر پہنچ گئے تھے پھر اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے۔ پس ایسے اعتراضات کا یہی جواب ہے کہ خدا کا خاص فضل جو خارق عادت طور پر نبیوں کے شامل حال ہوتا ہے ان کو بچاتا اور اُن کی رہنمائی کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں گئے تھے تو حواری اُن کے پاس کیوں نہ پہنچے تو اِس کا یہ جواب ہے کہ عدمِ علم سے عدم شَے لازم نہیں آتا۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ نہیں پہنچے۔ ہاں چونکہ وہ سفر پوشیدہ طور پر تھا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہجرت کے وقت پوشیدہ طور پر تھا۔ اس لئے وہ سفر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ مناسب نہیں سمجھا گیا تھا جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اُس وقت بھی دوسو کوس کا فاصلہ کر کے مدینہ میں جانا سہل امر نہ تھا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ساٹھ ستّر آدمی اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے مگر آپ نے صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق بنایا۔ پس انبیاء کے اسرار میں دخل دینا ایک بیجا دخل ہے۔ اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ بعد میں بھی حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملنے کے لئے ملک ہند میں نہیں آئے بلکہ عیسائی اس بات کے خود قائل ہیں کہ بعض حواری اُن دنوں میں ملک ہند میں ضرور آئے تھے اور دھوما حواری کا مدراس میں آنا اور اب تک مدراس میں ہر سال اُس کی یادگار میں عیسائیوں کا ایک اجتماع میلہ کی طرح ہونا یہ ایسا امر ہے کہ کسی واقف کار پر پوشیدہ نہیں۔ بلکہ ہم لوگ جس قبر کو سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی حواری کی قبر ہے۔ حالانکہ صاحب قبر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مَیں نبی ہوں اور شاہزادہ ہوں اور میرے پر انجیل نازل ہوئی تھی اور کشمیر کی پُرانی تاریخی کتابیں جو ہمارے ہاتھ آئیں اُن میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی بنی اسرائیل میں سے تھا جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اور اپنے ملک سے کشمیر میں ہجرت کر کے آیا تھا۔ اور ان کتابوں میں جو تاریخ آمد لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اب ہمارے زمانہ میں اُنیس سو برس گزر گئے جب یہ نبی کشمیر میں آیا تھا۔ اور ہم عیسائیوں کو اس

طرح ملزم کرتے ہیں کہ جب کہ تمہیں اقرار ہے کہ صاحب اِس قبر کا جو سری نگر محلّہ خانیار میں مدفون ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا مگر اُس کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ نبی تھا اور شاہزادہ تھا اور اُس پر انجیل نازل ہوئی تھی تو اِس صورت میں وہ حواری کیونکر ہو گیا۔ کیا کوئی حواری کہہ سکتا ہے کہ مَیں شاہزادہ ہوں اور نبی ہوں اور میرے پر انجیل نازل ہوئی ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ قبر جو کشمیر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور جو لوگ اُن کو آسمان میں بٹھاتے ہیں اُن کو واضح رہے کہ وہ کشمیر میں یعنی سری نگر محلّہ خانیار میں سوئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو مدّت تک چھپایا تھا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی چھپا رکھا اور اخیر میں ہم پر حقیقت کھول دی۔ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایسے ہزار ہا نمونے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے کہ کسی کو مع جسم آسمان پر بٹھاوے۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 349 تا 351)

انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنّت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مصر سے کنعان کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ بھی اِس سنّت کو ادا کرتے۔ سو انہوں نے واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ انجیل میں بھی اِس ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ اس جگہ نبی سے مراد انہوں نے اپنے وجود کو لیا ہے۔ پس اس جگہ عیسائیوں کے لئے شرم کی جگہ ہے کہ وہ ان کو نبی نہیں بلکہ خدا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی وہ ہوتا ہے جو خدا سے الہام پاتا ہے۔ پس خدا اور نبی کا الگ الگ ہونا ضروری ہے۔ منہ

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 350 حاشیہ)

بعض نادان اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کی یہ آیت کہ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ☆ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ

☆ المائدہ:118

أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيهِمُ ☆ صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ عذر پیش کریں گے کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑے ہیں نہ میری زندگی میں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے اور کشمیر میں ۸۷ برس عمر بسر کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑ گئے صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میرے کشمیر کے سفر کے بعد لوگ بگڑے ہیں کیونکہ وفات تو صلیب کے واقعہ سے ستاسی ۸۷ برس بعد ہوئی۔

پس یاد رہے کہ ایسا وسوسہ صرف قلت تدبّر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ کشمیر کا سفر اس فقرہ کی ضد نہیں کیونکہ مَّا دُمتُ فِيهِمُ کے یہ معنے ہیں کہ جب تک میں اپنی امت میں تھا جو میرے پر ایمان لائے تھے یہ معنے نہیں کہ جب تک میں اُن کی زمین میں تھا کیونکہ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زمین شام میں سے ہجرت کر کے کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ اور آپ کے حواری پیچھے رہ گئے تھے بلکہ تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کو آملے تھے جیسا کہ دھوما حواری حضرت عیسیٰ کے ساتھ آیا تھا باقی حواری بعد میں آگئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص اختیار کیا تھا یعنی دھوما کو جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابوبکر کو اختیار کیا تھا۔ کیونکہ سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا کیونکہ وہ در پردہ حضرت عیسیٰ کا حامی تھا اور اس کی عورت بھی حضرت عیسیٰ کی مرید تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ اس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلتے کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے اس لئے انہوں نے اس سفر میں صرف دھوما حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابوبکر کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ اور جب تک حضرت عیسیٰ ان میں رہے جیسا کہ

☆ المائدہ: 118

آیت مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ کا منشاء ہے وہ سب لوگ توحید پر قائم رہے بعد وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان لوگوں کی اولاد بگڑ گئی۔ یہ معلوم نہیں کہ کس پشت میں یہ خرابی پیدا ہوئی۔ مؤرخ لکھتے ہیں کہ تیسری صدی تک دین عیسائی اپنی اصلیت پر تھا بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد وہ تمام لوگ پھر اپنے وطن کی طرف چلے آئے کیونکہ ایسا اتفاق ہو گیا کہ قیصر روم عیسائی ہو گیا پھر بے وطنی میں رہنا لاحاصل تھا۔

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کی طرف سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو، بلکہ بڑے بڑے دلائل سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خود لفظ کشمیر بھی اس پر دلیل ہے کیونکہ لفظ کشمیر وہ لفظ ہے جس کو کشمیری زبان میں کشیر کہتے ہیں۔ ہر ایک کشمیری اس کو کشیر بولتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ لفظ عبرانی ہے کہ جو کاف اور اشیر کے لفظ سے مرکب ہے اور اشیر عبرانی زبان میں شام کے ملک کو کہتے ہیں اور کاف مماثلت کے لئے آتا ہے۔ پس صورت اس لفظ کی کَاَشِیْر تھی یعنی کاف الگ اور اَشِیر الگ۔ جس کے معنے تھے مانند ملک شام یعنی شام کے ملک کی طرح اور چونکہ یہ ملک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت گاہ تھا اور وہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تسلی دینے کے لئے اِس ملک کا نام کَاَشِیْر رکھ دیا۔ جس کے معنے ہیں اَشِیر کے ملک کی طرح۔ پھر کثرت استعمال سے الف ساقط ہو گیا۔ اور کشیر رہ گیا۔ پھر بعد اس کے غیر قوموں نے جو کشیر کے باشندے نہ تھے اور نہ اِس ملک کی زبان رکھتے تھے ایک میم اِس میں زیادہ کر کے کشمیر بنا دیا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ کشمیری زبان میں اب تک کشیر ہی بولا جاتا اور لکھا جاتا ہے۔

ماسوا اس کے کشمیر کے ملک میں اور بہت سی چیزوں کے اب تک عبرانی نام پائے جاتے ہیں بلکہ بعض پہاڑوں پر نبیوں کے نام استعمال پا گئے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ عبرانی قوم کسی زمانہ میں ضرور اس جگہ آباد رہ چکی ہے جیسا کہ سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے اور ہم اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے ایک لمبی فہرست اپنی بعض کتابوں میں شائع کر چکے ہیں جو عبرانی الفاظ اور اسرائیلی نبیوں کے نام پر مشتمل ہے

جو کشمیر میں اب تک پائے جاتے ہیں۔اور کشمیر کی تاریخی کتابیں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں ان سے بھی مفصلاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں جو اس وقت شمار کی رو سے دو ہزار برس کے قریب گذر گیا ہے ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔اس کی قبر محلّہ خان یار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے۔اب ظاہر ہے کہ یہ کتابیں تو میری پیدائش سے بہت پہلے کشمیر میں شائع ہو چکی ہیں۔پس کیونکر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ کشمیریوں نے افترا کے طور پر یہ کتابیں لکھی تھیں۔ان لوگوں کو اس افترا کی کیا ضرورت تھی اور کس غرض کے لئے انہوں نے ایسا افترا کیا؟ اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ اب تک اپنی کمال سادہ لوحی سے دوسرے مسلمانوں کی طرح یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر مع جسم عنصری چلے گئے تھے اور پھر باوجود اس اعتقاد کے پورے یقین سے اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا کہ جو اپنے تئیں شہزادہ نبی کر کے مشہور کرتا تھا۔اور ان کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ شمار کی رو سے اس زمانہ کو اب انیس سو برس سے کچھ زیادہ برس گذر گئے ہیں۔اس جگہ کشمیریوں کی سادہ لوحی سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ اس بات کا علم رکھتے کہ شاہزادہ نبی بنی اسرائیل میں کون تھا اور وہ نبی کون ہے جس کو اب انیس سو برس گذر گئے تو وہ کبھی ہمیں یہ کتابیں نہ دکھلاتے۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کی سادہ لوحی سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ ماسوا اس کے وہ لوگ شہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے، کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔آسف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنیوالا ہو چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے کشمیر میں پہنچے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا اور یوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ یوز آسف پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انجیل اتری تھی۔پس باوجود اس قدر دلائل واضحہ کے کیونکر اس بات سے انکار کیا جائے کہ یوز آسف دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے ورنہ یہ بار ثبوت ہمارے مخالفوں کی گردن پر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو اپنے تئیں شاہزادہ نبی ظاہر کرتا تھا جس کا

زمانہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بالکل مطابق ہے اور یہ پتہ بھی ملا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کشمیر میں آئے تو اس زمانہ کے بدھ مذہب والوں نے اپنی پُستکوں میں ان کا کچھ ذکر کیا ہے۔

ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آوَیۡنَاھُمَا اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡن [1] یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دور تھی اور پانی اُس کا بہت خوشگوار تھا۔

یاد رہے کہ اٰوٰی کا لفظ عربی زبان میں اس جگہ بولا جاتا ہے جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے پس وہ دارالامان ملک شام نہیں ہوسکتا کیونکہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا۔ اور حضرت عیسیٰ قیصر کے باغی قرار پاچکے تھے۔ پس وہ کشمیر ہی تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قرار کی جگہ تھی۔ یعنی امن کی جگہ تھی یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 401 تا 405)

حقیقۃ الوحی (1907ء)

افسوس کس قدر قرآن شریف کی تحریف کی جاتی ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مَا قَتَلُوۡہُ وَمَا صَلَبُوۡہ۔[2] موجود ہے اِس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ مگر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی شخص کا نہ مقتول ہونا نہ مصلوب ہونا اِس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھایا گیا ہو۔ اگلی آیت میں صریح یہ لفظ موجود ہیں کہ لٰکِنۡ شُبِّہَ لَھُمۡ۔[2] یعنی یہودی قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے مگر اُن کو شُبہ میں ڈالا گیا کہ ہم نے قتل کر دیا ہے۔ پس شُبہ میں ڈالنے کے لئے اِس بات کی کیا ضرورت تھی کہ کسی اور مومن کو مصلوب کر کے لعنتی بنایا جائے۔ یا خود یہودیوں میں سے کسی کو حضرت عیسیٰ کی شکل بنا کر صلیب پر چڑھایا جاوے۔ کیونکہ اس صورت میں ایسا شخص اپنے تئیں حضرت عیسیٰ کا دشمن ظاہر کر کے اپنے اہل و عیال کے پتے اور نشان

ا۔المؤمنون:51 ۲۔النساء:158

دے کرایک دم میں مخلصی حاصل کرسکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ عیسیٰ نے جادُو سے مجھے اپنی شکل پر بنا دیا ہے یہ کس قدر مجنونانہ توہمّات ہیں۔ کیوں لٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ☆ کے معنی یہ نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ مگر غشی کی حالت اُن پر طاری ہوگئی تھی بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آگئے اور مرہم عیسیٰ کے استعمال سے (جو آجتک صدہا طبّی کتابوں میں موجود ہے جو حضرت عیسیٰ کیلئے بنائی گئی تھی) اُن کے زخم بھی اچھے ہوگئے۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 38 تا 39)

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے ائمہ تعبیر جہاں حضرت عیسیٰ کی رویت کی تعبیر کرتے ہیں وہاں یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھے وہ کسی بلا سے نجات پا کر کسی اور ملک کی طرف چلا جائیگا اور ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کریگا۔ یہ نہیں لکھتے کہ وُہ آسمان پر چڑھ جائیگا۔ دیکھو کتاب **تعطیر الانام** اور دوسرے ائمہ کی کتابیں۔ پس عقلمند پر حقیقت ظاہر ہونے کے لئے یہ بھی ایک پہلو ہے۔ منہ

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 38 حاشیہ)

چشمہ معرفت (1908ء)

میں نے یہ بھی ایک روایت میں دیکھا ہے کہ کفار قریش نے شاہ حبشہ کو افروختہ کرنے کے لئے یہ بھی اس کے آگے کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو گالیاں دیتے اور توہین کرتے ہیں اور ان کا وہ درجہ نہیں مانتے جو آپ کے نزدیک مسلّم ہے مگر نجاشی نے جس کو حق کی خوشبو آ رہی تھی ان لوگوں کی شکایت کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ مجھے تعجب ہے کہ وہی شکایتیں جو کفار قریش نے حضرت مسیح کا نام لے کر مسلمانوں کو گرفتار کرانے کے لئے نجاشی کے سامنے کی تھیں بعینہٖ وہ تہمتیں اس وقت کے مخالف مسلمان ہم پر کر رہے ہیں اگر ہم نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے ہیں تو اس میں ہمارا کیا گناہ ہے؟ ہمارے وجود سے صدہا برس پہلے خدا تعالےٰ ان کی موت قرآن شریف میں ظاہر کر چکا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں ان کو فوت شدہ نبیوں میں دیکھ چکے ہیں۔ عجیب تر تو یہ کہ

☆ النساء:158

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب ان کی موت کے قائل بھی ہو چکے ہیں اور کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۷۳۹ میں ایک بزرگ کی روایت سے حضرت عیسیٰ کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی ایک قبر پر پتھر پایا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ عیسیٰ کی قبر ہے۔ یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے مگر افسوس! کہ پھر بھی متعصب لوگ حق کو قبول نہیں کرتے۔

(چشمہ معرفت۔روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 261 حاشیہ)

ریویو آف ریلیجنز

عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو از حضرت مسیحِ موعودؑ

(ستمبر 1903ء)

مسیح صلیب پر نہیں مرا

اول انجیل کے دو مقام پر غور کرنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح سولی پر ہرگز نہیں مرا چنانچہ ایک جگہ مسیح خود اپنے قصہ کو یونس بن متی کے قصہ سے مشابہت دیتا ہے بلکہ اس قصہ کو بطور نشان کے قرار دیتا ہے اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر نہیں مرا تھا اور نہ مردہ ہونے کی حالت میں شکم ماہی میں داخل ہوا تھا تو پھر اگر فرض کیا جائے کہ مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوا تھا تو یونس کے قصہ سے اس کے قصہ کو کسی طرح مشابہت نہیں رہتی۔ پس یہ مثال جو اپنے لئے مسیح نے پیش کی ہے ایک دانشمند کے لئے بشرطیکہ اس کی عقل کسی تعصب یا عادت کے نیچے دبی ہوئی نہ ہو۔ مسیح کی طرف سے ایک صاف گواہی ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا تھا اور قبر میں زندہ داخل ہوا تھا جیسا کہ یونس بھی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوا تھا اور یونس نبی پر جو ابتلا آیا تھا اصل جڑھ اس کی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ چالیس دن کے اندر ان پر عذاب نازل

ہوگا اور وہ عذاب ان پر نازل نہ ہوا اس لئے یونس کے دل پر اس سے بہت صدمہ پہنچا کہ اس کی پیشگوئی غلط نکلی اور وہ قوم سے ڈر کر کسی دوسرے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم پر جو ابتلا آیا اس کی جڑھ بھی اسکی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ وہ اس قوم پر حکمراں اور بادشاہ ہو جائے گا اور داؤد کا تخت اسے ملے گا مگر وہ پیشگوئی ان معنوں کے رو سے جو مسیح نے سمجھی پوری نہ ہوئی اور غلط نکلی اس لئے مسیح کو اس کی وجہ سے بہت صدمہ پہنچا اور وہ جیسا کہ اس نے انجیل میں اشارہ کیا ہے ارادہ رکھتا تھا کہ یونس کی طرح کسی اور ملک کی طرف بھاگ جائے کیونکہ اس نے کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں پس اس کے دل میں تھا کہ کسی اور جگہ ہجرت کر کے عزت پاوے اور ہجرت انبیاء علیہم السلام کی سنت میں سے بھی ہے لیکن چونکہ کسی قدر قوم کے ہاتھ سے دکھ اٹھانا اس کی قسمت میں تھا اس لئے اس ارادہ کے پورا کرنے کے پہلے ہی پکڑا گیا اور سولی پر کھینچا گیا مگر جیسا کہ یونس کے قصہ کے خیال سے سمجھا جاتا ہے خدا نے اس کو اس موت سے بچا لیا اور اس کی دعا کو جو باغ میں کی تھی اس کے تقویٰ کی وجہ سے قبول کیا۔ تب اس نے اپنے اس ارادہ کو پورا کیا جو اس کے دل میں تھا اور دوسری گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں وہ دور دراز ملکوں کی طرف نکل گیا اسی وجہ سے اس کا یسوع آسف نام ہوا یعنی گمشدہ قوم کو تلاش کرنے والا۔ پھر کثرتِ استعمال سے یہ لفظ یوز آسف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ غرض یونس نبی سے مسیح کی یہی مماثلت تھی کہ وہ زندگی کی حالت میں ہی یونس کی طرح قبر میں داخل ہوا اور نیز قوم کے ڈر سے دوسرے ملک کی طرف بھاگا۔ اگر اس مماثلت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر مسیح کا بیان خلاف واقع ٹھہرتا ہے اور نیز بجائے مماثلت کے منافات ثابت ہوتی ہے اور مماثلت کے قبول کرنے سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔

پھر دوسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اس کی وہ دعا ہے جو اس نے باغ میں نہایت تضرع اور عاجزی سے کی تھی جس کا مفصل ذکر انجیلوں میں موجود ہے اور مَیں ہرگز سمجھ نہیں سکتا کہ اس قسم کی دعا کہ مسیح جیسا ایک راستباز ساری رات کرے اور گریہ اور

زاری اور تضرع کو انتہا تک پہنچا دے تب بھی وہ دعا قبول نہ ہو۔ دعا کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ سولی سے بچایا جاوے کیونکہ یہودیوں نے یہ سوچا تھا کہ مسیح کو سولی دے کر یہ امر لوگوں کے ذہن نشین کریں کہ وہ نعوذ باللہ صادق نہیں ہے اور ان کاذبوں میں سے ہے جن پر خدا کی لعنت ہے یہی غم تھا جس کی وجہ سے مسیح نے ساری رات دعا کی تھی ورنہ اس کو موت کا کوئی غم نہ تھا اور ایسی حالت میں ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ مسیح کی بریت کے لئے اس کی دعا منظور فرماتا سو وہ دعا منظور کی گئی۔ چنانچہ انجیل میں صریح الفاظ میں اس کا ذکر ہے کہ مسیح رات کو روتا رہا اور وہ جناب الٰہی میں چیخیں مارتا رہا اور ساری رات اس کے آنسو جاری رہے پس اس کے تقویٰ کی وجہ سے وہ دعا قبول کی گئی دیکھو عبرانیوں 5:7 اس مقام میں عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر بہت سخت تعجب ہے کہ جس حالت میں انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ باغ والی دعا قبول کی گئی تو پھر قبول ہونے کے بجز اس کے اور کیا معنے ہیں کہ وہ صلیب پر مرنے سے بچایا گیا۔

پھر تیسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اس کا زندہ دیکھا جانا ہے یعنی وہ بعد صلیب کے اپنے حواریوں کو ملا اور اپنے زخم دکھلائے اور ان کے ساتھ گلیل کی طرف گیا اس جگہ عقل کو اس فتویٰ کے لئے کوئی راہ نہیں کہ وہ مر کر پھر زندہ ہو گیا کیونکہ یہ امر غیر معقول اور سخت بعید از قیاس ہے جو بودی اور کمزور شہادتوں سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ عقل کے لئے سہل طریق یہی ہے کہ صلیب پر اس کی جان نہیں نکلی تھی جیسا کہ اس سے پہلے بھی ایسے اتفاق کئی ہوئے تھے کہ بعض آدمی صلیب پر نہیں مرے تھے۔ پس طریق معقول کو چھوڑ کر طریق نامعقول کو اختیار کرنا سراسر سچائی سے دشمنی اور جہالت سے دوستی ہے اگر مسیح نئے سرے زندہ کیا جاتا تو اس کو قوم کا کچھ خوف نہ ہوتا کیونکہ جس خدا نے اس کو مار کر پھر زندہ کیا وہ خدا اس کو ضرور بچاتا اور اس کا یقین بڑھ جاتا پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ مسیح دوبارہ زندگی کے بعد بھی یہود سے ڈرتا رہا کہ مجھے پکڑ نہ لیں اور اپنے شاگردوں کو منع کرتا رہا کہ یہود کو میری اطلاع نہ ہو تا ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پھر آ کر مجھے پکڑ لیں۔ پھر عجیب در عجیب یہ بات ہے کہ مسیح کو دوبارہ خدا نے زندہ تو کیا مگر اس کے زخموں کے اچھا کرنے پر وہ قادر نہ ہو سکا

اور آخر اچھا کرنے کے لئے اس مرہم کی حاجت پڑی جو آج تک مرہم عیسیٰ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

پھر چوتھی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا نسخہ مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی کتابوں میں جو ہزار کے قریب ہیں بلکہ غالباً اس سے زیادہ ہوں گی اب تک پایا جاتا ہے موجود ہے اور یہ کتابیں یونانی رومی عبرانی فارسی میں موجود ہیں اور اس زمانہ سے عیسوی تاریخ کی دوسری صدی تک ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔ اس نسخہ مرہم عیسیٰ کی نسبت طبیب لوگ یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسیٰ کے لئے تیار کی تھی اور چونکہ اس مرہم کے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوٹوں کے لئے بہت مفید ہے اور زخم کو اچھا کرتی ہے اور خون جاری کو بند کرتی ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرہم حضرت مسیح کی ان چوٹوں کے لئے تیار کی گئی تھی جو صلیب سے اس کو پہنچی تھیں۔ یہ شہادت یعنی نسخہ مرہم عیسیٰ بڑی توجہ کے لائق ہے کیونکہ علمی کتابوں میں یہ درج ہے اور ہزارہا طبیب اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں۔

پھر پانچویں دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ نقودیموس کی انجیل ہے جو لنڈن میں بزبان انگریزی ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی اس انجیل کے دسویں باب میں لکھا ہے کہ رومی سپاہیوں نے یہودیوں کو کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم نے یوسف کو جس نے یسوع کی نعش کو کفنایا تھا ایک کوٹھہ میں بند کیا ہے جس کی کلید مہر بند کر کے رکھی تھی اور جب تم نے اس کوٹھہ کو کھولا تو یوسف کو تم نے نہ پایا۔ ہم کو یوسف کو دو جس کو تم نے ایک کوٹھہ میں بند کیا تھا تو ہم تم کو یسوع کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) دے دیں گے جس کی ہم نے قبر میں حفاظت کی تھی یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم تم کو یوسف دے دیں گے تم ہم کو یسوع کو دو۔ یوسف اپنے شہر اری ماتھی میں ہے۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ اگر یوسف اری ماتھی میں ہے تو یسوع گلیل میں ہے۔'' اس لفظ میں صریح اشارہ ہے کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر اپنے شہر گلیل میں چلا گیا تھا۔ اور اس انجیل پر کچھ موقوف نہیں مروجہ چار انجیلوں پر غور کر کے بھی اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا تھا۔ پس ایک امر قریب القیاس کو چھوڑ کر جو صاف اور سیدھے طور پر معلوم ہو رہا ہے ایک اعجوبہ

بعید از قیاس بنانا اور مسیح کو مار کر پھر اس کو زندہ کرنا ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی عقلمند اس کو قبول نہیں کرے گا۔ کیوں یہ بات نہ مان لی جائے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اور مرنے کے اسباب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے نہ اس کی ٹانگیں توڑی گئیں اور نہ وہ بہت دیر تک صلیب پر رکھا گیا پھر کچھ تعجب کی بات نہیں تھی کہ وہ صلیب پر نہ مرتا بلکہ تعجب کی بات یہ تھی کہ باوجود ٹانگیں نہ توڑنے کے وہ صرف تین چار گھنٹہ کی مدت میں صلیب پر مر جاتا۔ اس واقعہ کی نظیر کسی مصلوب میں نہ پاؤ گے کہ وہ باوجود ٹانگوں کے نہ توڑنے کے اس قدر جلد مر گیا۔ قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ خدا کی جان بہ نسبت انسان کی جان کے بہت دیر کے بعد نکلتی۔ کیونکہ جس قدر خدا اور انسان میں فرق ہے اسی قدر ان کے مرنے میں بھی فرق ہونا چاہیے۔ پس یہ کیا بات ہے کہ انسانوں کی تو صلیب پر چھ چھ سات سات دن کے بعد جان نکلے اور وہ جو خدا کہلاتا تھا جس نے اپنی قوی طاقتوں سے دنیا کو نجات دینا تھا وہ تین چار گھنٹہ میں مر جائے۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ اگرچہ وہ خدا تھا لیکن تمام دنیا کے گناہ جو یکدفعہ اکٹھے ہو کر اس کی گردن پر پڑے اس لئے وہ کمزور ہو گیا اور ان گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے وہ جلد تر مر گیا۔ کیونکہ اگر وہ گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہیں کر سکتا تھا تو کیوں اس نے ایسی فضولی کی کہ مَیں برداشت کر لوں گا۔ اور کیوں اس نے کہا کہ مَیں تمام دنیا کے گناہ اپنے سر پر لے سکتا ہوں۔ جس حالت میں گناہ غالب رہے جنہوں نے بہت جلد اس کو ہلاک کر دیا اس لئے قوی طاقت کے لحاظ سے گناہ قابل تعریف ہیں نہ کہ یسوع مسیح کہ جو ایسا جلد ان کے نیچے دب کر مر گیا جیسا کہ ایک کمزور بچہ تھوڑے سے صدمہ سے مر جاتا ہے۔ بہرحال یہ عجیب بات ہے کہ خدا پر گناہ غالب آ گئے یہانتک کہ ان گناہوں نے صرف تین گھنٹوں تک اس کا کام تمام کر دیا۔ ایسے کمزور خدا پر ایمان لانا جس کی موت کا باعث اس کی کمزوری ہے۔ اگر بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو پادری صاحبوں کا عجیب عقیدہ ہے مگر ان کی ان سکلو پیڈیا جلد ۱۳ صفحہ ۶۶۹ میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد دس دفعہ لوگوں سے ملاقات کی اور وہ صرف تین گھنٹہ تک صلیب پر رہا تھا اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ضرور صلیب سے زندہ بچ گیا جیسا

کہ اس سے پہلے بھی وہ یہودیوں کے حملوں سے بچتا رہا۔

پھر چھٹی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا یہ ہے کہ عیسائی فرقوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی رنگ میں ہوگی نہ کہ حقیقی یعنی اس کی خو اور صفت پر کوئی اور آ جائے گا کیونکہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹر اس میں یہ عبارت ہے جس کا ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:۔

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

جرمن کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اس کی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ مَیں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس مَیں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے ان کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر ان کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلیف کے صفحہ ۴۵۵۔۴۵۷ میں یہ عبارت ہے جس کا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے:۔

شلیر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہراً

موت کی سی حالت ہوگئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔

ایسا ہی کتاب سوپر نیچرل ریلیجن کے صفحہ ۸۷۵ پر لکھا ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے رہ کر فوت ہوا۔لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں پر میخیں لگائی گئی تھیں اور پاؤں پر نہیں تھیں چونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جاوے اس واسطے تین انجیل نویسوں نے تو اس کا کچھ ذکر بھی نہیں کیا اور چوتھے نے صرف اپنی کسی خاص غرض کی تکمیل کے لئے اس کا ذکر کیا ہے اور جہاں ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی کالعدم ہو جاتا ہے۔ پس ظاہراً موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹے کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد واقع ہوئی اور اس کے علاوہ گذشتہ شب بھی بیداری اور تکلیف میں گزری تھی۔ جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہوگئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ ملا لیکن یہودیوں کے ڈر سے وہ بڑی احتیاط سے نکلتا تھا۔حواریوں نے یہی سمجھا کہ وہ مر کر زندہ ہوا ہے اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچ کر وہ پھر بحال ہوا۔ ☆ اس لئے ممکن ہے کہ اس نے خود بھی یہی خیال کیا ہو کہ میں مر کر پھر زندہ ہوا ہوں۔اب جب استاد نے دیکھا کہ اس ظاہری موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو پھر وہ کسی نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر ہوگیا۔

(☆ کفرورر جس نے شنٹوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے لکھتا

ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اس کو اگر چہ عوام کی مخالفت سے بچا نہ سکتے تھے تاہم ان کو امید تھی کہ ہم مرنے سے اس کو بچا لیں گے۔ یوسف ایک دولت مند آدمی تھا اور اس کو مسیح کے بچانے کے وسائل مل گئے۔ نئی قبر میں بھی عین مقام صلیب کے قریب ہی اس نے تیار کرالی اور جسم بھی پیلاطوس سے مانگ لیا اور نقودیموس یہودیوں کی توجہ ہٹانے کے لئے بہت سارے مصالح خرید لایا اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا کفرورر نے یوحنا ۲۰:۱۷ کی عجیب تفسیر کی ہے اور اس فقرے سے کہ مَیں ابھی باپ پاس نہیں گیا صرف مرنا مراد لیا ہے کیونکہ آسمان پر جانے سے مراد دراصل مرنا ہوتا ہے اور اس کے جواب کا مطلب صرف یہ ہے کہ مجھے مت چھوؤ کیونکہ مَیں ابھی تک گوشت اور خون ہوں مَیں ابھی مرا نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بعد یسوع پوشیدہ طور پر چند دفعہ اپنے حواریوں سے ملا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ظاہری موت نے اس کے کام کی صداقت پر آخری مہر لگا دی ہے تو وہ پھر کسی تنہائی کی جگہ میں چلا گیا۔)

ایسا ہی مشہور و معروف رینن اپنی کتاب میں لکھتا ہے (لائف آف جیزس صفحہ ۲۶۹) یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی موت کی اصلیت کی نسبت بہت شکوک پیدا ہو گئے تھے جو لوگ صلیب پر موت کو دیکھنے کے عادی تھے وہ کبھی اس بات کو تسلیم کر ہی نہ سکتے تھے کہ چند گھنٹے صلیب پر رہ کر جیسا کہ یسوع رہا موت واقع ہوسکتی ہے وہ بہت ساری مثالیں مصلوب آدمیوں کی پیش کرتے تھے جن کو وقت پر صلیب سے اتارا گیا تو آخر کار علاج کرنے سے وہ بالکل شفایاب ہو گئے۔ آری گن کا (ابتدائی زمانہ کا ایک مشہور عیسائی فاضل) کچھ عرصہ بعد یہ خیال تھا کہ اس قدر جلدی موت کا واقع ہونا مسیح کا معجزہ ہے۔ یہی حیرت مرقس کے بیان میں بھی پائی جاتی ہے۔

حضرت مسیح کی قبر بمقام سری نگر

اب اس کے بعد ایک بھاری ثبوت اس بات کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے مخلصی پا کر آسمان کی طرف نہیں اٹھائے گئے بلکہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے۔ایک اور ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں لیکن قبل تحریر اس وقعہ کے ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصہ کہ گویا حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد یا مصلوب ہونے سے پہلے آسمان پر چلے گئے تھے ایسا ایک بیہودہ قصہ ہے کہ ایک غور کرنے والی طبیعت اس کو بدیہی طور پر جھوٹا قرار دے گی۔خدا تعالیٰ کا یہ عام قانون قدرت ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ نازل ہوسکتا ہے۔چنانچہ اس کی نظیر الیاس کا قصہ ہے کیونکہ الیاس کا قصہ جس کی دوبارہ آمد پر مسیح کی نبوت موقوف تھی۔آخر مسیح کی زبان سے ہی قابل تاویل ٹھہرا اور دوبارہ آنا اس کا محض ایک مجاز کے طور پر تصور کیا گیا پھر کیونکر اعتبار کیا جائے کہ مسیح کے صعود اور نزول سے مراد حقیقی صعود اور نزول ہے جس امر کی دنیا کی ابتدا سے کوئی بھی نظیر نہیں۔اس امر پر اصرار کرنا اپنے تئیں ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ماسوا اس کے یہ امر سراسر غیر معقول ہے کہ ایک نبی اپنے فرض منصبی کو ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے مسیح کو اس بات کا اقرار ہے کہ اس کی اور بھی بھیڑیں ہیں جن کو پیغام پہنچانا ضروری ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ یہودی جو دوسرے ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے ابھی ان کو ہدایت کرنا باقی ہے۔پس صلیب سے مخلصی پا کر مسیح کا یہ فرض تھا کہ ان بدقسمت یہودیوں کو اپنے آنے سے مطلع کرتا جن کو اس کے آنے کی خبر بھی نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ ہندوستان کے بعد حصوں میں خاص کر کشمیر میں مدت سے سکونت پذیر ہو گئے تھے اور مسیح نے خود اس بات کو بیان کر دیا تھا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ منتشر شدہ بنی اسرائیل کو بھی ان سے ملاقات کر کے ان کو اپنی ہدایتوں سے فیضیاب کرے پس ایک راستباز کے بدن پر اس سے لرزہ پڑتا ہے کہ یہ گناہ عظیم مسیح کی طرف منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ ایک زندہ شخص کو جس میں اچھے اچھے کام کرنے کی قوتیں موجود ہیں اور مخلوق کو اپنی ہدایتوں سے نفع پہنچا سکتا ہے تمام کاموں سے معطل کر

کے آسمان پر بٹھاوے اور اس قیدی کی طرح جو قید محض میں ایام گزارتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا چھوڑ دے۔

کیا مسیح کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اپنی اس لمبی عمر کو بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف کرتا اور ہر ایک ملک میں سفر کر کے جیسا کہ خود اس کو ایک نبی سیاح سمجھا گیا ہے اپنی منتشر قوم کو فائدہ پہنچاتا یا یہ کہ اپنی تبلیغ کا کام ناتمام چھوڑ کر اور قوم کو طرح طرح کی گمراہیوں میں پا کر آسمان پر جا بیٹھتا۔ بالخصوص ان بدقسمت لوگوں کا کیا گناہ تھا جنہوں نے ابھی اس کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

اور یہ کہ وہ مختلف ملکوں کی سیر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سیر کر کے آخر سری نگر محلّہ یارخاں میں بعد وفات مدفون ہوا۔ اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوزآسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا وہ باشندہ تھا اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اس کی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں اور عیسائی نہایت مجبور اور حیرت زدہ ہو کر اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شخص جو یوزآسف اور شاہزادہ نبی کہلاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا اسی بناء پر اس کو بڑا مقدس سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ سِسلی میں اس کے نام کا ایک گرجا بھی بنایا ہوا ہے جو پورانا اور قدیم زمانہ سے ہے اور اسی تعلق کے قبول کرنے کے بعد یوزآسف کا قصہ یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے .... جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر پُر جوش محبت سے یورپ کی تمام زبانوں میں یوزآسف کی تعلیم کا ترجمہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ کم سے کم یوزآسف کو ایک مقدس حواری سمجھا گیا ہے۔ پس اس صورت میں تمام عیسائی صاحبان اس مطالبہ کے نیچے ہیں کہ انہوں نے بہرحال یوزآسف کا عیسائی مذہب سے ایک تعلق مان لیا ہے اور اس کے ظہور کا بھی وہی زمانہ قرار دیا ہے جو مسیح کا زمانہ

تھااوراس کی سوانح کا بڑی محبت اور دلچسپی سے ترجمہ بھی کیااوراس کی یادگار کا ایک گرجا بھی بنایااور یہ بھی اقرار کیا کہ اس کی تعلیم کا اخلاقی حصہ انجیل کی تعلیم سے ملتاہےاوراس نے بھی اپنی تعلیم کا نام انجیل ہی رکھا ہے۔ پس اس صورت میں اگر یوز آسف یسوع نہیں ہے تو یہ بارِ ثبوت عیسائی صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وہ ثابت کر کے دکھلاویں کہ کبھی مسیح کا کوئی شاگرد شاہزادہ نبی بھی کہلاتا تھااور کبھی اس نے مسیح کی تعلیم کو اپنی تعلیم بھی قرار دیااوراس کا نام انجیل رکھا اور مَیں بڑے دعوے اور ثبوت سے کہتا ہوں کہ یہ ثبوت ہرگز ان کے لئے ممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک شاہزادہ نبی ایک ہی ہے یعنی یسوع ابن مریم۔

اور یوز آسف کے حالات کے بیان کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تالیف میں جیسا کہ کتاب اکمال الدین جس میں یہ تمام باتیں درج ہیں اوراس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا۔ ماسوااس کتاب کے خاص سری نگر میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جواس پرانے زمانہ میں کشمیر میں آیا تھا۔ جس کوان کتابوں کی تالیف کے وقت تک قریباً سولہ سو برس گزر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انیس سو برس گزر رہا ہے۔ اوراس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں **اور مَیں نے سنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شاہزادہ نبی کا ذکر ہے**☆ پس ایک حق کے طالب کو یہ تمام ثبوت اس بات کے قبول کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں کہ درحقیقت نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ بالخصوص جبکہ ان تمام باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے کہ اول تو خود انجیل سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب پر غشی کی حالت میں ہو گیا تھا جیسا کہ اس نے خود کہا کہ یونس نبی کا معجزہ دکھایا جاوے گا۔ پس اگر صلیب پر مر گیا تھا اور مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوا تو اس

☆ ہندوؤں کی یہ کتاب بھوشیہ مہاپران ہے۔ جس میں کشمیر کے ایک راجہ کی حضرت مسیح سے ملاقات کا احوال درج ہے۔

کےاس واقع کو یونس سے کیا مشابہت ہوئی۔ پھر یہ کہ انہیں انجیلوں میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے زندہ نکلا اور ابھی زخم اس کے اچھے نہیں ہوئے تھے اور وہ اپنے حواریوں کو ملا اور منع کیا کہ میرا حال کسی سے مت کہو اور ان کے ساتھ اپنے وطن کی طرف چلا گیا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر طب کی کتابوں سے متواتر طور پر ثابت ہوا ہے کہ یسوع کے زخموں کے لئے مرہم عیسیٰ بنائی گئی تھی جس کے استعمال سے اس کے زخم اچھے ہوئے اور چونکہ وہ یہود کے دوبارہ حملے سے ڈرتا تھا اس لئے وہ اس ملک سے نکل گیا اور یہ رائے کچھ ہماری خاص رائے نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے محقق پادریوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے جیسا کہ جرمن کے پچاس پادریوں کی رائے ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اور کئی پرانی تحریریں اَور بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد مدت تک مختلف ملکوں میں سیاحت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا نام نبی سیاح ہو گیا اور ان باتوں کو مسلمانوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نبوت پانے کے بعد ایک مدت تک مختلف بلاد میں سیاحت کرتا رہا ہے پس ان تمام باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہرگز آسمان پر نہیں چڑھا اور جیسا کہ یہ تمام واقعات ایسے قریب قیاس ہیں کہ بڑی سرعت سے عقل ان کو قبول کرتی ہے ایسا ہی آسمان پر چڑھنا ایسا بعید از قیاس ہے کہ عقل اس کو فی الفور ردّ کرتی ہے اور دھکے دیتی ہے پس کیا وجہ کہ جو واقعات ثابت شدہ اور قریب قیاس ہیں ان کو تو قبول نہ کیا جائے اور جو خیالات ثابت نہیں ہو سکے اور نہ وہ قریب قیاس ہیں ان کو قبول کیا جائے۔

بالآخر ہم پرچۂ الہلال کے ایڈیٹر کو جو عیسائی ہے جس نے اپنے پرچہ شائع کردہ ماہ اپریل ۱۹۰۲ء میں ...... جلد ۱۱ میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یسوع کا کشمیر سری نگر میں مدفون ہونا صحیح نہیں ہے مخاطب کر کے تنبیہ کرتے ہیں کہ عقلمند اور منصف آدمی کا یہ کام نہیں ہے کہ صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے ثابت شدہ حقائق اور واقعات کو رد کرے۔ بالخصوص جبکہ صاحب ہلال اپنے رسالہ میں اس بات کو مانتا ہے کہ یوز آسف شاہزادہ نبی تھا اور پورے وثوق سے قبول کرتا ہے کہ پرانی کتابیں اس کا نام شاہزادہ نبی رکھتی ہیں اور وہ کسی اَور دور

دراز ملک سے کشمیر میں آیا تھا تو تعجب کہ وہ قریب ہو کر پھر کیوں دور چلا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر ان واقعات اور دلائل میں سے جو ہم نے ہمیشہ پیش کئے ہیں ایک بھی پیش نہ کیا جاتا تب بھی عقل سلیم کا یہی فتویٰ تھا کہ یسوع ابن مریم آسمان پر ہرگز نہیں گیا وہ ہمیشہ انسانوں کی طرح کمزوریاں دکھلاتا رہا اور بسا اوقات اس نے ماریں کھائیں اور جب شیطان نے اسے کہا کہ اوپر سے اپنے تئیں گرا دے تو وہ اپنے تئیں نیچے نہ گرا سکا اور کوئی امر اس میں ایسا نہ تھا جو انسان سے بڑھ کر شمار کیا جائے۔ بلکہ بعض نبیوں نے اس سے بڑھ کر معجزات دکھلائے پھر یہ امر بغیر عقلی دلائل اور یقینی براہین کے کیونکر مان لیا جائے کہ وہ درحقیقت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور اب تک زندہ موجود ہے اور اگر آسمان پر چڑھنا ممکن بھی ہو تب بھی اس کے لئے ناجائز بلکہ ایک جرم کا ارتکاب تھا کیونکہ ابھی وہ اپنے فرض تبلیغ کو تمام نہیں کر چکا تھا اور یہود کے اَور بہت سے فرقے ہنوز اَور اور ملکوں میں ایسے تھے جنہوں نے مسیح کا نام بھی نہیں سنا تھا جن کو پیغام پہنچانا باقی تھا اور آسمان پر تو یہود کی کوئی قوم آباد نہیں تھی تا یہ کہا جائے کہ آسمان پر بھی ان کا جانا ضروری تھا پس جیسے کہ یہ امر نامعقول ہے کہ یسوع نے صلیب کو اپنے لئے پسند کیا اور خودکشی کو روا رکھا ایسا ہی یہ بھی نامعقول ہے کہ وہ اب تک ایک عمدہ زمانہ اپنی زندگی کا محض بیکاری سے گزار رہا ہے حالانکہ اس کو چاہئے تھا کہ اپنے اس وقت عزیز کو اپنی قوم کی ہمدردی میں خرچ کرتا نہ یہ کہ ایسی بیہودہ حرکتیں کہ دوسروں کے لئے خودکشی کرے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پس ایک عقلمند بجز اس کے کہ کیا کرے کہ ان قصوں کو جھوٹے قرار دے۔ سچائی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ صرف واقعات سے ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دلائل عقلیہ بھی اس پر شہادت دیتے ہیں لیکن جو جھوٹ ہے نہ اس کے لئے واقعات صحیحہ ثابت شدہ ملتے ہیں اور نہ عقلی دلائل اس پر قائم ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ عیسائی کسی بات پر بھی غور نہیں کرتے انہیں کے اِن سائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ تھوما رسول جس کا ذکر انجیلوں میں درج ہے ہندوستان میں آیا تھا اور میلا پور میں شہید ہوا۔ اور یہ بھی اسی میں لکھا تھا کہ یسوع کا ایک بھائی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اب جائے غور ہے کہ ایک طرف تو عیسائی صاحبان قبول کرتے ہیں کہ اسی بلاد شام سے

ہندوستان میں انہیں دنوں میں ایک شاہزادہ نبی آیا تھا جو آخر سری نگر کشمیر میں فوت ہوا اور پھر انہیں ایام میں تھوما حواری اور ایک یسوع کا بھائی بھی ہندوستان میں آیا تھا اور پھر دوسری طرف اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا اور بیان کرتا تھا کہ میرے پر انجیل نازل ہوئی ہے وہی یسوع مسیح ہے یہ واقعات بہت ہی صاف تھے اور ان کا نتیجہ بھی بہت ہی صاف تھا مگر ہائے افسوس کہ پادری صاحبوں نے تاریکی سے پیار کیا اور نور سے دشمنی۔ دنیا اپنی انتہا تک پہنچ گئی اور ساری علامتیں پوری ہو گئیں مگر ان کا فرضی مسیح اب تک آسمان سے نازل نہ ہوا۔ آدم سے لے کر اس وقت تک چھٹا ہزار ختم ہو چکا جو الٰہی شریعتوں کی اصطلاح میں چھٹا دن کہلاتا ہے جس میں مسیح موعود نے آنا تھا مگر ان کا یسوع اب تک نہ آیا۔ شیطان کے رہا ہونے پر ایک ہزار برس بھی گزر گیا مگر ان کا یسوع اب تک نہ آیا جو شیطان کو دائمی قید کے زنداں میں روکتا جیسا کہ نبیوں نے پیشگوئی کی تھی ملک میں طاعون بھی پھیل گئی جیسا کہ انجیل میں آنے والے مسیح کا نشان لکھا تھا مگر اب تک ان کا مسیح نہ آیا۔ مدت ہوئی کہ آنے والے مسیح کا ستارہ بھی نکل چکا مگر اب تک مسیح نہ آیا۔ پس اے یورپ اور اے ایشیا کے رہنے والے عیسائیو۔ اور اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ مسیح جو آنے والا تھا وہ آچکا اور وہ وہی ہے جو اب تم سے باتیں کر رہا ہے۔ آسمان نے نشان ظاہر کئے اور زمین نے بھی اور خدا کے پاک نبیوں کی پیشگوئیاں نشان کے طور پر آج پوری ہو گئیں اور خدا نے میرے ہاتھ پر نشان دکھلانے کی کچھ کمی نہیں رکھی۔ ہزار ہا نشان ظاہر کئے ہر ایک پہلو سے اپنی حجت کو پورا کیا اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ نشان جو میرے ہاتھ پر دکھلائے گئے اگر یسوع ابن مریم کے ہاتھ پر دکھلائے جاتے تو یہود ہلاکت سے بچائے جاتے مگر وہی جو ہلاکت کے فرزند تھے۔ یسوع کے نشانوں کا جو یہود پر اثر پڑا تھا کس کو اس کی خبر نہیں خود اس کا اپنا حواری یہودا اسکر یوطی جس کو بہشتی تخت کا وعدہ بھی دیا گیا تھا خود اس کے دیکھتے دیکھتے مرتد ہو گیا اور نہ خود وہ حواری تخت موعود سے محروم رہ گیا بلکہ یسوع کو بھی بڑی بلا میں ڈال گیا۔ سواے وہ لوگو جو دائمی سعادت اور ابدی نجات کو چاہتے ہو میری طرف دوڑ اکہ اس جگہ وہ چشمہ ہے جو تمہیں پرانی میلوں سے پاک کر دے گا اور وہ

نجات جو یقین اور قوت ایمان اور پورے عرفان سے ملتی ہے وہ تمہیں دی جائے گی اور یقیناً سمجھو کہ یسوع ابن مریم کے خون پر تمہارا بھروسہ غلط ہے اگر وہ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بھی صلیب پر چڑھایا جاتا تب بھی وہ تمہیں نجات نہ دے سکتا۔ نجات ایمان اور محبت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے نہ کسی کے خون سے۔ دیکھو زمانہ تمہیں بتلا رہا ہے کہ یہ تمام خیالات جھوٹے تھے۔ پس قبل اس کے جو تم خدا کی طرف بلائے جاؤ ان خیالات سے توبہ کرو مجھے خدا نے اس گواہی کے لئے اس زمانہ میں کھڑا کیا ہے کہ سب دین بگڑ گئے اور باطل کا رنگ پکڑ لیا مگر اسلام اگر میری گواہی پر خدا کی مہر نہیں تو میں سچا نہیں لیکن اگر میری گواہی پر خدا کی مہر ہے تو تم سچ کو رد کر کے قابل مواخذہ نہ بنو۔ ایک عاجز انسان مریم کا بیٹا ہرگز خدا نہیں۔ مجھے وہ روح دی گئی ہے جس کے مقابل پر کسی کو تابِ مقابلہ نہیں اگر تم میں کوئی اس لائق نہیں کہ روح سے علم پا کر اس روح القدس کا مقابلہ کرے جو مجھے عطا کیا گیا ہے تو تمہاری خاموشی تمہیں ملزم کرے گی۔ **والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ**۔

(عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو از حضرت مسیحِ موعودؑ۔ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہِ ستمبر 1903 جلد 2 نمبر 9 صفحہ 331 تا 343)

مجموعہ اشتہارات

دوائے طاعُون (23 جولائی 1898ء)

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایک دوا علاج طاعون کے لئے بصرف مبلغ دو ہزار پانسو روپیہ طیار ہوئی ہے۔ اور ساتھ اس کے ظاہر بدن پر مالش کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ بھی بنائی گئی ہے یعنی وہ مرہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اُن چوٹوں کے لئے بنائی گئی تھی جبکہ نا اہل یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچا تھا۔ یہی مبارک مرہم چالیس دن برابر جناب مسیح علیہ السلام کے صلیبی زخموں پر لگتی رہی اور اسی سے خدا تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی گویا دوبارہ زندگی ہوئی۔ یہ مرہم طاعون کے لئے بھی نہایت درجہ مفید ہے بلکہ طاعون کی تمام قسموں کے لئے فائدہ مند ہے۔ مناسب ہے کہ جب نعوذ باللہ بیماری طاعون نمودار ہو تو فی الفور اس مرہم کو لگانا شروع کر دیں کہ یہ مادہ سمی کی مدافعت کرتی ہے اور پھنسی یا پھوڑے کو طیار کر کے ایسے طور سے پھوڑ دیتی ہے کہ اس کی سمیت دل کی طرف رجوع نہیں کرتی اور نہ بدن میں پھیلتی ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 225)

(الاشتہار الانصار 4 اکتوبر 1899ء)

.... تیسری شاخ اخراجات کی جس کی ضرورت مجھے حال میں پیش آئی ہے جو نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس لیے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گذرا ہو بلکہ اگر ہم وغم سے مرنا میرے لیے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کردیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور پھر اس کے ساتھ یہ دقت تھی کہ رسمی مباحثات ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتے اور پرانے مشرکانہ خیالات اس قدر دل پر غالب آ گئے ہیں کہ ہیئت اور فلسفہ اور طبعی پڑھ کر ڈبو بیٹھے ہیں۔ اور ان کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اسی برس کا بڈھا ہندو ہر چند دل میں تو خوب جانتا ہے کہ گنگا صرف ایک پانی ہے جو کسی کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر کرسکتا ہے تب بھی وہ اس بات کے کہنے سے باز نہیں آتا کہ گنگا مائی میں بڑی بڑی ست اور طاقتیں ہیں۔ اور اگر اس پر دلیل پوچھی جائے تو کوئی بھی دلیل بیان نہیں کرسکتا۔ تاہم منہ سے یہ کہتا ہے کہ اس کی شکتی کی دلیل میرے دل میں ہے جس کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔ مگر وہ کیا دلیل ہے۔ صرف پرانے خیالات جو دل میں جمے ہوئے ہیں۔ یہی حالات ان لوگوں کے ہیں کہ نہ ان کے پاس کوئی معقول دلیل حضرت عیسیٰؑ کی خدائی پر ہے اور نہ کوئی تازہ آسمانی نشان ہے جس کو وہ دکھا سکیں ☆ اور نہ توریت کی تعلیم

☆ افسوس کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں صرف صدہا برس کے مشکوک اور مشتبہ قصے ہیں جن کا نام نشان اور معجزات رکھا ہوا ہے لیکن اگر حقیقت میں ان کے مذہب میں معجزہ نمائی کی طاقت ہے تو میرے مقابل پر کیوں نہیں دکھلاتے۔ یقیناً سمجھو کہ کچھ بھی طاقت نہیں کیونکہ خدا ان کے ساتھ نہیں۔ منہ

جس پر انہیں ایمان لانا ضروری ہے اور جس کو یہودی حفظ کرتے چلے آئے ہیں۔اس مشرکانہ تعلیم کی مصدق ہے مگر تاہم محض تحکم اور دھکے کی راہ سے یہ لوگ اس بات پر ناحق اصرار کررہے ہیں کہ یسوع مسیح خدا ہی ہے خدا نے قرآنِ کریم میں سچ فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ اس افتراء سے آسمان پھٹ جائیں کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا جاتا ہے۔اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری رُوح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کر حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دُعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رُسول کو شناخت کرلیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں چنانچہ ان دُعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صلیب سے نجات پاکر اور پھر مرہم عیسیٰ سے صلیبی زخموں سے شفاء حاصل کر کے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہ لغمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو اَبْ تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں گئے اور ایک سَو پچیس برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہوئے اور سرینگر خانیار کے محلّہ کے قریب دفن کئے گئے اور مَیں اس تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کررہا ہوں جس کا نام ہے۔ **مسیح ہندوستان میں**۔ چنانچہ مَیں نے اس تحقیق کے لئے مخلصی محبّی خلیفہ نوردین صاحب کو جن کا ابھی ذکر کر آیا ہوں کشمیر میں بھیجا تھا ☆ تا وہ موقعہ پر حضرت مسیح کی قبر کی پوری تحقیقات کریں چنانچہ وہ قریباً چار ماہ کشمیر میں رہ کر اور ہر ایک پہلو سے تحقیقات کر کے اور موقعہ پر قبر کا ایک نقشہ بنا کر اور پانسو چھپن آدمیوں کی اس پر تصدیق کرا کر کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

☆ خلیفہ نوردین صاحب کو خدا تعالیٰ اجر بخشے کہ اس تمام سفر اور رہائش کشمیر میں انہوں نے اپنا خرچ اٹھایا اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا اور اپنے مال سے سفر کیا۔منہ

کی قبر ہے جس کو عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں، ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو واپس میرے پاس پہنچ گئے۔ سو کشمیر کا مسئلہ تو خاطر خواہ انفصال پا گیا اور پانسو چھپن شہادت سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے کہ جو سری نگر محلّہ خانیار کے قریب موجود ہے۔

لیکن اب ایک اور خیال باقی رہا ہے کہ اگر پورا ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہو گا اور وہ دو باتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ مَیں نے سُنا ہے کہ کوہ لغمان میں جو شہزادہ نبی کا چبوترہ ہے اس کے نام ریاست کابل میں کچھ جاگیر مقرر ہے۔ لہٰذا اس غرض کے لیے بعض احباب کا کوہ لغمان میں جانا اور بعض احباب کا کابل میں جانا اور جاگیر کے کاغذات کی ریاست کے دفتر سے نقل لینا فائدہ سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام افغانستان کی طرف نصیبین کی راہ سے آئے تھے اور کتاب روضۃ الصفا سے پایا جاتا ہے کہ اس فتنہ صلیب کے وقت نصیبین کے بادشاہ نے حضرت مسیحؑ کو بلایا تھا اور ایک انگریز اس پر گواہی دیتا ہے کہ ضرور حضرت مسیحؑ کو اس کا خط آیا تھا بلکہ وہ خط بھی اس انگریز نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اس صورت میں یہ یقینی امر ہے کہ نصیبین میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر کی اب تک کچھ یادگار قائم ہو گی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہاں بعض کتبے بھی پائے جائیں یا آپ کے بعض حواریوں کی وہاں قبریں ہوں جو شہرت پا چکی ہوں لہٰذا میرے نزدیک یہ قرین مصلحت قرار پایا ہے کہ تین دانشمند اور اولوالعزم آدمی اپنی جماعت میں سے نصیبین میں بھیجے جائیں ☆۔ سو اُن کی آمدورفت کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ایک اُن میں سے مرزا خدا بخش صاحب ہیں اور یہ ہمارے ایک نہایت مخلص اور جان نثار مرید ہیں جو اپنے شہر جھنگ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ رہے ہیں اور دن رات خدمتِ دین میں سرگرم ہیں۔ اور ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرزا صاحب موصوف کا تمام سفر خرچ ایک مخلص باہمت نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر دو اور آدمی ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ہم سفر ہوں گے۔ اُن کے

☆ کابل اور کوہِ لغمان میں بھیجنے کے لیے اسی نواح کے بعض آدمی تجویز کئے گئے ہیں کیونکہ وہ اس ملک اور ان پہاڑوں کے خوب واقف ہیں

سفر خرچ کا بندوبست قابل انتظام ہے۔ سوامور متذکرہ بالا میں سے ایک یہ تیسرا امر ہے کہ ایسے نازک وقت میں جو پہلی دو شاخیں بھی امداد مالی کی سخت محتاج ہیں پیش آ گیا ہے۔ اور یہ سفر میرے نزدیک ایسا ضروری ہے کہ گویا کسی شاعر کا یہ شعر اسی موقع کے حق میں ہے
؎ گر جاں طلبد مضائقہ نیست ۔ زرمی طلبد سخن دریں ست ۔ خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ چند آدمی ہی ان تینوں شاخوں کا بندوبست کر سکیں۔ (میں لکھ چکا ہوں کہ ایک آدمی کے جانے کا خرچ مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا۔ منہ)
غرض انہی تینوں شاخوں کے لئے نہایت ضروری سمجھ کر یہ اشتہار لکھا گیا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 311 تا 314)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ افغانستان (صوبہ لغمان) میں لامک نبی کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جن دنوں حضرت صاحب کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' (غالباً 1899ء) لکھ رہے تھے۔ ان ایّام میں ایک دوست نے جن کا نام میاں محمد سلطان تھا اور لاہور میں درزی کا کام کرتے تھے۔ یہ ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں افغانستان گیا تھا۔ اور وہاں مجھے قبر دکھائی گئی تھی۔ جو لامک نبی کی قبر کہلاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض دفعہ کسی بزرگ یا نبی کے بیٹھنے کی جگہ کو بھی قبر کے طور پر لوگ بنا کر اوس سے تبرک حاصل کرتے ہیں ۔ممکن ہے کہ حضرت مسیح ناصری فلسطین سے کشمیر آتے ہوئے افغانستان میں سے گزرے ہوں ۔ اور وہاں کسی جگہ چند روز قیام کیا ہو اور کسی تغیر کے ساتھ اس جگہ ان کا نام لامک مشہور ہو گیا ہو۔ تب حضور نے مجھے فرمایا کہ لغت عبرانی سے دیکھنا چاہیے کہ لفظ لامک کے کیا معنے ہیں۔ تب میں اپنی لغت کی کتاب لیکر حضرت صاحب کی خدمت میں اندرونِ خانہ حاضر ہوا اور لفظِ لامک کے معنے اوس میں سے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیے کہ لامک کے معنے ہیں جمع کرنے والا۔ چونکہ جمع کرنے والا مسیح ناصری کا نام ہے۔ اور اوس کا یہ نام موجودہ اناجیل میں درج ہے جہاں اوس نے کہا ہے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ اس بات کو سن کر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے سجدہ کیا اور میں نے بھی حضرت صاحب کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ حضور ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور تخت پر ہی حضور نے سجدہ کیا۔ میں نے فرش پر سجدہ کیا۔''

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ صفحہ 83 تا 84)

(ضمیمہ اشتہار الانصار 4 اکتوبر 1899ء)

ہم اس اشتہار میں لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے تین آدمی اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں گے کہ وہ نصیبین اور اس کی نواح میں جاویں اور حضرت عیسیٰؑ کے آثار اس ملک میں تلاش کریں۔ اب حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سفر کے خرچ کا عمل قریباً انتظام پذیر ہو چکا ہے صرف ایک شخص کی زادِ راہ کا انتظام باقی ہے یعنی اخویم مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ایک آدمی کے لئے ایک طرف کا خرچ دے دیا ہے اور اخویم منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس روپیہ دیئے ہیں۔ اور میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور اُن کے دو برادرِ حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیر الدین نے پچاس روپیہ دیئے ہیں۔ ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابلِ رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔ ایسا ہی مرزا خدا بخش صاحب نے بھی اس سفر خرچ کے لیے پچاس روپے چندہ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو اجر بخشے آج ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے وہ دو شخص تجویز کئے گئے ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ساتھ نصیبین کی طرف جائیں گے۔ اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عزیزوں کی روانگی کے لیے ایک مختصر سا جلسہ کیا جائے کیونکہ یہ عزیز دوست ایمانی صدق سے تمام اہل و عیال کو خدا تعالیٰ کے حوالے کر کے اور وطن کی محبت کو خیر باد کہہ کر دور دراز ملکوں میں جائیں گے اور سمندر کو چیرتے ہوئے اور جنگلوں پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے نصیبین یا اس سے آگے بھی سیر کریں گے اور کربلا معلّٰی کی زیارت بھی کریں گے۔ اس لیے یہ تینوں عزیز قابلِ قدر اور تعظیم ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے ایک بڑا تحفہ لائیں گے۔ آسمان اُن کے اس سفر سے خوشی کرتا ہے کہ محض خدا کیلئے قوموں کو شرک سے چھوڑانے کے لئے یہ تین عزیز ایک منجی کی صورت پر اُٹھے ہیں۔ اس

لیے لازم ہے کہ ان کی وداع کے لیے ایک مختصر سا جلسہ قادیان میں ہو اور ان کی خیر و عافیت اور ان کے متعلقین کی خیر و عافیت کے لیے دعائیں کی جائیں۔ لہٰذا میں نے اس جلسے کی تاریخ ۱۲ نومبر ۱۸۹۹ مقرر کر کے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ ان تمام خالص دوستوں کو اطلاع دوں جن کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عید نہیں کہ جس کام کے لئے وہ اس سردی کے ایام میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر اور عیال اور دوستوں سے علیحدہ ہو کر جاتے ہیں اُس مراد کو حاصل کر کے واپس آئیں اور فتح کے نقارے اُن کے ساتھ ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر خدا جس نے اس کام کیلئے مجھے بھیجا ہے ان عزیزوں کو فضل اور عافیت سے منزل مقصود تک پہنچا اور پھر بخیر و خوبی فائز المرام واپس آئیں۔ آمین۔ ثم آمین۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے وہ عزیز دوست جو دین کے لئے اپنے تئیں وقف کر چکے ہیں حتی الوسع فرصت نکال کر اس جلسہ وداع پر حاضر ہوں گے اور اپنے ان مسافر عزیزوں کے لئے رو رو کر دعائیں کریں گے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 316 تا 317)

جناب بشپ صاحب کے لیکچر ''زندہ رسول'' پر کچھ ضروری بیان
(25 مئی 1900ء)

تاریخ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر نہ جانے کے تین گواہ ایسے پیش کیے ہیں جن سے قطعی طور پر یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اس قول کے مطابق کہ ان کا قصہ یونس نبی کے قصے سے مشابہ ہے قبر میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوئے تھے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوا تھا اور نہ وہ قبر میں مرے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا بلکہ یونس نبی کی طرح زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے کیونکہ ممکن نہیں کہ مسیح نے اس مثال کے بیان کرنے میں جھوٹ بولا ہو:۔

اس واقعہ پر پہلا گواہ تو یہی مثال ہے کہ مسیح کے منہ سے نکلی کیونکہ اگر مسیح قبر میں مُردہ

ہونے کی حالت میں داخل کیا گیا تھا تو اس صورت میں یونس سے اس کو کچھ مشابہت نہ تھی
پھر دوسرا گواہ اس پر مرہم عیسیٰ ہے۔ یہ ایک مرہم ہے جس کا ذکر عیسائیوں اور یہودیوں اور
مجوسیوں اور مسلمانوں کی طب کی کتابوں میں اس طرح پر لکھا گیا ہے کہ یہ حضرت مسیح کے
لئے یعنی ان کی چوٹوں کے لئے طیار کی گئی تھی اور یہ کتابیں ہزار نسخہ سے بھی کچھ زیادہ ہیں
جن میں سے بہت سی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس اس مرہم سے جس کا نام مرہم عیسیٰ
ہے۔ یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر جانے کا قصّہ غلط اور عوام کی خود تراشیدہ باتیں
ہیں۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر وفات پانے سے تو بچ گئے تھے مگر
آپ کے ہاتھوں اور پیروں پر زخم ضرور آئے تھے اور وہ زخم مرہم عیسیٰ کے لگانے سے اچھے
ہو گئے۔ آپ کے حواریوں میں سے ایک ڈاکٹر بھی تھا غالباً یہ مرہم اُس نے تیار کی ہو گی
چونکہ مرہم عیسیٰ کا ثبوت ایک علمی پیرایہ میں ہم کو ملا ہے جس پر تمام قوموں کے کتب خانے
گواہ ہیں۔ اس لئے یہ ثبوت بڑے قدر کے لائق ہے۔ تیسرا تاریخی گواہ حضرت مسیح کے
آسمان پر نہ جانے کا یوز آسف کا قصہ ہے جو آج سے گیارہ سو برس پہلے تمام ایشیا یورپ
میں شہرت پا چکا ہے۔ یوز آسف حضرت مسیح ہی تھے جو صلیب سے نجات پا کر پنجاب کی
طرف گئے اور پھر کشمیر میں پہنچے اور ایک سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس پر بڑی دلیل یہ
ہے کہ یوز آسف کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم ایک ہے اور دوسرے یہ قرینہ کہ یوز آسف اپنی
کتاب کا نام انجیل بیان کرتا ہے تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اپنے تئیں شہزادہ نبی کہتا ہے چوتھا یہ
قرینہ کہ یوز آسف کا زمانہ اور مسیح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ بعض انجیل کی مثالیں اس کتاب
میں بعینہ موجود ہیں جیسا کہ ایک کسان کی مثال۔ چوتھا تاریخی گواہ حضرت مسیح علیہ السّلام
کی وفات پر وہ قبر ہے جو اب تک محلّہ خانیار سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ
یوز آسف شہزادہ نبی کی قبر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ صاحب کی قبر ہے اور کہتے ہیں کہ
کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ شہزادہ اسرائیل کے خاندان میں سے تھا کہ قریباً اٹھارہ سو برس اس
بات کو گزر گئے جب یہ نبی اپنی قوم سے ظلم اُٹھا کر کشمیر میں آیا تھا اور کوہ سلیمان پر عبادت
کرتا رہا۔ اور ایک شاگرد ساتھ تھا۔ اب بتلاؤ کہ اس تحقیق میں کونسی کسر باقی رہ گئی۔ سچائی کو

قبول نہ کرنا یہ اور بات ہے لیکن کچھ شک نہیں کہ بھانڈا پھوٹ گیا اور یوزآسف کے نام پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ نام یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔آسف بھی حضرت مسیح کا عبرانی میں ایک نام ہے جس کا ذکر انجیل میں بھی ہے اور اس کے معنے ہیں متفرق قوموں کو اکٹھا کرنے والا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 387 تا 388)

ڈوئی کی اس پیشگوئی کا جواب جو اس نے تمام مسلمانوں کی ہلاکت کے لیے کی ہے (ستمبر 1902ء)

یہ کس قدر قابلِ شرم جھوٹ ہے کہ وہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔مگر اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہیں۔واقعات صاف گواہی دیتے ہیں کہ مرنے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔تین گھنٹہ کے اندر صلیب پر سے اتارا گیا۔شدتِ درد سے بیہوش ہو گیا۔ خدا کو منظور تھا کہ اس کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دے۔اس لیے اس وقت بباعث کسوف سخت اندھیرا ہو گیا یہودی ڈر کر اس کو چھوڑ گئے اور یوسف نام ایک پوشیدہ مُرید کے وہ حوالہ کیا گیا اور دو تین روز ایک کوٹھہ میں جو قبر کے نام سے مشہور کیا گیا رکھ کر آخر افاقہ ہونے پر ملک سے نکل گیا۔اور نہایت مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ پھر وہ سیر کرتا ہوا کشمیر میں آیا۔باقی حصہ عمر کا کشمیر میں بسر کیا۔سری نگر محلّہ خان یار میں اس کی قبر ہے۔افسوس خوانخواہ افتراء کے طور پر آسمان پر چڑھایا گیا اور آخر قبر کشمیر میں ثابت ہوئی۔ اس بات کے ایک دو گواہ نہیں بلکہ بیس ہزار سے زیادہ گواہ ہیں۔

اس قبر کے بارے میں ہم نے بڑی تحقیق سے ایک کتاب لکھی ہے جو عنقریب شائع کی جائیگی مجھے اس قوم کے مشنریوں پر بڑا ہی افسوس آتا ہے جنہوں نے فلسفہ طبعی،ہیئت سب پڑھ کر ڈبو دیا اور خواہ مخواہ ایک عاجز انسان کو پیش کرتے ہیں کہ اس کو خدا مان لو۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 568)

مکتوبات احمد

مکتوبات بنام نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ

(21 جولائی 1898ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مجبی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ معہ مبلغ دوسو روپیہ مجھ کو ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک مرض اور غم سے نجات بخشے۔ آمین ثم آمین۔ خط میں سو روپیہ لکھا ہوا تھا اور حامل خط نے دوسو روپیہ دیا۔ اس کا کچھ سبب معلوم نہ ہوا۔ میں عنقریب دوائی طاعون آپ کی خدمت میں مع مرہم عیسیٰ روانہ کرتا ہوں اور جس طور سے یہ دوائی استعمال ہوگی۔ آج اس کا اشتہار چھاپنے کی تجویز ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اشتہار ہمراہ بھیج دوں گا۔ بہتر ہے کہ یہ دوا ابھی سے آپ شروع کر دیں.......................والسلام

۲۱ جولائی ۱۸۹۸ء   خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(مکتوب نمبر 29، مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 227)

(29 اگست 1899ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

.... مرزا خدا بخش کو نصیبین میں بھیجنے کی پختہ تجویز ہے۔ خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کے کئی موقعے ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت ہاتھ نہیں آتے۔ کیا تعجب کہ خدا تعالیٰ آپ کی اس خدمت سے آپ پر راضی ہو جاوے اور دین اور دنیا میں آپ پر برکات نازل کرے کہ آپ چند ماہ اپنے ملازم خاص کو خدا تعالیٰ کا ملازم ٹھہرا کر اور بدستور تمام بوجھ اس کی تنخواہ اور سفر خرچ کا اپنے ذمہ پر رکھ کر اس کو روانہ نصیبین وغیرہ ممالک بلاد شام کریں۔ میرے نزدیک یہ موقعہ ثواب کا آپ کے لئے وہ ہوگا کہ شائد پھر عمر بھر ایسا موقعہ ہاتھ نہ آوے۔ مگر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جانے سے پہلے دس بیس دن میرے پاس رہیں تا وقتاً فوقتاً ضروری یادداشتیں لکھ لیں۔ کیونکہ جس جگہ جائیں گے وہاں ڈاک نہیں پہنچ سکتی۔ جو کچھ سمجھایا جائے گا پہلے ہی سمجھایا جائے گا۔ اور میرے لئے یہ مشکل ہے کہ سب کچھ مجھے ہی سمجھانا ہوتا ہے اور ابھی تک ہماری جماعت کے آدمی اپنے دماغ سے کم پیدا کرتے ہیں۔ سو ضروری ہے کہ دو تین ہفتہ میرے پاس رہیں اور میں ہر ایک مناسب امر جیسا کہ مجھے یاد آتا جائے ان کی یادداشت میں لکھا دوں۔ جس وقت آپ مناسب سمجھیں ان کو اس طرف روانہ فرماویں اور میں امید رکھتا ہوں کہ ۲۲ر ستمبر ۱۸۹۹ء تک آپ قادیان میں ضرور تشریف لاویں گے۔ زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

۲۹ر اگست ۱۸۹۹ء خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(مکتوب نمبر 47، مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 250 تا 251)

(9؍نومبر 1899ء)

مجی عزیزی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب سلّمہٗ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پانچ سورو پیہ کا نوٹ اور باقی روپیہ یعنی پچھتر روپے پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء۔ دوآدمی جو نصیبین میں برفاقت مرزا خدابخش صاحب بھیجے جائیں گے۔ ان کے لئے پانچ سورو پیہ کی ضرورت ہوگی۔ لہذا تحریراً آں محبّ اطلاع دی گئی ہے کہ پانچ سورو پیہ ان کی روانگی کے لئے چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ نومبر ۱۸۹۹ء تک آں محبّ تشریف لائیں گے۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام

۹؍نومبر ۱۸۹۹ء خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

نوٹ:۔ اس خط میں نواب صاحب کے آنے کی جو تاریخ لکھی ہے۔ وہ صاف پڑھی نہیں گئی۔ غالباً آخر نومبر کی کوئی تاریخ ہوگی۔ نصیبین کا مشن بعد میں بعض مشکلات کی وجہ سے بھیجا نہ جاسکا۔ گو اس مقصد کو اللہ تعالیٰ نے پورا کردیا۔

(مکتوب نمبر 48، مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 252)

مکتوبات بنام حاجی سیٹھ اللہ رکھا عبدالرحمٰن مدراسی صاحبؓ

(11 جون 1899ء)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلّمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔ میں باوجود علالت طبع کے اور باوجود ایسی حالتوں کے کہ میں نے خیال کیا کہ شاید زندگی میں سے چند دم باقی ہیں، آپ کو دعا کرنے میں فراموش نہیں کیا بلکہ انہیں حالات میں نہایت درد دل سے دعا کی ہے اور اب تک میرے جوش میں کمی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس خط کے پہنچنے تک کتنی دفعہ مجھ کو دعا کا موقع ملے گا۔ میں ہرگز

باور نہیں کرتا کہ یہ دعائیں میری قبول نہ ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہو سکتا ہے آپ اس گھڑی کے یقین دل سے منتظر رہیں جبکہ دعاؤں کی قبولیت ظاہر ہو۔ ایک بڑے یقین کے ساتھ انتظار کرنا بڑا اثر رکھتا ہے۔ میں آپ کو نہیں بتلا سکتا کہ میں آپ کے لئے کس توجہ سے دعا کرتا ہوں۔ یہ حالت خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے۔ ان دنوں میں میری طبیعت بہت بیمار ہوگئی تھی ایک دفعہ مرض کا خطرناک حملہ بھی ہوا تھا۔ مگر شکر باری ہے کہ اس وقت میں بھی میں نے بہت دعا کی ہے اور اب تک طبیعت بہت کمزور ہے اس لئے کتاب کی تالیف میں بھی حرج ہے۔ ایک نہایت ضروری امر کے لئے آپ کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ مدراس میں ایک میلہ یوز آسف کا سال بسال ہوا کرتا ہے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ میلہ کرتے ہیں وہ یوز آسف کس کو کہتے ہیں اور کس مرتبہ کا انسان اس کو سمجھتے ہیں اور نیز ان کا کیا اعتقاد ہے کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کس قوم میں سے تھا۔ اور کیا مذہب رکھتا تھا اور نیز یہ کہ کیا اس جگہ کوئی یوز آسف کا کوئی مقام موجود ہے اور کیا ان لوگوں کے پاس ...... کوئی ایسی تحریریں ہیں جن سے یوز آسف کے سوانح معلوم ہو سکیں اور ایسا ہی دوسرے حالات جہاں تک ممکن ہو سکے دریافت کر کے جلد تر مجھ کو اس سے اطلاع بخشیں کیونکہ اس وقت کہ جواب آوے یہ کتاب معرضِ التوا میں رہے گی۔ اور میں نے باوجود ضعف طبیعت کے نہایت ضروری سمجھ کر یہ خط لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے اس خط کو پہنچاوے۔ باقی خیریت ہے۔　والسلام

۱۱؍جون ۱۸۹۹ء　　خاکسار

مرزا غلام احمد

(مکتوب نمبر 66، مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 395)

(2 اکتوبر 1899ء)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلّمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مبلغ سو روپیہ مرسلہ آنمکرم پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بہت جزا بخشے اور آفات دینی اور

دنیوی سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ کشمیر سے خلیفہ نوردین صاحب تحقیقات کر کے آ گئے ہیں۔ پانسو چھپن آدمی کی گواہی سے ثابت ہوا کہ وہ قبر جس کا ذکر رسالہ میں کیا گیا ہے مختلف ناموں سے مشہور ہے بعض یوز آسف نبی کی قبر کہتے اور بعض شہزادہ نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر اور اب عنقریب تین آدمی سفر خرچ کے انتظام کے بعد نصیبین کی طرف روانہ ہوں گے اور اس سے پہلے جلسہ ہوگا جس کی تاریخ ۱۲/نومبر ۱۸۹۹ء قرار پائی ہے۔ اس جلسہ سے چندروز بعد یہ تینوں روانہ ہو جائیں گے۔ باقی خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

میرزا غلام احمد

از قادیان

۲/اکتوبر ۱۸۹۹ء

(مکتوب نمبر 78، مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 407)

مکتوب بنام خواجہ کمال الدین صاحب

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

آنمکرم

محبی اخویم خواجہ کمال الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک معتبر اور مخلص کا خط جس میں یوز آسف کا بیان ہے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں مگر افسوس کہ یہ پتہ پشاور سے نہ مل سکا وجہ یہی ہے کہ آپ مسافر تھے اور پشاور کے باشندہ نہیں تھے اس لیے پوری توجہ نہیں دے سکے اب وقت بہت تنگ ہے یہ خط اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ اس تحریر کو دیکھ کر آپ اور گواہ پشاور میں سے پیدا کریں ورنہ تجویز یہ ہے کہ اس جگہ سے کوئی عالی ہمت دوست شیطان گمل میں بھیج دوں۔ یہ واقعہ صحیح ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یوز آسف یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس راہ

سے کشمیر کی طرف گئے تھے۔ایک بڑا ضروری کام جس کے لیے مجھے اپنے ہاتھ سے یہ خط لکھنا پڑا یہ ہے کہ اس خط میں لکھا ہے کہ آسف نبی کے نام پر اب تک تختِ کابل سے کچھ جاگیر چبوترہ کے نام مقرر ہے جس سے ظاہر ہے کہ دفتر کابل میں یوز آسف نبی کا ضرور ذکر ہوگا اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ مجاوروں کے پاس جو سندات ہوں گے اس میں بھی اس کا ذکر ہوگا۔خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمود غزنوی نے اس چبوترہ کی دوبارہ مرمت کی تھی کچھ تعجب نہیں کہ خواب آیا ہوتا ہمارے وقت تک یہ یادگار باقی رہ جائے کیا مولوی غلام حسن صاحب آپ کو کچھ بھی مدد نہیں دے سکتے۔نہایت جائے افسوس ہے یہ تو خدا نے ایک باطل طلسم کو توڑنے کے لیے ایک آسمانی حربہ نکالا ہے اس کی تائید سے برابر دنیا میں اور کوئی شے نہیں جس کے اثر سے چالیس کروڑ انسان کی اصلاح ہوسکے۔بہت جلد جواب آنا چاہیے۔آپ کے قادیان میں کس قدر دعوے تھے اب ان کی ایفاء کا وقت ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد

یہ تدبیر نکالنی چاہیے کہ کیونکر ہم کسی شاہی تحریر یا مجاوروں کی سند کی نقل لے سکیں۔

(غیر مطبوعہ خط۔ماخذ خلافت لائبریری ربوہ)

ملفوظات

ہفتہ مختتمہ 10 جولائی 1899

ایک دینی خوشخبری پر بے پایاں مسرت: اس ہفتہ میں جو سب سے عجیب اور دلچسپ جو بات واقع ہوئی اور جس نے ہمارے ایمانوں کو بڑی قوت بخشی وہ ایک چٹھی کا حضرت کے نام آنا تھا۔ اس میں پختہ ثبوت اور تفصیل سے لکھا تھا کہ جلال آباد (علاقہ کابل) کے علاقہ میں یوز آسف نبی کا چبوترہ موجود ہے اور وہاں مشہور ہے کہ دو ہزار برس ہوئے کہ یہ نبی شام سے یہاں آیا تھا اور سرکار کابل کی طرف سے کچھ جاگیر بھی اس چبوترے کے نام ہے۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں۔ اس خط سے حضرت اقدس اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ گواہ اور علیم ہے کہ اگر کوئی مجھے کروڑوں روپے لا دیتا تو میں کبھی اتنا خوش نہ ہوتا جیسا اس خط نے مجھے خوشی بخشی ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 203)

(12،13،14 نومبر 1899ء)

جلسہ[1] الوداع کی تقریب پر حضرت اقدسؑ کی تقریر

بعثت کی غرض: حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ صلیب سے اتر آنے اور اس حادثہ سے بچ جانے کا قرآن شریف میں صحیح اور یقینی علم دیا گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ پچھلے ہزار برس میں جہاں اسلام پر اور بہت سی آفتیں آئیں۔ وہاں یہ مسلہ بھی تاریکی میں پڑ گیا اور مسلمانوں میں بدقسمتی سے یہ خیال راسخ ہو گیا کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے، مگر اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تا کہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئیں ہیں، ان کو دور کروں اور اسلام کی حقیقت دنیا پر واضح کروں ور بیرونی طور پر جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی حقیقت کھول کر دکھاؤں۔ خصیصیت کے ساتھ وہ مذہب جو صلیبی مذہب ہے یعنی عیسائی مذہب، اس کے غلط اعتقادات کا استیصال کروں جو انسان کے لئے خطرناک طور پر مضر ہیں اور انسان کی روحانی قوتوں کی نشو ونما اور ترقیات کے لئے ایک روک ہیں۔

---

[1] ۔جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' تالیف کر رہے تھے انہیں ایام میں معلوم ہوا کہ نصیبین (ملک عراق عرب) میں حضرت مسیح ناصریؑ کے بعض آثار موجود ہیں۔ جن سے اُن کے اس سفر کا پتہ ملتا ہے اور تصدیق ہوتی ہے کہ وہ کشمیر میں آ کر رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے قرینِ مصلحت سمجھا تھا کہ ایک کمیشن (وفد) بھیجا جائے جو ان آثار و حالات کی خود تفتیش اور تحقیقات کرے اور پھر اُسی راستہ سے جو حضرت مسیحؑ نے کشمیر آنے کے لئے تجویز کیا تھا۔ واپس ہوتے ہوئے قادیان پہنچ جائے۔ اس وفد کو رخصت اور وداع کرنے کے لئے ایک جلسہ تجویز ہوا تھا جس کا نام جلسۃ الوداع رکھا گیا تھا؛ اگرچہ بعض پیش آمدہ امورِ ضروریہ کی وجہ سے اس کمیشن کا بھیجا جانا ملتوی ہو گیا۔ مگر یہ جلسہ 12، 13، 14 نومبر 1899ء کو خوب دھوم دھام سے ہوا۔ اس میں آپؑ نے یہ تقریر فرمائی۔

عیسیٰ ابن مریم کے متعلق اصل حقائق: منجملہ ان کے ایک یہی مسئلہ ہے جو مسیح کے آسمان پر جانے کے متعلق ہے اور جس میں بدقسمتی سے بعض مسلمان بھی ان کے شریک ہو گئے ہیں۔اسی ایک مسئلے پر عیسائیت کا دارومدار ہے کیونکہ عیسائیت کی نجات کا مدار اسی صلیب پر ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے لئے مصلوب ہوا اور پھر وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا، جو گویا اس کی خدائی کی دلیل ہے۔

جن مسلمانوں نے اپنی غلطی سے ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے۔وہ یہ تو نہیں مانتے کہ مسیح صلیب پر مر گیا، مگر وہ اتنا ضرور مانتے ہیں کہ وہ زندہ (بجسد عنصری) آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ لیکن جو حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولی ہے وہ یہ ہے کہ مسیحؑ ابن مریم اپنے ہمعصر یہودیوں کے ہاتھوں سخت ستایا گیا۔جس طرح پر راستباز لوگ اپنے زمانہ میں نادان مخالفوں کے ہاتھوں ستائے جاتے ہیں اور آخران یہودیوں نے اپنی منصوبہ بازی اور شرارتوں سے یہ کوشش کی کہ کسی طرح پر آپ کا خاتمہ کر دیں اور آپ کو مصلوب کرا دیں۔بظاہر وہ اپنی ان تجاویز میں کامیاب ہو گئے، کیونکہ حضرت مسیحؑ ابن مریم کو صلیب پر چڑھائے جانے کا حکم دیدیا گیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے راستبازوں اور ماموروں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ان کو اس لعنت سے جو صلیب کی موت کے ساتھ وابستہ تھی بچا لیا اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ اس صلیب پر سے زندہ اُتر آئے۔اس امر کے ثبوت کے لیے بہت سے دلائل ہیں جو خاص انجیل سے ہی مل سکتے ہیں، لیکن اس وقت ان کا بیان کرنا میری غرض نہیں ہے، جو شخص ان واقعات پر جو صلیب کے متعلق انجیل میں درج ہیں، غور کرے گا۔تو ان کے پڑھنے سے اُسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیحؑ ابن مریم صلیب پر سے زندہ اُتر آئے تھے اور پھر یہ خیال کر کے کہ اس ملک میں اُن کے بہت سے دشمن تھے اور دشمن بھی وہ جو اُن کے جانی دشمن تھے اور جیسا کہ وہ پہلے کہہ چکے تھے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا، مگر اپنے وطن میں جس سے ان کی ہجرت کا پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور اپنے فرض رسالت کو پورا کرنے کے لیے وہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکلے اور نصیبین کی طرف سے ہوتے ہوئے

افغانستان کے راستہ کشمیر میں آ کر بنی اسرائیل کو جو کشمیر میں موجود تھے،تبلیغ کرتے رہے اوراُن کی اصلاح کی اورآخرکاراُن میں ہی وفات پائی۔ یہ امر ہے جو مجھ پر کھولا گیا ہے۔

اس مسئلہ کی اہمیت: اس ایک مسئلہ سے ہی عیسائیت کا ستون ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ جب صلیب پر مسیحؑ کی موت ہی نہیں ہوئی اور وہ تین دن کے بعد زندہ ہوکر آسمان پر گئے ہی نہیں،تو الوہیت اور کفارہ کی عمارت تو بیخ و بنیاد سے گر پڑی اور مسلمانوں کا غلط خیال (جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی سخت توہین ہوتی تھی کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر دوبارہ نازل ہوں گے؛ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا جس کی نبوت پر آپؐ کی مُہر نہ ہوبھی دور ہوگیا۔اور قرآن شریف کی اصل اور پاک تعلیم سچی ثابت ہوگئی۔ کیونکہ قرآن شریف میں تو مسیحؑ کا صاف اقرار **فلما توفیتنی** کا موجود ہے،جس سے کوئی انکارنہیں کرسکتا۔

وفات مسیح کے مسئلہ پر زور دینے کی وجہ: یہی وجہ ہے کہ ہم وفات مسیح کے مسئلہ پر زیادہ زور دیتے ہیں، کیونکہ اسی موت کے ساتھ عیسائی مذہب کی بھی موت ہے اوراسی غرض سے میں نے کتاب ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ لکھنی شروع کی ہے اوراس کتاب کے بعض مطالب کی تکمیل کے لیے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنی جماعت میں سے چند آدمیوں کو بھیجوں۔ جواُن علاقہ جات میں جاکران آثار کا پتہ لگائیں،جن کا وہاں موجود ہونا بتایا جاتا ہے؛ چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ جلسہ کیا ہے،تاکہ ان دوستوں کو رخصت کرنے کے لیے پہلے ہم سب مل کراُن کے لیے دعائیں کریں کہ وہ خیروعافیت کے ساتھ اس مبارک سفر کے لیے رخصت ہوں اور کامیاب ہوکر واپس آئیں۔

حضرت مسیح کا واقعہ صلیب کے بعد نصیبین جانا: اگرچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے۔اگر نہ بھی کیا جاتا،تو بھی خداتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس قدر شواہداوردلائل ہم کواس امر کے لیے دیدیئے ہیں،جن کو مخالف کا قلم اورزبان توڑ نہیں سکتی، لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ حقائق اور معارف کا بھوکا پیاسا ہوتا ہے۔کبھی ان سے سیر نہیں ہوتا۔اس لیے ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ جس

قدر ثبوت اور دلائل اور مل سکیں۔ وہ اچھا ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہ تقریب پیش آئی ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو نصیبین کی طرف بھیجتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمیں پتہ ملا ہے کہ وہاں کے حاکم نے حضرت مسیحؑ کو (جبکہ وہ اپنی ناشکر گزار قوم کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ لکھا تھا کہ آپ میرے پاس چلے آیئے اور واقعہ صلیب سے بچ جانے کے بعد اس مقام پر پہنچ کر انہوں نے بدقسمت قوم کے ہاتھ سے نجات پائی۔ وہاں کے حاکم نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ میرے پاس آجائیں گے تو آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کروں گا اور میں بیمار ہوں میرے لیے دُعا بھی کریں) اگرچہ یہ امر ہمیں ایک انگریزی کتاب سے معلوم ہوا ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ روضۃ الصفا جو ایک اسلامی تاریخ ہے۔ اس قسم کا مفہوم اس سے بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نصیبین میں ضرور آئے اور اسی راستے سے وہ ہندوستان کو چلے آئے۔ سارا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے، **لیکن ہمارا دل تو گواہی دیتا ہے کہ اس سفر سے انشاء اللہ حقیقت کھل جائے گی اور اصل معاملہ صاف ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس سفر میں ایسی تحریریں پیش ہو جاویں یا ایسے کتبے نکل آویں، جو حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر کے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالنے والے ہوں یا حواریوں میں سے کسی کی قبر کا کوئی پتہ چل جائے یا اور اس قسم کے بعض امور نکل آویں، جو ہمارے مقصد میں موید ثابت ہوسکیں**، اس لئے میں نے اپنی جماعت میں سے تین آدمیوں کو اس سفر کے لئے تیار کیا ہے۔ ان کے لئے ایک عربی تصنیف بھی میں کرنی چاہتا ہوں، جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہاں جہاں وہ جاویں۔ اس کو تقسیم کرتے رہیں اس طرح اس سفر سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہمارے سلسلے کی اشاعت بھی ہوتی جائے گی۔

ایک مخلص اور وفادار جماعت: اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں۔ نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔

حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹھانے پڑے۔ اور ان کے عوارض اور اسباب میں سے جماعت کی کمزوری اور بیدلی بھی تھی؛ چنانچہ جب ان کو گرفتار کیا گیا، تو پطرس جیسے اعظم الحوارین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا، بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیج دی۔ اور اکثر حواری ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا، جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا۔ یہاں تک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے ان کو آخر کار بامراد کیا۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس کی قدر اور مرتبہ کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفا دوری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ جس دن سے میں نے نصیبین کی طرف ایک جماعت کے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص کوشش کرتا ہے کہ اس خدمت پر مامور کیا جائے اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر اس کو بھیجا جائے۔ تو اس کی بڑی ہی خوش قسمتی ہے۔ بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن میں ان درخواستوں سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کو اس سفر کے واسطے منتخب کر چکا تھا اور مولوی قطب الدین اور میاں جمال دین کو ان کے ساتھ جانے کے واسطے تجویز کر لیا تھا۔ اس واسطے مجھے ان احباب کی درخواستوں کو رد کرنا پڑا۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنھوں نے بصد مشکل اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی پاک نیتوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائیں گے۔

خدا تعالیٰ کی خاطر سفر کی عظمت: دور دراز بلاد اور ممالک غیر کا سفر آسان امر نہیں ہے؛ اگرچہ یہ سچ ہے کہ اس وقت سفر آسان ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کس کو علم ہوسکتا

ہے، کہ اس سفر سے کون زندہ آئے گا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیویوں اور دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر جانا کوئی سہل بات نہیں ہے۔ اپنے کاروبار اور اپنے معاملات کو ابتری اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر ان لوگوں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے اور انشراح صدر سے اختیار کیا ہے۔ جس کے لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ بڑا ثواب ہے۔ ایک تو سفر کا ثواب ہے، کیونکہ یہ سفر محض خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے اظہار کے واسطے ہے۔ دوسرے اس سفر میں جو جو مشقتیں اور تکالیف ان لوگوں کو اٹھانی پڑیں گی، ان کا بھی ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا، جبکہ **مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه**' (الزلزال: ۸) کے موافق وہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا، تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے۔ اس کا اجر کبھی ضائع ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو۔ ریا اور دوسرے اغراض شہرت ونمود کے نہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ بر و بحر کے شدائد و مصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کو قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہوسکتا۔ بہت سے بھائی ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے اور میں بھی ان کے واسطے دعاوں میں مصروف رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس مقصد میں کامیاب کرے اور خیر و عافیت سے واپس لاوے اور سچ تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی ان کے واسطے دعائیں کریں گے اور وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

جماعت کی مروت اور ہمت: اب میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ہماری جماعت نے دو قسم کی مروت اور ہمت دکھائی ہے۔ ایک تو یہ گروہ ہے جنہوں نے سفر اختیار کیا اور اپنے آپ کو سفر کے خطرات میں ڈالا ہے اور ان مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں جو اس راہ میں انہیں پیش آئیں گی۔ دوسرا وہ گروہ ہے جنہوں نے میری دینی اغراض و مقاصد میں ہمیشہ دل کھول کر چندے دئے ہیں۔ مَیں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا کہ تفصیل کروں، کیونکہ ہر شخص کم وبیش اپنی استطاعت اور مقدرت کے موافق حصہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس اخلاص اور وفاداری سے ان چندوں میں شریک ہوتے ہیں۔ مَیں یہ خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت نے وُہ صدق اور وفا دکھایا

ہے جو صحابہؓ ساعت العُسر میں دکھاتے تھے؛ اگرچہ اشتہار میں مَیں نے چند دوستوں کے نام لکھے ہیں، جنھوں نے اپنے صدق و ہمت کا نمونہ دکھایا ہے، لیکن اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ میں دوسروں سے بے خبر ہوں یا اُن کی خدمات کو قابلِ قدر نہیں سمجھتا۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ کون سرگری اور اخلاص کے ساتھ میری راہ میں دوڑتا ہے۔ میں چونکہ بیمار تھا اور ابھی تک طبیعت ناساز ہے، اس لئے میں پوری تفصیل نہ دے سکا اور نہ مختصر سے اشتہار میں اتنی تفصیل ہوسکتی تھی۔ پس جن لوگوں کے نام درج نہیں ہوئے۔ اُن کو افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے صدق اور اخلاص کو خوب جانتا ہے۔

مالی قربانی محض للہ ہو: اگر کوئی شخص اس غرض کے لئے چندہ دیتا ہے یا ہماری دینی ضروریات میں شریک ہوتا ہے کہ اُس کا نام شائع کیا جائے، تو یقیناً سمجھو کہ وُہ دُنیا کی شہرت اور نام ونمود کا خواہشمند ہے، لیکن جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس راہ میں قدم رکھتا ہے اور خدمتِ دین کے لئے کمر بستہ ہوتا ہے، اُس کو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ دُنیا کے نام کچھ حقیقت اور اثر اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں۔ نام وہی بہتر ہوتے ہیں، جو آسمان پر رکھے جائیں۔ کاغذات کا کیا اثر ہے۔ ایک دن ہوتے ہیں اور دُوسرے دن ضائع ہوجاتے ہیں، لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہوسکتا۔ اس کا اثر ابدالآباد کے لئے ہوتا ہے، میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہیں جن کو تم میں سے شاید بہت ہی کم جانتے ہوں، لیکن انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ مثلاً مَیں نظیر کے طور پر کہتا ہوں کہ مرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہیں۔ مَیں نے اُن کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ اس طرح پر بھائیوں میں باہم تعارف بڑھتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اُن کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں۔ ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہیں اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوشِ محبت سے لبریز ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 221 تا 226)

(19،اپریل 1901ء)

19،اپریل 1901ء کولاہور سے فورمن کالج اورامریکی مشن کے دو پادری مع ایک دیسی عیسائی کے قادیان آئے تھے۔وہ حضرت مسیح موعودؑ سے بھی ملے اورانہوں نے کچھ سوالات حضورؑ سے کئے جن کا جواب حضرت اقدسؑ دیتے رہے۔(ان میں سے ہجرتِ مسیح سے متعلقہ حصہ پیش ہے)

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 487تا488)

مسیحؑ کا واقعہ صلیب:

سوال: آپ کا خیال مسیحؑ کی صلیب کی نسبت کیا ہے؟

جواب: میں اس کو نہیں مانتا کہ وہ صلیب پر مرے ہوں بلکہ میری تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے اور خود مسیح علیہ السلام بھی میری رائے سے متفق ہیں۔حضرت مسیحؑ کا بڑا معجزہ یہی تھا کہ وہ صلیب پر نہیں مریں گے، کیونکہ یونسؑ نبی کے نشان کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔اب اگر یہ مان لیا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے غلطی سے مان رکھا ہے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے تو پھر یہ نشان کہاں گیا اور یونسؑ نبی کے ساتھ مماثلت کیسی ہوئی؟ یہ کہنا کہ وہ قبر میں داخل ہو کر تین دن کے بعد زندہ ہوئے۔بہت بے ہودہ بات ہے۔اس لئے کہ یونسؑ تو مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے تھے، نہ مر کر۔یہ نبی کی بے ادبی ہے۔اگر ہم اس کی تاویل کرنے لگیں۔اصل بات یہی ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔ہر ایک سلیم الفطرت انسان کو واجب ہے کہ جو کچھ مسیحؑ نے صاف لفظوں میں کہا اس کو محکم طور پر پکڑیں۔حضرت عیسیٰؑ پر ایک غشی کی حالت تھی۔انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اور اسباب اور واقعات بھی اس قسم کے پیش آ گئے تھے کہ وہ صلیب کی موت سے بچ جائیں؛ چنانچہ سبت کے شروع ہونے کا خیال۔حاکم کا مسیح کے خون سے ہاتھ دھونا۔اس کی بیوی کا خواب دیکھنا وغیرہ۔

خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھا دیا ہے کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ دلائل و براہین کا دیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے۔صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔غشی کی

حالت بجائے خود موت ہوتی ہے۔ دیکھو سکتہ کی حالت میں نہ نبض رہتی ہے نہ دل کا مقام حرکت کرتا ہے۔ بالکل مُردہ ہی ہوتا ہے۔ مگر پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ مسیح کے نہ مرنے کے دو بڑے زبردست گواہ ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ یہ ایک نشان اور معجزہ تھا۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس کی کسرِ شان کی جائے اور وہ آدمی سخت حقارت اور نفرت کے لائق ہے جو اللہ تعالیٰ کے نشانات کو حقیر سمجھ لیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اس کی تصدیق نہیں کرتے کہ وہ صلیب پر مرے ہیں بلکہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے اور پھر اپنی طبعی موت سے مرنے کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اگر انجیل کی ساری باتوں کو جو اس واقعہ صلیب کے متعلق ہیں یکجائی نظر سے دیکھیں، تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر مرے ہوں۔ حواریوں کو ملنا، زخم دکھانا، کباب کھانا، سفر کرنا۔ یہ سب امور ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں؛ اگرچہ خوش اعتقادی سے ان واقعات کی کچھ بھی تاویل کیوں نہ کی جاوے، لیکن ایک منصف مزاج کہہ اٹھے گا کہ زخم لگے رہے اور کھانے کے محتاج رہے یہ زندہ آدمی کے واقعات ہیں۔ یہ واقعات اور صلیب کے بعد کے دوسرے واقعات گواہی دیتے ہیں اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ دو تین گھنٹہ سے زیادہ صلیب پر نہیں رہے اور وہ صلیب اس قسم کی نہ تھی جیسے آج کل پھانسی ہوتی ہے جس پر لٹکاتے ہی دو تین منٹ کے اندر ہی کام تمام ہو جاتا ہے، بلکہ اس میں تو کیل وغیرہ ٹھونک دیا کرتے تھے۔ اور کئی دن زندہ رہ کر انسان بھوکا پیاسا مر جاتا تھا۔ مسیح کے لئے اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ وہ صرف دو تین گھنٹہ کے اندر ہی صلیب سے اتار لئے گئے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جو انجیل میں موجود ہیں۔ جو مسیحؑ کے صلیب پر نہ مرنے کے لئے زبردست گواہ ہیں۔ پھر ایک اور بری شہادت ہے جو اس کی تائید میں ہے۔ وہ مرہم عیسیٰ ہے۔ جو طب کی ہزاروں کتابوں میں برابر درج ہے اور اس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ یہ مرہم عیسیٰ کے زخموں کے واسطے حواریوں نے تیار کی تھی۔ یہودیوں، عیسائیوں کی طبی کتابوں میں اس مرہم کا ذکر موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور امر پیدا ہو گیا ہے جس نے قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کا صلیب

پر مرنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے اور وہ ہے مسیح کی قبر۔

مسیحؑ کی قبر:

''مسیح کی قبر سری نگر خانیار کے محلّہ میں ثابت ہوگئی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دنیا کو ایک زلزلہ میں ڈال دے گی۔ کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مرے تھے، تو یہ قبر کہاں سے آ گئی؟''

سوال: آپ نے خود دیکھا ہے؟

جواب: ''مَیں خود وہاں نہیں گیا، لیکن مَیں نے اپنا ایک مخلص ثقہ مرید وہاں بھیجا تھا۔ وہ وہاں ایک عرصہ تک رہا اور اس کے متعلق پوری تحقیقات کر کے پانسو معتبر آدمیوں کے دستخط کرائے جنہوں نے اس قبر کی تصدیق کی۔ وہ لوگ اس کو شہزادہ نبی کہتے ہیں اور عیسیٰ صاحب کی قبر کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ آج سے گیارہ سو سال پہلے اکمال الدین نام ایک کتاب چھپی ہے وہ بعینہٖ انجیل ہے۔ وہ کتاب یوز آسف کی طرف منسوب ہے۔ اس نے اس کا نام بشریٰ یعنی انجیل رکھا ہے۔ یہی تمثیلیں، یہی قصے، یہی اخلاقی باتیں جو انجیل میں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات عبارتوں کی عبارتیں انجیل سے ملتی ہیں۔ اب یہ ثابت شدہ بات ہے کہ وہ یوز آسف کی قبر ہے۔

یوز آسف:

یُوز آسف وہی ہے جس کو یسوع کہتے ہیں۔ اور آسف کے معنی ہیں پراگندہ جماعتوں کو جمع کرنے والا۔ چونکہ مسیح علیہ السلام کا کام بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنا تھا اور اہل کشمیر بہ اتفاقِ اہلِ تحقیق بنی اسرائیل ہی ہیں۔ اس لئے ان کا یہاں آنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ خود یوز آسف کا قصہ یورپ میں مشہور ہے، بلکہ یہاں تک کہ اٹلی میں اس نام پر ایک گرجا بھی بنایا گیا ہے اور ہر سال وہاں ایک میلہ بھی ہوتا ہے۔ اب اس قدر صرفِ کثیر سے ایک مذہبی عمارت کا بنانا اور پھر ہر سال اس پر ایک میلہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سرسری نگاہ سے دیکھی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یوز آسف مسیحؑ کا حواری تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات سچی نہیں ہے۔ یوز آسف خود ہی مسیح تھا۔ اگر وہ حواری ہے تو یہ تمہارا فرض ہے کہ تم ثابت کرو کہ مسیح کے کسی حواری کا نام شہزادہ نبی تھا۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو صلیب کے واقعہ کا سارا پردہ ان سے کھل جاتا ہے۔ ہاں اگر مسیحی اس بات کے قائل نہ ہوتے، تو البتہ بحث بند ہو جاتی لیکن جبکہ انہوں نے قبول کرلیا ہے کہ یوز آسف ایک شخص ہوا ہے اور اس کی تعلیم انجیل ہی کی تعلیم ہے اور اس نے بھی اپنی کتاب کا نام انجیل ہی رکھ لیا ہے اور جس طرح پر شہزادہ نبی مسیح کا نام ہے اس کو بھی شہزادہ نبی کہتے ہیں۔ اب غور کرنے کے قابل بات ہے کہ اگر یہ خود مسیح ہی نہیں تو اور کون ہے؟

خدا کے لئے سوچو۔ جو شخص دنیا سے دل نہیں لگاتا اور سچائی سے پیار کرتا ہے اس کو تو ماننے میں ذرا بھی عذر نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب مان لیا کہ یوز آسف واقعی ایک شخص تھا جس کا مسیح سے تعلق تھا اور پھر اٹلی میں اس کا گرجا بھی بنا دیا اور ہر سال وہاں میلہ بھی ہوتا ہے اور پھر یہ بھی اقرار کرلیا کہ اس کی تعلیم انجیل ہی کی تعلیم ہے پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ خود مسیح نہیں ہے؟ یہ چار باتیں جب تسلیم کرلیں تو میں ایک جز لے کر آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ وہ حواری تھا۔ ثابت کر کے دکھاؤ کہ یوز آسف کسی حواری کا بھی نام تھا۔ اور یوز آسف تو یسوع سے بگڑا ہوا ہے۔ اب ایک ہی بات سے فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر یہ ثابت کر کے دکھایا جاوے کہ مسیحؑ کے کسی حواری کا نام یوز آسف، شہزادہ نبی اور عیسیٰ صاحب ہے تو بے شک یہ قبر کسی حواری کی قبر ہوگی۔ اگر یہ ثابت نہ ہو اور ہرگز ہرگز ثابت نہ ہوگا، تو پھر میری بات کو مان لو کہ اس قبر میں خود حضرت مسیحؑ ہی سوتے ہیں۔

مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ بردباری کے ساتھ سنتے ہیں۔ جو بردباری سے سنتا ہے وہ تحقیق کرسکتا ہے۔ جس قدر باتیں آپ نے سنی ہیں دوسرے کم سنتے ہیں۔ آپ خدا کے لئے غور کریں کہ جس حالت میں یہ قصہ مشترک ہوگیا ہے کہ وہ حواریوں میں سے تھا۔ بہرحال تعلق تو مانا گیا اور پھر گرجا بنا دیا اور ہر سال میلہ ہونے لگا تو اب آپ بتائیں کہ یہ ثبوت کس کے ذمہ ہے؟ اگر مسیحی تعلق نہ مان لیتے تو بارِ ثبوت بیشک میرے ذمے ہوتا۔ لیکن جب آپ لوگوں نے خود اس کو مان لیا ہے۔ تو مَیں آپ سے ثبوت مانگتا ہوں کہ کسی ایسے حواری کا پتہ دیں جو شاہزادہ نبی کہلایا ہو۔''

پادری صاحب: ہم آپ کی مہربانی اور خاطرداری کے لئے بہت مشکور ہیں۔

حضرت اقدسؑ: ''یہ تو ہمارا فرضِ منصبی ہے جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا ہے۔ اس کو کرنا ضروری ہے''

(حضرت اقدس حجۃ اللہ کی یہ تقریر سن کر مسٹر فضل نے (جو غالباً لاہور کی بک سوسائٹی میں ملازم ہیں اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے زبان کھولی، لیکن اس سے بہتر ہوتا کہ وہ خاموش رہتے اور ان کی دانش اور غور طلب طبیعت کا راز نہ کھلتا۔ حضرت اقدسؑ نے اس قدر طول طویل تقریر یوز آسف کے متعلق فرمائی اور اس کو تاریخی شہادتوں کے ساتھ موکد فرمایا۔ مگر مسٹر فضل کے سوال پر نگاہ کی جائے کہ آپ کیا فرماتے ہیں)

مسٹر فضل: قبر کے متعلق کوئی تاریخی ثبوت ملا ہے؟

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ''گیارہ سو برس کی کتاب موجود ہے۔ خود عیسائیوں میں اس کا گرجا موجود ہے۔ وہاں میلہ ہوتا ہے اور ابھی آپ تاریخی ثبوت ہی پوچھتے ہیں۔ یہ کیا ہے؟ یہ تاریخی ثبوت نہیں تو کیا ہے؟

اور یہ بھی فرمایا کہ: تم لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ صرف دھوکا دینا چاہتے ہو۔ مَیں ہر انسان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ پاک دل بنے۔ ریاکاری اور تعصب سے اپنے دل کو صاف کرے اور جہاں سے صداقت اور حکمت کی بات ملے، اس کو نہایت فراخدلی کے ساتھ قبول کرے۔ مَیں ہر وقت سننے کو تیار ہوں۔ اگر آپ صفائی سے جواب دیں کہ مسیح کے اس حواری کو اس وجہ سے شہزادہ نبی کہتے ہیں۔ اور اگر آپ کوئی جواب نہ دیں اور جواب ہے بھی نہیں اور صرف اعتقادی طور پر بتائیں کہ ہم ایسا مانتے ہیں تو یہ ایسی بات ہے جیسے کسی ہندو سے پوچھیں کہ تم جو کہتے ہیں کہ گنگا مہا دیو کی جٹوں سے نکلتی ہے یا اس میں سَت ہے اور اس کے جواب میں صرف یہی کہے کہ مَیں اس کے دلائل تو نہیں دے سکتا، مگر ضرور مانتا ہوں کہ اس میں سَت ہے، تو یہ معقول بات نہ ہوگی۔ غرض مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں نے نہ اعتقاد کے طور پر بلکہ تحقیقات سے ثابت کر لیا ہے کہ یہ قبر واقعی حضرت مسیحؑ ہی کی قبر ہے۔ واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں، تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ جرمنی میں ایسے مسیحی بھی ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر نہیں مرے۔ یہ

بات بہت صاف ہے اور غور کرنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔‘‘

انسان کا فرض:

سوال: آپ کی سمجھ میں عیسائیوں کا کیا فرض ہے؟

جواب: ہر ایک انسان کا فرض یہ ہونا چاہئے کہ حق کی تلاش کرے اور حق جہاں اسے ملے اس کو فوراً لے لے، عیسائیوں کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

اس کے بعد پادریوں نے مکرر حضرت اقدس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کتب خانہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دفتر اخبار الحکم سے کچھ کتابیں لیں اور واپس چلے گئے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 500 تا 505)

(22 دسمبر 1901ء)

کسرِ صلیب:

عیسائی مذہب کے استیصال کے لئے ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ یہ طلسم ٹوٹ جاوے اور وہ بت جو صلیب کا بنایا گیا ہے گر پڑے اور اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے مبعوث نہ بھی فرماتا تب بھی زمانہ نے ایسے حالات اور اسباب پیدا کر دیئے تھے کہ عیسائیت کا پول کھل جاتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت اور جلال کے یہ صریح خلاف ہے کہ ایک عورت کا بچہ خدا بنایا جاتا جو انسانی حوائج اور لوازم بشریہ سے کچھ بھی استثناء اپنے اندر نہیں رکھتا۔

میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں نے کامل تحقیقات کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا ہے اصل بات یہ ہے کہ وہ صلیب سے زندہ اتارا گیا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا آیا جہاں اس نے ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اب تک اس کی قبر خانیار کے محلّہ میں یوز آسف یا شہزادہ نبی کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ بات ایسی نہیں ہے جو محکم اور مستحکم دلائل کی بناء پر نہ ہو بلکہ صلیب کے جو واقعات انجیل میں لکھے ہیں خود انہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا سب سے

اول یہ کہ خود مسیح نے اپنی مثال یونس سے دی ہے کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے تھے یا مر کر اور پھر یہ کہ پیلاطوس کی بیوی نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع پیلاطوس کو بھی اس نے کر دی اور وہ اس فکر میں ہو گیا کہ اس کو بچایا جاوے اور اسی لیے پیلاطوس نے مختلف پیرایوں میں مسیح کو چھوڑ دینے کی کوشش کی اور آخر کار اپنے ہاتھ دھو کر ثابت کیا کہ میں اس سے بری ہوں۔ اور پھر جب یہودی کسی طرح ماننے والے نظر نہ آئے تو یہ کوشس کی گئی کہ جمعہ کے دن بعد عصر آپ کو صلیب دی گئی اور چونکہ صلیب پر بھوک پیاس اور دھوپ وغیرہ کی شدت سے کئی دن رہ کر مصلوب انسان مر جایا کرتا تھا وہ موقعہ مسیح کو پیش نہ آیا کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا تھا کہ جمعہ کے دن غروب ہونے سے پہلے اسے صلیب پر سے نہ اتار لیا جاتا کیونکہ یہودیوں کی شریعت کی رو سے یہ سخت گناہ تھا کہ کوئی شخص سبت یا سبت سے پہلے رات پر رہے۔ مسیح چونکہ جمعہ کی آخری گھڑی صلیب چڑھایا گیا تھا اس لئے بعض واقعات آندھی وغیرہ کے پیش آجانے سے فی الفور اتار لیا گیا پھر دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان کی ہڈیاں توڑی گئیں مگر مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔

پھر مسیح کی لاش ایک ایسے آدمی کے سپرد کر دی گئی جو مسیح کا شاگرد تھا اور اصل تو یہ ہے کہ خود پیلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس کی مرید تھی چنانچہ پلاطوس کو عیسائی شہیدوں میں لکھا ہے اور اس کی بیوی کو ولیہ قرار دیا گیا اور ان سب سے بڑھ کر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے جس کو مسلمان، یہودی، رومی اور عیسائی اور مجوسی طبیبوں نے بلا اتفاق لکھا ہے کہ مسیح کے زخموں کے لیے تیار ہوا تھا اور اس کا نام مرہم عیسیٰ، مرہم حوارین اور مرہم رسل اور مرہم شلیخہ وغیرہ بھی رکھا۔ کم از کم ہزار کتاب میں یہ نسخہ موجود ہے اور یہ کوئی عیسائی ثابت نہیں کر سکتا کہ صلیبی زخموں کے سوا اور بھی کوئی زخم مسیح کو لگے تھے۔ اور اس وقت حواری بھی موجود تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ تمام اسباب اگر ایک جا جمع کیے جاویں، تو صاف شہادت نہیں دیتے کہ صلیب پر زندہ بچ کر اتر آیا تھا۔ اس پر اس وقت ہمیں کوئی لمبی بحث نہیں کرنی ہے یہودیوں کے جو فرقے متفرق ہو کر افغانستان یا کشمیر میں آ گئے تھے وہ ان کی تلاش میں

ادھر چلے آئے۔اور پھر آخر کشمیر ہی میں انہوں نے وفات پائی۔اور یہ بات انگریز محققوں نے بھی مان لی ہے کہ کشمیری دراصل بنی اسرائیل ہیں چنانچہ برنئیر نے اپنے سفرنامہ میں یہی لکھا ہے اب جبکہ یہ ثابت ہوتا ہے اور واقعات صحیحہ کی بناء پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اتر آئے ہیں تو کفارہ کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔

پھر سب سے عجیب تر تو یہ بات ہے کہ عیسائی جس عورت کی شہادت سے مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں وہ خود ایک اچھے اور شریف چال چلن کی عورت نہ تھی۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 76 تا 77)

(تقریر 27 دسمبر 1901ء)

الوہیتِ مسیح:

اب کسرِ صلیب کے سامان کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں اور عیسائی مذہب کا باطل ہونا ایک بدیہی مسئلہ ہو گیا ہے۔جس طرح پر چور پکڑا جاتا ہے تو اول اول وہ کوئی اقرار نہیں کرتا اور پتہ نہیں دیتا مگر جب پولیس کی تفتیش کامل ہو جاتی ہے تو پھر ساتھی بھی نکل آتے ہیں اور عورتوں بچوں کی شہادت بھی کافی ہو جاتی ہے۔کچھ کچھ مال بھی برآمد ہو جاتا ہے۔تو پھر اس کو بے حیائی سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہاں میں نے چوری کی ہے۔اسی طرح پر عیسائی مذہب کا حال ہوا ہے۔صلیب پر مرنا یسوع کو کاذب ٹھہراتا ہے۔لعنت دل کو گندہ کرتی اور خدا سے قطع تعلق کرتی ہے۔اور اپنا قول کہ یونسؑ کے معجزہ کے سوا اور کوئی معجزہ نہ دیا جاوے گا۔باقی معجزات کو ردّ کرتا اور صلیب پر مرنے سے بچنے کو معجزہ ٹھہراتا ہے۔عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ انجیل میں کچھ حصہ الحاقی بھی ہے۔یہ ساری باتیں مل ملا کر اس بات کا اچھا خاصہ ذخیرہ ہیں جو یسوع کی خدائی کی دیوار کو جو ریت پر بنائی گئی تھی بالکل خاک سے ملا دیں اور سرینگر میں اس کی قبر نے صلیب کو بالکل توڑ ڈالا۔مرہم عیسیٰ اس کے لیے بطور شاہد ہو گئی۔غرض یہ ساری باتیں جب ایک خوبصورت ترتیب کے ساتھ ایک دانشمند

سلیم الفطرت انسان کے سامنے پیش کی جاویں، تو اُسے صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مسیحؑ صلیب پر نہیں مرا۔اس لیے کفّارہ جو عیسائیت کا اصل الاصول ہے، بالکل باطل ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 128)

(14 جون 1902ء)

مسیح کی قبر کی اشاعت یورپ میں:

یُورپ اور دوسرے ملکوں میں ہم ایک اشتہار شائع کرنا چاہتے ہیں جو بہت ہی مختصر ایک چھوٹے سے صفحے کا ہوتا کہ سب اُسے پڑھ لیں۔اس کا مضمون اتنا ہی ہو کہ مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔جو واقعاتِ صحیحہ کی بناء پر ثابت ہوگئی ہے۔اس کے متعلق مزید حالات اور واقفیت اگر کوئی معلوم کرنا چاہےتو ہم سے کر لے۔اس قسم کا اشتہار ہو جو بہت کثرت سے چھپوا کر شائع کیا جاوے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 219)

(5 اکتوبر 1902ء)

واقعہ صلیب کے بعد مسیح کی زندگی کے متعلق پطرس کی شہادت: قبل نماز مغرب جب حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو رُڑکی سے آئے ہوئے احباب ملے جو برات میں گئے تھے۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے (جو حضرت اقدس کے سلسلہ میں ایک درخشندہ گوہر ہیں اور جو عیسائیوں کی کتابوں کو پڑھ کر ان میں سے سلسلہ عالیہ کے مفید مطلب مضامین کے اقتباس کرنے کا بے حد شوق اور جوش رکھتے ہیں) پطرس کے متعلق سنایا کہ رُڑکی میں پادریوں سے مل کر میں نے اس سوال کو حل کیا ہے۔معلوم ہوا ہے کہ صلیب کے وقت پطرس کی عمر ۳۰ یا ۴۰ سال کے درمیان تھی۔ناظرین کو اس سوال ''عمر پطرس کی ضرورت'' کے لیے ہم الحکم کا وہ نوٹ یاد دلاتے

ہیں جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ بعض کاغذات اس قسم کے ہیں۔جن میں پطرس لکھتا ہے کہ میں نے مسیح کی وفات کے تین سال بعد ان کو لکھا ہے۔اور اب میری عمر ۹۰ سال کی ہے۔گویا مسیح نے جب وفات پائی،تو پطرس کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی اور واقعہ صلیب کے وقت پطرس کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان بتائی جاتی ہے۔تو اب اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد کم از کم ۴۷ سال تک بموجب اس تحریر کے زندہ رہا۔اور پطرس ان کے ساتھ رہا۔اور یہ ثابت ہو گیا کہ صلیب پر مسیح نہیں مرا، بلکہ طبعی موت سے مرا ہے اور نہ آسمان پر اس جسم کے ساتھ اٹھایا گیا، کیونکہ راس الحواریین پطرس اس کی موت کا اعتراف کرتا ہے اور موت اکا وقت دیتا ہے۔

مفتی صاحب نے یہ عظیم الشان خوشخبری حضرت کو سنائی۔پھر نماز مغرب ادا ہوئی۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 312 تا 313)

مبارک بشارت: اب بہتر ہے کہ اس کے پیچھے ایک مبارک بشارت لکھ دی جاوے کہ عیسائیوں کے محقّقین کی تحریروں سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب کے واقعہ کے بعد بھی زندہ رہے جیسا کہ پطرس کی اس تحریر سے جو ملی ہے معلوم ہوا۔

اس تحقیقات سے ہر ایک محقّق کو خوش ہونا چاہیے، کیونکہ یہ ان کاغذات سے ثابت ہوئی ہے جو مسیح کے خاص حواری پطرس کے لکھے ہوئے ہیں۔

دنیا میں اس وقت ایک عام تحریک ہو رہی ہے اور آئے دن ایک نہ ایک بات ہماری تصدیق اور تائید میں نکلتی آتی ہے۔یہ خدا کا کام ہے۔اب دیکھ لو کہ یہ کاغذ نکل آئے ہیں جو پطرس کے لکھے ہوئے ہیں۔ہماری جماعت ان کو پڑھ کر خوش ہو گی اور ان کا ایمان بڑھے گا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 314)

(17 اکتوبر 1902ء)

مردوں کے قبروں سے نکلنے کی تعبیر:

پھر اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب ایک انگریزی کتاب حضرت اقدس کو سناتے رہے جس میں ایک موقعہ پر یہ بھی تھا کہ جب مسیح کو صلیب دی گئی تو اس وقت مردے قبروں سے نکلے۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:۔

عالمِ رؤیا میں مردہ کے قبر سے نکلنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ کوئی گرفتار آزاد ہو ممکن ہے کہ کسی نے عالمِ کشفی میں یہ دیکھا ہو ورنہ یہ اپنے ظاہری معنوں میں ہرگز نہیں ہوا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 405)

طاعون کا علاج:

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ٹیکہ بھی علاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا حفاظت کا وعدہ ہے تو پھر مرہم عیسیٰ اور جدوار کا استعمال کیوں بتلایا ہے

حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

جو علاج اللہ تعالیٰ بتلاوے وہ تو اسی حفاظت میں داخل ہے کہ اس نے خود ایک طریق حفاظت بھی ساتھ بتلا دیا اور انشراح صدر سے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو ہم کو اس کا حکم کیا جاتا اور پھر دیکھتے کہ سب سے اول ہم ہی کرواتے اگر خدا تعالیٰ آج ہی بتلا دے کہ فلاں علاج ہے یا فلاں دوا مفید ہے تو کیا ہم اسے استعمال نہ کریں گے؟ وہ تو نشان ہوگا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تے اگر ہم عوام الناس کی طرح ٹیکہ کروائیں تو خدا پر ایمان نہ ہوا پہلے یہ تو فیصلہ کیا جائے کہ آیا ہم نے ۲۲ برس پہلے طاعون کی اطلاع دی۔ کہ جس وقت طاعون کا نام ونشان تک نہ تھا اور پھر ہر ۵ برس بعد اس کے متعلق ضرور کوئی نہ کوئی خبر دی

جاتی رہی ہے پھر پنجاب کے متعلق خبر دی حالانکہ اس وقت کوئی مقام اس میں مبتلا نہ تھا۔ پھر ایک دم پنجاب کے ۲۳ ضلعوں میں پھیل گئی وہ تمام کتابیں جن میں یہ بیان ہیں خود گورنمنٹ کے پاس موجود ہیں اگر ٹیکہ میں کوئی خیر ہوتی تو خدا خود ہمیں بتلاتا اور ہم اس وقت سب سے پہلے ٹیکہ لگوانے میں اول ہوتے مگر جب گورنمنٹ نے اختیار دیا ہے تو یہ اختیار ہے گویا خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں دیا ہے کہ جبراً اٹھوا دیا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

(8 نومبر 1902ء)

کشمیر سے ایک پُرانے صحیفہ کی برآمدگی :

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کشمیر سے ایک پرانا صحیفہ ایک پادری نے حاصل کیا ہے کہ جو کہ دو ہزار سال کا ہے اس میں مسیح کی آمد اور اس کے منجی ہونے کی پیش گوئی ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بعض وقت پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین کرانے کے واسطے ایسی مصنوعات سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا معیار یہ ہے کہ اگر اس صحیفہ میں تثلیث کا ذکر ہو تو سمجھنا چاہئے کہ مصنوعی ہے کہ کیونکہ خود عیسویت کی ابتدا میں تثلیث کا عقیدہ نہ تھا بلکہ بعد میں وضع ہوا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 504)

(18 نومبر 1902ء)

ایک عظیم الشان رؤیا:

فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ

نماز فجر سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جو اس میں دفن ہوگا بہشتی ہوگا۔

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسر صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب ان پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگر اس مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے میں نے کہا کہ خلیفہ نورالدین کی بھی ساتھ بھیج دو۔

یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

اس سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنے بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہوگا۔

(ملفوظات جلد دوم۔ صفحہ 526 تا 527)

کشمیر میں قبرِ مسیحؑ:

مغرب کی نماز با جماعت ادا کر کے حضرت اقدس حسب معمول مسجد کے شمال مغربی کونہ میں بیٹھ گئے اور فجر کی خواب پر حضرت اقدس اور اصحاب کبار تذکرہ کرتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ کشمیر میں مسیح کی قبر کا معلوم ہونے سے بہت قریب ہی فیصلہ ہو جاتا ہے اور سب جھگڑے طے ہو جاتے ہیں اگر فراست نہ بھی ہو تو بھی یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ آسان بات کون سی ہے۔ اب آسمان پر جانے کو کون سمجھے جو باتیں قرین قیاس ہوتی ہیں وہی صحیح نکلتی ہیں آج تک خدا کے الہام سے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ مگر اب خود ہی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا اب تخم ریزی تو ہوئی ہے امید ہے کہ کچھ اور امور بھی ظاہر ہوں گے عادت اللہ اسی طرح ہے یہ خواب بالکل سچا ہے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی آمیزش نہیں ہے۔ مجھے اس وقت خواب میں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہے جیسے کسی کو لڑائی پر جانا ہوتا ہے اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہماری فراست نے خطا نہیں کی۔ یہ عقدہ اللہ تعالیٰ حل کر دے تو صدہا برسوں کا کام ایک ساعت میں ہو جائے اور عیسائیوں اور ان

مولویوں کے گھروں میں ماتم پڑ جائے۔

ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور پھر تو سارے انگریز رجوع باسلام ہو جائیں فرمایا:۔

دنیا میں ایک حرکت ہے اس کی مثال تو یہ ہے کہ جیسے تسبیح کا (دھاگہ ٹوٹ کر) ایک دانہ نکل جائے تو باقی بھی نہیں ٹھہرتے خواہ پادری پیٹتے ہی رہ جائیں تمام انگریز ٹوٹ پڑیں گے اللہ تعالیٰ کے داؤ ایسے ہی ہوتے ہیں **مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ** (آل عمران:۵۵)

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 527 تا 528)

(3 اپریل 1903ء)

توہینِ عیسیٰؑ کے اعتراض کا جواب:

پھر کہتے ہیں کہ سیدنا المسیح کی توہین کرتے ہیں۔ بھلا سوچو تو کہ ہم اگر اپنے پیغمبر سے ان جھوٹے اعتراضات جو نافہمی اور کورچشمی سے کر کے مسیح کو آسمان پر زندہ بٹھا کر آنحضرت ﷺ پر کئے جاتے ہیں ان کے دور کرنے کے واسطے مسیح کی اصلی حقیقت کا اظہار نہ کریں تو کیا کریں؟ ہم اگر کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں بلکہ مر گئے جیسے دوسرے انبیاء بھی مر گئے تو ان لوگوں کے نزدیک تو یہ بھی ایک قسم کی توہین ہوئی۔ ہم خدا تعالیٰ کے بلائے بولتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو فرشتے آسمان پر کہتے ہیں۔ افتراء کرنا تو ہمیں آتا نہیں اور نہ ہی افتراء خدا کو پیارا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی کسرِ شان اور ہتک کی گئی۔ ضرور ہے کہ اس کا بدلہ لیا جاوے اور آنحضرت ﷺ کے نور اور جلال کو دوبارہ از سرِ نو تازہ و شاداب کر کے دکھایا جاوے اور یہ مسیح کے بت کے ٹوٹنے اور اس کی موت کے ثابت ہونے میں ہے پس ہم خدا تعالیٰ کے منشاء اور ارادے کے مطابق کرتے ہیں اب ان کی لڑائی ہم سے نہیں خدا تعالیٰ سے ہے۔

ان لوگوں نے حضرت مسیحؑ کو خاصہ خدا بنایا ہوا ہے اور موحّد کہلاتے ہیں ان کا

اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہے قائم علی السماء ہے۔ خالق۔ رازق۔ غیب دان۔ محی۔ ممیت ہے۔ بھلا اب بتلاؤ کہ اگر یہ صفات خدا کی نہیں تو کس کی ہیں؟ بشریّت تو ان صفات کی حامل ہو سکتی نہیں۔ پھر خدائی میں فرق ہی کیا رہا؟ یہ تو عیسائیوں کو مدد دے رہے ہیں۔ پورے نہیں نیم عیسائی تو ضرور ہیں اگر ہم ان کے عقائد ردیہّ کی تردید نہ کریں تو کیا کریں؟ پھر ہمیں ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ اسلام۔ آنحضرت ﷺ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے پاک نبی اور قرآن شریف خدا کا کلام برحق نہیں۔ حضرت مسیحؑ زندہ نہیں بلکہ مر کر کشمیر سرنیگر محلّہ خانیار میں مدفون ہیں۔ یہی سچا عقیدہ ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 212)

(9 جولائی 1903ء)

قبرِ مسیح علیہ السلام:

بعض عیسائی اخباروں نے مسیحؑ کی قبر واقعہ کشمیر کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ یہ قبر مسیحؑ کی نہیں بلکہ ان کے کسی حواری کی ہے۔ اس تذکرہ پر آپ نے فرمایا کہ:۔

اب تو ان لوگوں نے خود اقرار کرلیا ہے کہ اس قبر کے ساتھ مسیحؑ کا تعلق ضرور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے کسی حواری کی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مسیحؑ کی ہے۔ اب اس قبر کے متعلق یہ تاریخی صحیح شہادت ہے کہ وہ شخص جو اس میں مدفون ہے وہ شہزادہ نبی تھا اور قریباً انیس سو برس سے مدفون ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسیحؑ کا حواری تھا اب ان پر ہی سوال ہوتا ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں کہ مسیحؑ کا کوئی حواری شہزادہ نبی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اور وہ اس طرف آیا تھا اور یہ یقیناً ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس اس صورت میں بجز اس کے ماننے کے کہ یہ مسیح علیہ السلام کی ہی قبر ہے اور کوئی چارہ نہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 366)

(23 ستمبر 1905ء)

کشمیر میں بنی اسرائیل اور مسیح علیہ السلام کی قبر:

مسیح کی قبر واقع کشمیر کا ذکر تھا۔ اس کے متعلق جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بہت سے شواہد اور دلائل سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ یہ مسیحؑ کی قبر ہے۔ اور یہاں نہ صرف ان کی قبر ہی ہے بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے بعض دوستوں کی قبریں بھی اسی جگہ ہیں۔ اول یوسف آسف☆ کا نام ہی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ اپنے وطن میں باغی ٹھہرائے گئے تھے۔ اس لیے اس گورنمنٹ کے تحت حکومت میں کسی جگہ رہ نہ سکتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کر کے پسند کیا کہ شام جیسا سرد ملک ہی ان کے لیے تجویز کیا جہاں وہ ہجرت کر کے آ گئے اور یہودیوں کی دس تباہ شدہ قومیں جن کا پتہ نہیں ملتا تھا۔ وہ بھی چونکہ یہاں ہی آباد تھیں۔ اس لیے اس فرض تبلیغ کو ادا کرنے کے لیے بھی یہاں اُن کا آنا ضروری تھا۔ اور پھر یہاں کے دیہات اور دوسری چیزوں کے نام بھی بلادِ شام کے بعض دیہات وغیرہ سے ملتے جلتے ہیں۔

(اس موقعہ پر مفتی محمد صادق صاحب نے عرض کی حضور کا شیر کا لفظ خود موجود ہے۔ یہ لفظ اصل میں کاشیر ہے۔ م تو ہم لوگ ملا لیتے ہیں۔ اصل کشمیری کاشیر بولتے ہیں اور کاشیر کہلاتے ہیں۔ اور آشیر عبرانی زبان میں ملک شام کا نام ہے اور ک بمعنے مانند ہے۔ یعنی شام کی مانند۔ پھر اور بہت سے نام ہیں۔)

حضرت نے فرمایا کہ:

وہ سب نام جمع کرو تا کہ ان کا حوالہ کسی جگہ دیا جاوے۔

اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ:

اکمال الدین جو پرانی کتاب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ انیس سو برس کا ایک نبی ہے پھر کشمیریوں کے رسم و رواج وغیرہ یہودیوں سے ملتے ہیں۔ برنیئر فرانسیسی

☆ ''یوسف آسف'' سہوِ کتابت ہے اصل میں ''یوز آسف'' ہونا چاہیے۔

سیاح نے بھی ان کو بنی اسرائیل ہی لکھا ہے۔اس کے علاوہ تھوما حواری کا ہندوستان میں آنا ثابت ہے۔

(اس مقام پر مفتی صاحب نے عرض کی کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جب حضرت مریم بیمار ہوئیں تو انہوں نے تھوما سے جو اس وقت ہندوستان میں تھا۔ ملنا چاہا۔ چنانچہ ان کے تابوت کو ہندوستان میں پہنچایا گیا اور وہ تھوما سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور اس کو برکت دی اور پھر تھوما نے اس کا جنازہ پڑھا۔اس ذکر پر کہا گیا کہ کیا تعجب ہے اگر فی الحقیقت یہ ایک ذریعہ اختیار کیا گیا ہو بیٹے کے پاس آنے کا۔اس کے متعلق مختلف باتیں ہوتی رہیں)۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ پر ایک اعتراض کا جواب:

مندرجہ بالا سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ:

ہم جب مسیح کی موت کے لیے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ (المائدة : ۱۱۸) پیش کرتے ہیں تو اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ مسیحؑ اگر واقعہ صلیب کے بعد کشمیر چلے آئے تھے تو پھر اُن کو بجائے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِی کے یہ کہنا چاہیے تھا کہ جب تو نے مجھے کشمیر پہنچا دیا۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ایک سفسطہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسیحؑ صلیب پر سے زندہ اتر آئے اور موقعہ پا کر وہاں سے کشمیر کو چلے آئے۔لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کا حال تو پوچھا نہیں۔ وہ تو ان کی اپنی امت کا حال پوچھتا ہے۔مخالف تو بدستور کافر کذاب تھے۔

دوسرے یہاں مسیح علیہ السلام نے اپنے جواب میں یہ بھی فرمایا ہے مَا دُمْتُ فِیْهِمْ (المائدة : ۱۱۸) میں جب تک ان میں تھا۔ یہ نہیں کہا مَا دُمْتُ فِیْ اَرْضِهِمْ. مَا دُمْتُ فِیْهِمْ کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ جہاں مسیح جائیں وہاں ان کے حواری بھی جائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کا ایک مامور و مرسل ایک سخت حادثہ موت سے بچایا جاوے اور پھر وہ خدا تعالیٰ کے اذن سے ہجرت کرے اور اس کے پیرو اور حواری اسے بالکل تنہا چھوڑ دیں اور اس کا پیچھا نہ کریں۔نہیں بلکہ وہ بھی اُن کے پاس یہاں آئے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے

کہ وہ ایک دفعہ ہی سارے نہ آئے ہوں بلکہ متفرق طور پر آ گئے ہوں؛ چنانچہ تھوما کا تو ہندوستان میں آنا ثابت ہی ہے اور خود عیسائیوں نے مان لیا ہے۔ اس قسم کی ہجرت کے لیے خود آنخضرت ﷺ کی ہجرت کی نظیر موجود ہے؛ حالانکہ مکہ میں آپؐ کے وفادار اور جاں نثار خدام موجود تھے۔ لیکن جب آپؐ نے ہجرت کی تو صرف حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے لیا۔ مگر اس کے بعد جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو دوسرے اصحاب بھی یکے بعد دیگرے وہیں جا پہنچے۔ لکھا ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے نکلے اور غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے تو دشمن بھی تلاش کرتے ہوئے وہاں جا پہنچے۔ اُن کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ گھبرائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور آنخضرت ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ : ۴۰) کہتے ہیں کہ وہ نیچے اُتر کر اس کو دیکھنے بھی گئے۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک نے کہا کہ یہ جالا تو (آنخضرت ﷺ کی) پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔ اس لیے وہ واپس چلے آئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اکثر اکابر عنکبوت سے محبت کرتے آئے ہیں۔

غرض جیسے آنخضرت ﷺ نے باوجود ایک گروہ کثیر کے اس وقت ابوبکرؓ ہی کو ساتھ لینا پسند کیا اسی طرح پر حضرت عیسیٰؑ نے صرف تھوما کو ساتھ لے لیا اور چلے آئے۔ پس جب حواری ان کے ساتھ تھے تو پھر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

دوسرا سوال اس پر یہ کرتے ہیں کہ جب کہ وہ ستاسی سال تک زندہ رہے تو ان کی قوم نے ترقی کیوں نہ کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں ترقی کی ہوگی لیکن حوادث روزگار نے ہلاک کر دیا ہوگا۔ کشمیر میں اکثر زلزلے اور سیلاب آتے رہتے ہیں۔ مدت دراز کے بعد قوم بگڑ گئی۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ایک قوم تھی۔ اٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ (المومنون: ۵۱) کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ وہ شام ہی میں تھا۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف خود اس کے

مخالف ہے اس لیے کہ اٰوٰی کا لفظ تو اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں ایک مصیبت کے بعد نجات ملے اور پناہ دی جاوے۔ یہ بات اس رومی سلطنت میں رہ کر انہیں کب حاصل ہوسکتی تھی۔ وہ تو وہاں رہ سکتے ہی نہ تھے۔ اس لیے لازمی طور پر انہوں نے ہجرت کی۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 388 تا 390)

(23 اکتوبر 1907ء)

کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر:

ابو سعید عرب صاحب جو حال میں کشمیر کی سیاحت سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے حضرت اقدس (علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کی کہ کشمیر کے اندر عام لوگ تو اب تک حضرت عیسیٰؑ کی قبر کو پہلے کی طرح نبی صاحب کی قبر یا عیسیٰؑ کی قبر کہتے ہیں مگر وہاں کے علماء جو اس سلسلہ احمدیہ کے حالات سے آگاہ ہوگئے ہیں۔ انہوں نے بسببِ عداوت اب ایسا کہنا چھوڑ دیا ہے تاکہ اس فرقہ کو مدد نہ ملے۔

حضرت نے فرمایا:۔

اب ان لوگوں کی ایسی کاروائیوں سے کیا بنتا ہے جبکہ پرانی کتابیں جو کشمیر میں اور دوسری جگہوں میں موجود ہیں اور ایک عربی پرانی کتاب گیارہ سو برس کی جو کسی فاضل شیعہ کی تصنیف ہے۔ اس میں یوز آسف کو شاہزادہ نبی لکھا ہے اور اس کی قبر کشمیر میں بتلائی ہے اور اس کا وقت بھی وہی لکھا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت تھا۔ عیسائی بھی تو یہاں تک قائل ہوگئے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کا حواری تھا اور اس کے نام پر سسلی میں ایک گرجا بھی بنا ہوا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ حواری کون تھا جو شہزادہ بھی کہلایا ہو اور نبی بھی کہلایا ہو؟ اس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 357)

اشاریہ

فلسطین سے کشمیر تک

آیات

احادیث

اسماء

مقامات

حضرت مسیح ناصریؑ کی ہجرت سے متعلق حضرت مسیحِ موعودؑ کے بعض تحقیقی پراجیکٹس

کتابیات

کتب حضرت مسیحِ موعودؑ

ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد3 مطبوعہ ربوہ

اتمام الحجہ۔روحانی خزائن جلد8 مطبوعہ ربوہ

ست بچن۔روحانی خزائن جلد10 مطبوعہ ربوہ

سراجِ منیر۔روحانی خزائن جلد12 مطبوعہ ربوہ

کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد13 مطبوعہ ربوہ

رازِ حقیقت۔روحانی خزائن جلد14 مطبوعہ ربوہ

کشف الغطاء۔روحانی خزائن جلد14 مطبوعہ ربوہ

ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد14 مطبوعہ ربوہ

مسیح ہندوستان میں۔روحانی خزائن جلد15 مطبوعہ ربوہ

ستارہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد 15 مطبوعہ ربوہ

تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد15 مطبوعہ ربوہ

تحفہ غزنویہ۔روحانی خزائن جلد15 مطبوعہ ربوہ

تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد17 مطبوعہ ربوہ

الہدیٰ۔روحانی خزائن جلد18 مطبوعہ ربوہ

کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد19 مطبوعہ ربوہ

تحفۃ الندوۃ۔روحانی خزائن جلد19 مطبوعہ ربوہ

مواہب الرحمٰن۔روحانی خزائن جلد19 مطبوعہ ربوہ

تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 مطبوعہ ربوہ

لیکچر سیالکوٹ۔روحانی خزائن جلد20 مطبوعہ ربوہ

لیکچر لدھیانہ۔روحانی خزائن جلد20 مطبوعہ ربوہ

چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد20 مطبوعہ ربوہ

ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد21 مطبوعہ ربوہ

حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد22 مطبوعہ ربوہ

چشمہ معرفت۔روحانی خزائن جلد23 مطبوعہ ربوہ

ریویو آف ریلیجنز

ریویو آف ریلیجنز بابت ماہِ ستمبر 1903

جلد2 نمبر9۔مطبوعہ قادیان

مجموعہ اشتہارات

مجموعہ اشتہارات جلد دوم۔ایڈیشن 2008ء مطبوعہ ربوہ

مکتوباتِ احمد

مکتوباتِ احمد جلد دوم۔ایڈیشن 2008ء مطبوعہ ربوہ

ملفوظات

ملفوظات جلد اول مطبوعہ ربوہ

ملفوظات جلد دوم مطبوعہ ربوہ

ملفوظات جلد سوم مطبوعہ ربوہ

ملفوظات جلد چہارم مطبوعہ ربوہ

ملفوظات جلد پنجم مطبوعہ ربوہ